

بیعتِ یزید سے انکار کا سبب





سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سُنّی حنفی قادری رضوی

بسم الله الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ

وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یزید پلید اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حیات میں کسی برائی میں ملوث نہیں پایا گیا۔ جو کچھ کیا انکی وفات کے بعد کیا۔ امام حسین اور اکابرین صحابہ علیھم السلام کا اس کی بیعت سے انکار کا سبب اس کا فسق و فجور نہیں تھا۔ مکمل تحقیق کتاب میں دیکھیں۔



بیعتِ یزید سے انکار کا سبب

استاذ العلماء سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

بیعتِ یزید
سے
انکار کا سبب

نام کتاب: بیعتِ یزید سے انکار کا سبب

مصنف: فضیلۃ الشیخ مفتی فضل احمد چشتی مدظلہ العالی

پروف ریڈر: مفتی محمد نزیر احمد چشتی صاحب (جلال پور پیروالا)
0308-2722429

ترجمہ:

ناشر: **آستانہ عالیہ سندر شریف**
سندر راڈا لاہور

کمپوزنگ: محمد عمر فاروق ہاشمی چشتی (لاہور)

طباعت اوّل: ستمبر 2020ء

تعداد: 3000/-

قیمت: ------------

نوٹ: کتاب کی خطابت و پرنٹنگ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا تاہم باتقاضہ بشریت کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس نمبر پر ضرور مطلع کریں، مشکور ہوں گے۔
خادم آستانہ عالیہ: محمد علی ہاشمی چشتی (03024218077)

پیش گفتار

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی تعظیم و تکریم کا فرض عین ھونا اھل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے اور ضروریات مذہب میں سے ہے اور اسی طرح ان کے ساتھ ان کی خدمت و اشاعت دین اور محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے والھانہ عقیدت و محبت رکھنا اور اس میں عالم اور غیر عالم سب برابر ہیں ھاں اھل علم اس کے بھی مکلف ہیں کہ ان کے بعض معاملات خصوصاً مشاجرات اور تنازعات کا صحیح محمل و معنی اور تاویل تلاش کریں اور اگر کسی کی خطا ہے تو اسکو خطائے اجتھادی پر محمول کر کے ان کی طرف زبان طعن و تشنیع دراز نہ کریں اور ان مقربان و محبوبان خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ بن کر اپنی عاقبت خطرناک نہ بنائیں اس پر قرآن مجید کی آیات اور صحیح احادیث و آثار اور بزگان دین کے اقوال سب کے پیش نظر ہیں چنانچہ امام الصوفیاء و الفقھاء والمحدثین و مصنف کتاب حلیۃ الاولیاء حافظ الحدیث ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی بے مثال کتاب الامامۃ کے صفحہ ۳۷۰ پر فرماتے ہیں۔

فلم یختلف أحد من أهل العلم فی کل زمان أن أصحاب رسول الله ﷺ فیما اختلفوا فیه من الرأی مأجورون و محمودون، وان کان الحق مَعَ بعضهم دون الکل، ولا یغضب مَنْ قال بقول بعضهم و ترك قول بَعض وأنه عنده مصیب الحق الذی أمر به من طریق الرأی لِلاجتهاد

ترجمہ: ہر زمانے کے اہل علم میں سے کسی نے اس بارے میں اختلاف نہیں کیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیھم الرضوان جو مختلف آراء رکھتے تھے وہ اس پر (عنداللہ) ماجور اور محمود ہیں یعنی انہیں اس پر اجر دیا جائے گا اور ان کا وہ عمل قابل تعریف ہے۔ اگرچہ حق ان میں سے بعض کے ساتھ ہے کل کے ساتھ نہیں اور اس پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا جا سکتا جو ان میں سے بعض کے قول کو اختیار کرے اور بعض کے قول کو چھوڑ دے حالانکہ اس کے نزدیک وہ شخص (جس کے قول کو اس نے اختیار کیا ہے) وہ اس حق تک پہنچنے والا ہے جس کا حکم دیا گیا یعنی اجتہاد کی وجہ سے کسی رائے کو اختیار کرنا۔

پھر سیدنا امیر معاویہ خال المؤمنین رضی اللہ عنہ کا مسئلہ تو انتہائی خطرناک اور نازک ترین ہے کہ ان کی ذات کو ائمہ کرام نے سرحد صحابہ اور پردہ صحابہ قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے ان سے بغض وعداوت رکھنا اور ان کی گستاخی کرنا دوسرے صحابہ کرام خصوصا خلفائے راشدین سے بغض وعداوت رکھنا اور ان کی گستاخی کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور خلفائے راشدین سے بغض وعداوت اور ان کی گستاخی کہاں تک پہنچاتی ہے کسی پر مخفی نہیں سوائے اشقیاء کے پھر آج کل کے کچھ مدعیان علم اور نام نہاد علماء بلکہ علماء نما جہلاء اور بے علم مقررین وشعراء اور جاہلانہ عصبیت زدہ کچھ لا علم سادات پردہ سنیت میں مستور نیم رفض سے معمور اپنے جہل وعناد میں مخمور کتب وخطابات میں امام عالی مقام کی اسطرح شان وعظمت بیان کرتے ھیں اور اس کے ضمن میں ایسے جملے لکھتے اور بولتے ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام میں سے وہ لوگ جنہوں نے یزید پلید کی بیعت لینے کا مشورہ دیا یا اس کے لیئے بیعت لی یا اس کی بیعت کی یا پہلے انکار کیا اور پھر اقرار کیا وہ سب کے سب ملعون ہیں معاذ اللہ تعالیٰ جہنمی ہیں دنیا کے کتے ہیں کیونکہ انہوں نے محض دنیا کے

لالچ یا خوف میں ایک کافر ظالم زانی شرابی فاسق وفاجر شخص یزید کے لیئے ایسا کیا اور امام عالی مقام ہی واحد شخصیت تھے جنہوں نے اس وقت یزید کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور شہید ہو گئے ایسے گمراہ کن بیانات نے عوام تو عوام رہے کچھ خواص کو بھی راہ اعتدال وجادہ حق سے دور کر دیا ہے اور وہ اس قدر غالی بن گئے ہیں کہ ایک طرف تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سادات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے سیدہ صدیقہ سیدنا طلحہ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے رفقاء و ہمنواؤں کو ظالم اور بغض اھل بیت کا مرتکب ٹھہرانے اور اسی طرح کی دیگر اپنی واھیات اعتقادیہ وقولیہ کا ان مقدسین بزبان رسالت کو نشانہ بنانے سے ذرہ برابر بھی گریز نہیں کرتے اور دوسری طرف امام عالی مقام کی طرف کسی قسم کی خطائے اجتھادی کی نسبت کرنا بھی اھل بیت کی گستاخی قرار دیتے ہیں ناچیز کے ایک سابقہ دیرینہ محسن ودوست جن پر خاصہ اعتماد تھا وہ ناچیز راقم الحروف کی طرف ایسی گستاخی منسوب کرنے کی بے باکی اور جرأت کرنے سے ذرہ بھی نہیں گھبرائے محض اس وجہ سے کہ بندہ ناچیز نے اھل سنت اور اھل رفض کی کتب سے یہ ثابت کیا کہ امام پاک نے انکار بیعت کے بعد کربلا شریف میں اقرار بیعت فرمایا تھا اور یہ برملا ظاہر کیا کہ تمام ترصحیح روایات اس پر متفق ھیں حالانکہ وہ صاحب ناچیز کے بھی چند سبقوں میں شاگرد رہے اور ناچیز کے تلامذہ کی شاگردی میں اب بھی ہیں اور ان کا مبلغ علمی ناچیز کو پوری طرح معلوم ہے ان سارے فسادات کا سبب وحید یہی نظر آیا کہ کتاب وخطاب میں اس بات میں تمیز نہیں کی جاتی کہ یزید بوقت ولی عھدی او ربیعت لینے کے وقت فاسق فاجر نہ تھا اور اگر اسوقت فاسق فاجر ہوتا اور صحابہ باختیار خویش اس کی بیعت کرتے تو ان کی طرف زبان طعن وتشنیع دراز کرنے میں

معذوری ممکن تھی اگر حقیقت یہ نہیں اور یقیناً یہ نہیں جس طرح کہ ہم ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو پھر ہمارا فرض بنتا ہے کہ لوگوں پر یہ حقیقت واضح کریں کہ انکار بیعت کا سبب فسق یزید نہیں بلکہ اور چیز ہے اس بات کے لیئے یہ رسالہ معرض وجود میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ناچیز کی اس عاجزانہ ھمدردانہ کوشش کو قبول فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۴۱ھ

آغازِ گفتار

اگر یہ کہا جائے کہ یزید اپنے باپ کے دور خلافت میں فاسق تھا لیکن اسکے برے اعمال کا باپ کو علم نہیں ہو سکا لھذا یزید کے کردار سے لاعلم ہو کر اسکو خلیفہ منتخب کیا تھا جیسا کہ بعض حضرات کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور بندۂ ناچیز اپنے پہلے خطابات میں یہی نظریہ رکھتا تھا تو اس پر اتنا مضبوط اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا جواب ناممکن ہے اور پھر نتیجہ وہی ہوتا ہے جس سے بچنے کے لئے مذکورہ عذر و بہانہ گھڑا گیا تھا اور وہ نتیجہ حضرت امیر معاویہ اور ان کے رفقائے کار صحابہ کرام کو فاسق و فاجر شخص کے امیر اور خلیفہ بنانے کے داغ اور دھبہ سے محفوظ نہ رکھ سکتا۔

تقریر اعتراض

اگر یزید باپ کے دور خلافت میں فاسق و فاجر تھا اور باپ کو علم نہیں ہوا تھا اور جن حضرات نے بیعت سے انکار کیا تو اس وجہ سے کیا کہ ان کو یزید کے برے اعمال معلوم تھے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان اکابرین نے یزید کے برے اعمال کے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے انکا ذکر کیوں نہیں کیا جبکہ انکا فرض بنتا تھا کہ وہ ایسا کرتے تا کہ خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور باقی امت فاسق و فاجر کی امامت کی نحوست سے بچ جاتے لھذا یہ اعتراض منکرین بیعت اکابرین پر ہوگا اور اگر یہ کہا جائے کہ ان اکابرین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبردار کیا تھا تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظالم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ انہوں نے اتنے بڑے سچے لوگ اور عادلین حضرات کی شہادت پر عمل نہیں کیا جبکہ یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی حاکم دو عادل شخصوں کی گواہی رد کرتا ہے تو ناجائز فعل کا ارتکاب کرتا ہے لھذا ان سب خرابیوں سے بچنے کے لئے ہم نے پوری جدوجہد کے ساتھ تاریخ کا گہرا مطالعہ کر کے اس حقیقت کو تلاش کیا کہ منکرین بیعت کے انکار کا سبب یزید کا فسق و فجور نہیں تھا کیونکہ وہ اس وقت فاسق و فاجر ہی نہ تھا اس حقیقت کو آپ حضرات ان صفحات میں دلائل صحیحہ کے ساتھ جانیں گے انشاء اللہ عزوجل لیکن اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ

سیدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے

بیعتِ یزید جبری تھی یا اختیاری؟

اس سوال کے جواب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ

عنہ اول الملوک[1] ہونے کے باوجود خلیفہ راشد بھی تھے جس طرح کہ جمہور ائمہ اہل سنت کا مذہب ہے چنانچہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ المعتقد المنتقد کی شرح المستند المعتمد کے صفحہ ۲۴۱ پر فرماتے ہیں۔

أما عند أهل الحق فاستقامة الخلافة له رضى الله تعالى عنه من يوم صلح السيد المجتبى صلى الله تعالى على جده الكريم و أبيه و عليه و على أمه وأخيه وسلم، وهو الصلح الجليل الجميل الذى ترجاه رسول الله ﷺ، وجعله ناشئا عن سيادة سيد نا الحسن رضى الله عنه اذ يقول فى الحديث الصحيح المروى فى الجامع الصحيح إن ابنى هذا سيد لعل الله آن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين، وبه ظهر أن الطعن على الأمير معاوية رضى الله عنه طعن على الإمام المجتبى بل على جده الكريم ﷺ بل على ربه عزوجل، فان تفويض أزمّة المسلمين بيد من هو كذا و كذا بز عم الطاعنين خيانة للإسلام والمسلمين، وقد ارتكبها معاذالله الإمام المجتبى و ارتضاها رسول الله ﷺ وهو ما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحىٰ فا حفظه،

ترجمہ: بہر حال اہل حق کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کا حصول حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے صلح کے دن سے ہی ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ ان کے جد کریم پر رحمت کاملہ نازل کرے اور ان کے والد ماجد اور ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پر اور بھائی پر رحمت کاملہ اور سلامتی نازل فرمائے۔ اور یہ وہ عظیم اور

---

[1] حضرت امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انھوں نے خود کو اول الملوک فرمایا دیکھیں (البدایہ ان کے حالات میں)

خوبصورت صلح ہے جس کے وقوع کی امید کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت سے پیدا ہونے والا قرار دیا کیونکہ بخاری شریف میں مروی صحیح حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" بے شک میرا یہ بیٹا سید ہے امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسکے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے مابین صلح فرمائے گا"

اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ حضرت امیر معاویہ h پر طعن خود امام حسن h پر طعن ہے بلکہ ان کے جد کریم (امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر طعن ہے بلکہ ان کے رب عزوجل پر طعن ہے کیونکہ مسلمانوں کی خلافت کی لگام اس شخص کے ہاتھ میں دینا جو طعنہ کرنے والوں کے گمان کے نزدیک ایسا ویسا ہو۔ یہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے اور معاذ اللہ اس کا ارتکاب امام حسن مجتبیٰ h نے کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر راضی ہوئے حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ کی صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ اس بات کو خوب یاد کرلو۔

لیکن ان کی ملوکیت کی خلافت کے ساتھ آمیزش فقط اس قدر تھی کہ منکرات شرعیہ میں سے کسی منکر شرعی کا ارتکاب کیے بغیر مباحات میں توسع اور نظام حیات میں تکلف پیدا فرمایا اور وہ بھی نفسانیت سے نہیں بلکہ شرعی اجتہاد کے ساتھ اسی لیے ان کی خلافت اور سابقین خلفائے راشدین کی خلافت میں مساوات نہیں نہ یہ کہ ان کی خلافت خلافت راشدہ ہی نہیں امام عبد العزیز پرھاروی نبراس میں فرماتے ہیں۔

کان الخلفاء الراشدون لم یتوسعوا فی المباحات وکان سیرتھم سیرۃ النبی ﷺ فی الصبر علی ضیق العیش والجھد فی

الانصاف والاتقاء عن مقتضیات الطبائع البشریّة واما معاویة فھو وان لم یرتکب منکرالکنه توسع فی المباحات ولمْ یکنْ فی درجة الخلفاء الراشدین فی اداءِ حقوق الخلافة لکن عدم المساواة بھم لایوجب قدحافیه

ترجمہ: خلفائے راشدین نے مباح چیزوں میں توسع نہ فرمایا اور خلفائے راشدین کی سیرت تنگی عیش پر صبر کرنے میں اور انصاف کی فراہمی میں کوشش کرنے میں اور بشری طبیعتوں کے تقاضوں سے بچنے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت جیسی تھی۔ بہر حال اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی منکر شرعی کا ارتکاب نہیں کیا لیکن انہوں نے مباح چیزوں میں توسع اختیار فرمایا اور خلافت کے حقوق کی ادائیگی میں خلفائے راشدین کے درجہ میں نہ تھے لیکن خلفائے راشدین کے ساتھ عدم مساوات ان میں کسی عیب کو لازم نہیں کرتا۔

انکے رنگ ملوکیت کا شرعی اجتہاد کے ساتھ ہونے پر بطور دلیل حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ان پر حسین سبز جوڑا دیکھنے کے بعد ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بعد یہ قول مبارک ہے

مارأیت الا خیرًا و ما بلغنی الا خیرٌ

ترجمہ: میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں خیر کے سوا کچھ نہ دیکھا اور مجھے ان کے متعلق خیر کی خبر پہنچی ہے۔

اس فرمان کا پورا قصہ طبقات ابن سعد اور الاصابہ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔

طبقات کی روایتیں

قال : أخبرنا أحمد بن محمد بن الوليد الأزرَقيّ والوليد بن عطاء بن الأغر المكيان قالا : حدّثنا عَمرو بن يحيى بن سعيد الأموى عن جَدّه قال : دَخل معاوية على عمر بن الخطاب وعليه حُلة خضراء ، فنظر إليها أصحاب رسول الله ، ﷺ ، فلما رأى ذلك عمر وثَب إليه ومعه الدّرّة فجعل ضربًا لمعاوية ، ومعاوية يقول : الله الله يا أمير المؤمنين ! فيم ! فيم ؟! قال : فلم يكلمه حتى رَجَع فجلَس فى مجلسه ، فقال له القوم : لم ضربتَ الفَتى يا أمير المؤمنين ؟ ما فى قومك مثله ! فقال : والله ما رأيت إلاّ خيرًا وما بلغنى إلا خير ولكننى رأيته - وأشار بيده - فأحببت أن أضع منه (٣) .

قال : أخبرنا أحمد بن محمد بن الوليد الأزرقى والوليد بن عطاء بن الأغر قالا : حدّثنا عَمرو بن يحيى بن سعيد الأموى عن جده : أن أبا سفيان دَخل على عمر بن الخطاب فعزّاه عمر بابنه يزيد بن أبى سفيان . قال : آجرك الله فى ابنك يا أبا سفيان ، فقال : أىّ بَنِيّ يا أمير المؤمنين ؟ قال : يزيد بن أبى سفيان ، قال : فمن بعثت على عمله ؟ قال : معاوية أخاه ، وقال عمر : إنه لا يحل لنا أن نَنزِعَ مُصْلِحًا .

ترجمہ ا: فرماتے ہیں کہ ہمیں احمد بن محمد بن ولید ازرقی اور ولید بن عطا بن اغر مکی نے بیان کیا اور انہیں عمرو بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے دادے سے روایت کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عمدہ سبز پوشاک پہنے ہوئے تھے اور صحابہ کرام نے انکی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ جب فاروق اعظم سرکار کی ان پر نظر پڑی تو آپ کوڑا لے کر انہیں مارنا شروع کر دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے اللہ اللہ اے امیر المؤمنین مجھے کس جرم میں سزا دے رہے ہیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنی جگ پر بیٹھ گئے تو لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اس نوجوان کو کس لئے سزا دی ہے حالانکہ یہ قوم کا منفرد شخص

ہے تو آپ نے فرمایا میں نے خیر ہی دیکھی ہے اور مجھے ان کی خیر کی خبر ہی پہنچی ہے۔ لیکن میں نے تھوڑا سا تکبر دیکھا تو چاہا کہ اس کو نیچے کر دوں۔

ترجمہ ۲: فرمایا ہمیں احمد بن محمد بن ولید ازرقی اور ولید بن عطا بن اغر نے بیان کیا ہے اور انہیں عمرو بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے دادے سے روایت کی کہ ابو سفیان حضرت عمر بن خطاب کے پاس حاضر ہوئے اور انکے بیٹے یزید بن ابو سفیان فوت ہو چکے تھے تو فاروق اعظم سرکار نے ان کی تعزیت کی تو انھوں نے عرض کی کہ ان کی جگہ کسی کو مقرر کرنا ہے تو آپ نے فرمایا اسکے بھائی معاویہ کو کیونکہ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم کسی مُصلحِ شخص کو دور کریں۔

اسی ملوکیت اجتہادی کی وجہ سے سابقہ کتب میں نبی آخر الزمان علیہ السلام کی شان و پہچان میں فرمایا گیا۔

وملکہ بالشام

ترجمہ: اور ان کی بادشاہت ملک شام میں ہوگی۔

جیسا کہ سنن الدارمی کے شروع میں حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے۔

الاصابہ کی روایات

وقال ابنُ المُبارَكِ في كتاب «الزهد»: أخبرنا ابن أبي ذِئب، عن مسلم بن جندب، عن أسلم مولى عمر؛ قال: قَدِم علينا معاوية وهو أبض الناس وأجملهم، فخرج إلى الحج مع عمر بن الخطاب، وكان عمر ينظر إليه فيتعجب منه، ثم يضع أصبعه على جبينه ثم يرفعها عن مثل الشراك، فيقول: بخ بخ؛ إذاً نحن خَيْرُ الناس أنْ جمع لنا خَيْرُ الدنيا والآخرة. فقال معاوية: يا أمير المؤمنين، سأحدثك؛ إنا بأرض الحمامات والريف. فقال عمر: سأحدثك، ما بك إلطافك نفسك بأطيب الطعام وتصبحك حتى تضربَ الشمس متنيك؛ وذوو الحاجات وراء الباب. قال: حتى جئنا ذا طُوى فأخرج معاوية حلة فلبسها؛ فوجد عمر منها ريحاً كأنه ريح طيب؛ فقال: يعمدُ أحدكم فيخرج حاجاً تفلاً حتى إذا جاء أعظم بلدان الله جُرمةً أخرج ثوبيه كأنهما كانا في الطيب فلبسهما. فقال له معاوية: إنما لبستهما لأدخل على عشيرتي يا عمر؛ والله لقد بلغني أذاك ها هنا وبالشام؛ فالله يعلم أن لقد عرفت الحياء في عُمر؛ فنزع معاوية الثوبين؛ ولبس ثوبيه اللذين أحرم فيهما. وهذا سَندٌ قوي.

وأخرج ابنُ سَعْدٍ، عن أحمد بن محمد الأزرقي، عن عمرو بن يحيى بن سعيد، عن جده، قال: دخل معاوية على عمر بن الخطاب، وعليه حلةٌ خضراء، فنظر إليه الصحابة، فلما رأى ذلك عمر قام ومعه الدرة، فجعل ضرباً بمعاوية، ومعاوية يقول: الله الله يا أميرَ المؤمنين! فِيمَ! فِيمَ! فلم يكلمه حتى رجع فجلس في مجلسه؛ فقالوا له: لم ضربت الفتى، وما في قومك مثله؟ فقال: ما رأيتُ إلا خيراً، وما بلغني إلا خيرٌ؛ ولكني رأيته - وأشار بيده - يعني إلى فوق فأردت أن أضعَ منه.

ترجمہ: ابن المبارک اپنی کتاب الزھد میں فرماتے ہیں کہ ھمیں ابن ابی ذئب نے مسلم بن جندب سے روایت کی اور انہوں نے حضرت عمر کے غلام اسلم سے روایت کی کہ حضرت معاویہ ہمارے پاس آئے اور وہ تمام لوگوں سے عمدہ اور اچھی حالت میں اور حضرت عمر کے ساتھ حج کیلئے نکلے تو حضرت عمر انکی طرف دیکھ کر تعجب فرماتے تھے اور اپنی انگلی انکی پیشانی پر رکھتے اور اٹھا لیتے اور فرمانے لگے شاباش شاباش پھر ہم تو لوگوں سے (یعنی انبیاء علیھم السلام اور صدیق اکبر) بہتر ہیں کہ ہمارے لئے دنیا و آخرت جمع کر دی گئی ہیں تو حضرت امیر معاویہ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہم نہانے کے حماموں اور سر

سبز و شاداب علاقہ میں رہتے ہیں تو حضرت عمر نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں جو تیری اپنے نفس کے ساتھ مہربانیاں ہیں اور صبح کے وقت تیرا سونا ہے جبکہ اہل حاجت لوگ دروزہ کے باہر ہوتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ جب ہم وادیٔ ذاطویٰ میں پہنچے تو حضرت معاویہ نے نئی پوشاک پہنی تو حضرت عمر نے خوشبو محسوس کی اور فرمایا کہ تم حج کیلئے نکلے معمولی حالت میں جب اللہ تعالیٰ کا عظیم شہر آیا تو خوشبو دار کپڑے نکال کر پہن لئے؟ تو حضرت معاویہ نے عرض کی میں نے یہ کپڑے اپنے رشتہ داروں کے ہاں جانے کیلئے پہنے ہیں آپ کی طرف سے مجھے یہاں بھی ایذاء پہنچی ہے اور شام میں بھی پہنچی ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں حضرت عمر سے حیا کرتا ہوں تو آپ نے وہ کپڑے اتارے اور احرام والے کپڑے پہن لئے۔اس روایت کی یہ سند قوی ہے۔جب یہ ثابت ہو چکا تو یہ بھی سمجھنا چاہیے۔

بلا مشاورت کوئی کام نہ کرتے تھے

کیونکہ آپ اپنے دور خلافت میں اپنے ساتھ دینی اور سیاسی مسائل کو فیصلہ اور طے کرنے کے لیے مجتھدین صحابہ کرام اور تابعین احسان کی جماعت رکھتے تھے جن کی مشاورت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے اس کے دلائل اور شواھد میں سے ایک دلیل اور شاھد یہ ہے کہ حضرت سیدنا حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا فیصلہ کرنے سے پہلے ایک ایسی عظیم الشان جماعت سلف کے ساتھ مشاورت فرمائی کہ جس جماعت میں حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ جن پر مسیلمہ کذاب کی آگ گلزار بن گئی ایسے جلیل القدر تابعی سرفہرست تھے مشاورت کا قصہ صحیح سند کے ساتھ مسائل الامام احمد بروایت ابنہ صالح جلد ۳ صفحہ ۳۲۸ پر درج ذیل لفظوں کے ساتھ موجود ہے۔

لما بعث بحجر بن عدی بن الادبر و أصحابه من العراق إلى معاوية بن أبي سفيان ، استشار الناس في قتلهم، فمنهم المشير ،و منهم الساكت ،فدخل معاوية الى منزله ،فلما صلى الظهر قام في الناس خطيبًا فحمد الله وأثنى عليه ثم جلس على منبره ،فقام المنادى ،فنادى أين عمرو بن الاسود العنسى فقام فحمد الله و أثنى عليه ثم قال :ألا إنا بحصن من الله حصين لم نؤمر بتركه ، وقولك يا أمير المؤمنين فى أهل العراق ألا وأنت الراعى و نحن الرعية ، ألا و أنت أعلمنا بدائهم وأقدرنا على دوائهم ، و انما علينا أن نقول :{سمعنا و أطعنا غفر انك ربنا وإليك المصير فقال معاوية :أما عمرو بن الاسود فقد تبرأ الينا من دمائهم ،ورمى بهاما بين عينى معاوية ،ثم قام المنادى فنادى :أين أبو مسلم الخولانى؟فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال :أما بعد فلا والله ما ابغضناك منذ أحببناك ، ولا عصيناك منذ أطعناك ،ولا فارقناك منذ جامعناك ، ولانكثنا بيعتنا منذ بايعناك ، سيوفنا على عواتقنا ، ان امرتنا أطعناك ، وان دعوتنا أجبناك وان سبقتنا أدركناك ،وان سبقناك نظرناك ،ثم جلس ثم قام المنادى فقال: أين عبدالله بن مخمر الشرعبى ،فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: وقولك يا أمير المؤمنين فى هذه العصابة من اهل العراق ، ان تعاقبهم فقد أصبت ، وان تعف فقد أحسنت فقام المنادى فنادى أين عبدالله بن أسد القسرى ،فقام فحمد الله و أثنى عليه

ثم قال: یا امیر المؤمنین رعیتك وولایتك واهل طاعتك، ان تعاقبهم فقد جنوا أنفسهم العقوبة، وان تعف فان العفو أقرب للتقوی، یا أمیر المؤمنین لا تطع فینا من کان غشوما لنفسه، ظلوما باللیل نؤوما عن عمل الآخرة یا أمیر المؤمنین ان الدنیا قد انخشعت أوتادها ومالت بها عمادها، وأحبها أصحابها، واقترب منها میعادها. ثم جلس فقلت لشرحبیل: فکیف صنع؟ قال: قتل بعضا و استحی بعضا، وکان فیمن قتل حجر بن عدی بن الادبر. قال: قدم لتضرب عنقه فقال: لا تطلقوا عنی حدیدا، وادفنونی وما أصاب الثری من دمی، فانی ألتقی أنا و معاویة بالجادة. قال ابو المغیرة: کان ابن عیاش لا یکاد یحدث بهذا الحدیث الا بکی بکاء شدیدا

ترجمہ: جب حضرت حجر بن عدی بن ادبر اور ان کے ساتھی عراق سے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجے گئے۔ تو انہوں نے ان کے قتل میں لوگوں سے مشورہ کیا ان میں سے بعض نے مشورہ دیا اور بعض نے خاموشی اختیار کی۔ پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے گئے جب ظہر کی نماز پڑھائی تو لوگوں میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھ گئے تو ایک منادی نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ عمر بن اسود عنسی کہاں ہیں پس وہ کھڑے ہوئے انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا سنو بے شک ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے مضبوط قلعے میں ہیں جس کے چھوڑنے کا حکم ہمیں نہیں دیا گیا اور اے امیر المومنین اہل عراق کے بارے میں آپ نے مشورہ طلب فرمایا تو ہماری گزارش یہ ہے کہ

آپ حاکم ہیں اور ہم رعایا ہیں اور آپ ہم سب سے زیادہ ان کی بیماری کو جانتے ہیں اور آپ ہم میں سے سب سے زیادہ ان کی دوائی پر قادر ہیں اور ہم پر تو لازم ہے کہ ہم کہیں **سمعنا و اطعنا غفر انك ربنا واليك المصبر** یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے ہمارے پروردگار تجھ سے معافی چاہتے ہیں اور تیری طرف ہی پلٹنا ہے۔ پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بہر حال عمر بن اسود ہمارے سامنے ان کے خونوں سے بری ہو گیا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ان کو پھینک گیا ہے۔

پھر منادی نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ابو مسلم خولانی کہاں ہیں پس وہ کھڑے ہوئے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا حمد و صلوۃ کے بعد اللہ عزوجل کی قسم ہم نے آپ سے بغض نہیں رکھا۔ جب سے آپ سے محبت کی اور نہ ہی آپ کی نافرمانی کی جب سے آپ کی اطاعت کی اور نہ ہی ہم آپ سے جدا ہوئے جب سے آپ کے ساتھ ملے اور نہ ہی آپ کی بیعت توڑی جب سے آپ کی بیعت کی ہماری تلواریں ہمارے کندھوں پر ہیں اگر آپ ہمیں حکم دیں گے تو ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور اگر آپ ہمیں دعوت دیں تو ہم دعوت قبول کریں گے اور اگر آپ ہم سے آگے بڑھ گئے تو ہم آپ کو پالیں گے اور ہم آگے بڑھے تو ہم آپ پر نظر رکھیں گے۔

پھر وہ بیٹھ گئے۔ پھر منادی نے نداء کی کہ عبداللہ بن مخمر شرعبی کہاں ہیں۔ پس وہ کھڑے ہوئے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اے امیر المومنین اہل عراق کی اس جماعت کے متعلق آپ فرمان جاری کرنا چاہتے ہیں اگر آپ انہیں سزا دیں تو آپ اس میں مصیب ہیں اور اگر آپ معاف کر دیں تو یقیناً آپ احسان فرمائیں گے پھر منادی نے کھڑے ہو کر ندا کی کہ عبداللہ بن اسد قسری کہاں ہیں پس وہ

کھڑے ہوئے انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا اے امیر المومنین وہ آپ کی رعایا ہیں اور آپ کے زیر تصرف ہیں اور آپ کے زیر اطاعت ہیں اگر آپ انہیں سزا دیں تو یقیناً انہوں نے اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنایا اور اگر آپ معاف کریں تو معاف کرنا تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اے امیر المومنین آپ ہم میں سے کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جو اپنی ذات کی وجہ سے جھگڑا کرنے والا ہے اور رات کو اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور آخرت کے لیے عمل سے سو جانے والا ہے۔ اے امیر المومنین بے شک دنیا کی میخیں اکھڑ چکی ہیں اور اس کے ستون گرنے کے قریب ہیں (اس کے باوجود) دنیا والے دنیا سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان کا وقت مقرر قریب آچکا پھر وہ بیٹھ گئے (راوی کہتے ہیں) کہ میں نے حضرت شرحبیل سے پوچھا (اس کے بعد) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے فیصلہ کیا تو انہوں نے فرمایا ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو زندہ چھوڑا اور جن کو قتل کیا ان میں حجر بن عدی بن ادبر بھی تھے جب حجر بن عدی آگے اس لئے بڑھے کہ ان کی گردن ماری جائے تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیڑیاں نہ اتارنا اور اُس مٹی کو دفن کر دینا جہاں میرا خون پہنچے پس بے شک میں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محشر کے میدان میں ملیں گے۔ ابو الم غیرہ فرماتے ہیں کہ ابن عیاش جب بھی یہ حدیث بیان کرنے لگتے تو بہت زیادہ روتے۔

اس قصہ کی مزید سندیں اور روایتیں دیکھنی ہوں تو تاریخ دمشق ابن عساکر متوفی ۵۷۱ میں حضرت حجر بن عدی کے حالات ملاحظہ کرنا چاہیے (ابن خلدون مقدمہ میں اٹھائیسوی فصل کے آخر میں لکھتے ہیں)

فقد تبين أنّ الخلافة قد وجدت بدون الملك أوّلا ثم التبست

معانیهما واختلطت ثم انفرد الملك حيث افترقت عصبيته من عصبية الخلافة

ترجمہ: پس بے شک اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اولاً بادشاہت کے بغیر خلافت پائی گئی پھر خلافت وملوکیت ایک دوسرے کے ساتھ مل جل گئیں پھر ملوکیت الگ ہوئی جس وقت ملوکیت کا تعلق خلافت کے تعلق سے جدا ہوا۔

تاریخ دمشق میں سند حسن کے ساتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں میمون بن مھران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا۔

أول من جلس على المنبر معاوية واستأذن الناس في القعود، فأذنوا له

ترجمہ: سب سے پہلے منبر پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے اور بیٹھنے میں لوگوں سے اجازت طلب کی تو لوگوں نے اجازت دے دی۔

اسی لیے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو جماعت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رؤساء میں سے ہیں فرماتے ہیں۔

ما رأيت رجلا كان أخلق للملك من معاوية ان كان الناس ليردون منه على أرجاء واد رحب، ولم يكن با لضيق الحصر العُصْعُص المتغضِّب يعني ابن الزبير

ترجمہ: میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ بادشاہت کے لیے موزوں ہو بلاشبہ لوگ آپ کی طرف سے وسیع وادی کے کناروں پر وارد ہوتے (یعنی لوگ اُن سے اپنی ضرورتوں کو بلا دریغ پورا کرتے تھے اور بخیل قلیل البرکت غصیلے نہ تھے۔

(طبقات ابن سعد حضرت امیر معاویہ کے حالات میں اور مصنف عبدالرزاق

جلد ۹ صفحہ ۲۵۶ باب ذکر الحسن علیہ السلام دونوں کی سندیں صحیح ہیں)

یہ لفظ طبقات کے ہیں اور مصنف کے لفظوں میں یر دون کے بعد بِوَادٍ کا اضافہ ہے اور الحصر العصص کے بعد ہے خیال رہے امام محدث عبدالرزاق کا اس قول مبارک کو باب ذکر الحسن میں ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ امام حسن علیہ السلام کا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد کرنا خالی خون ریزی اور فساد سے بچنے کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے استحقاق خلافت کو بھی ملحوظ رکھا گیا تھا پھر اس قول مبارک میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کی تحسین وترجیح بھی مخالفین کے لیے تازیانہ ہے۔

اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ما رأيت أحدا بعد عثمان أقضى بحقٍّ من صاحب هذا الباب يعني معاوية

ترجمہ: میں نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اس دروازے والے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے زیادہ حق کے مطابق فیصلہ کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک اور اھم حوالہ امام اعمش سلیمان بن مھران کوفی تابعی کے سامنے حضرت عمر بن عبدالعزیز ثانی عمر کے عدل کا ذکر چھڑا۔ آپ نے فرمایا اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو کیسا ہوتا کسی نے عرض کی حوصلے میں؟ فرمایا نہیں عدل میں۔ کتاب السنۃ ابوبکر خلال ج ا صفحہ نمبر ۴۴۲ نمبر ۶۶۷ سند مقبول ہے۔

(٦٦٧) - أخبرنا محمد بن علي ، قال : ثنا أبو بكر الأثرم ، قال : حدثنا أحمد بن جواس أبو عاصم الحنفي ، قال : ثنا أبو هريرة المكتب حباب قال : كنا عند الأعمش ؛ فذكروا عمر بن عبد العزيز وعدله ، فقال الأعمش : « فكيف لو أدركتم معاوية ؟ قالوا : يا أبا محمد ، يعني : في حلمه ؟ قال : لا والله ، ألا بل في عدله »(٣) .

اور مشہور امام مجاھد فرماتے ہیں

لو رأيتم معاوية لقلتم : هذا المهدی۔

ترجمہ: اگر تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو ضرور کہتے کہ یہ مہدی ہیں۔ (بحوالہ تاریخ دمشق جلد ۱٦ و سیر اعلام النبلاء و البدایہ والنہایہ)

بالا تقریر و تحریر سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دینی اور سیاسی مسائل کو مشاورت کے ساتھ حل کرنے کے عادی تھے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ استخلاف یزید میں بھی یقیناً مشاورت سے کام لیا تھا اس لئے استخلاف یزید عنید سے پہلے آپ کا ذھن شریف چند صحابہ کرام و اھل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے خلیفہ بنانے کا تھا جیسا کہ تاریخ ابی زرعہ دمشقی اور تاریخ دمشق میں سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں سند صحیح کے ساتھ آیا ہے اور یہ الفاظ تاریخ دمشق کے ہیں۔

عن قبيصة بن جابر ،قال : بعثنی زياد الی المعاوية فی حوائج فلما فرغت منها قلت له : يا امير المؤمنين كلما جئت له فقد فرغت منه، وبقيت لی حاجه أصدرها فی مصادرها ،قال : وما هی ؟ فقد قلت من لهذه بعدك ، فقال: وما أنت منذاك ؟ ولم يا أمير المؤمنين فوالله انی لقريب القرابة عظيم الشرف، ناصح الجيب وادّ الصدر ، فسكت ساعة ثم قال: بين أربعة من بنی عبد

مناف : کریمة قریش سعید بن العاص، وفتی (قریش) حیاء و دهاء و سخاء عبد الله بن عامر، و أما الحسن بن علی فرجل سیّد کریم، و أمّا القاریء لکتاب الله الفقیه فی دین الله، الشدید فی حدود الله فمروان بن الحکم، و اما رجل نفسه فعبد الله بن عمر، وأمّا رجل یرد الشریعة مع دوا هی السباع، و یروغ روغان الثعلب فعبد الله بن الزبیر

یعنی قبیصہ بن جابر فرماتے ہیں مجھے حضرت زیاد نے کسی کام پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کی یا امیر المومنین یہ خلافت آپ کے بعد کس کی ہوگی تو آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ان چند شخصوں میں سے کسی کی ہوگی یا تو کریم قریش سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) یا تو قریش کے حیا زیر کی دانائی اور سخاوت میں جواں مرد عبداللہ بن عامر قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) یا مرد سید و کریم حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا قرآن کا قاری دین کا فقیہ حدود خداوندی میں شدید مروان بن حکم یا مرد فقیہ عبداللہ بن عمر یا انتہائی بہادر حیلہ گر (دین پر کاربند رہنے میں) عبداللہ بن زبیر۔

قارئین کرام: اس صحیح روایت سے سیدنا معاویہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ذہن شریف اور مسئلہ خلافت کے متعلق مستقبل میں اس خیال شریف کا علم ہوتا ہے جو انہوں نے ابتداءً بنایا ہوا تھا اور چونکہ مذکورہ حضرات میں سے کوئی بھی ان کی اولاد میں سے نہیں اور نہ ہی تمام کے تمام ان کے عصبی رشتہ دار ہیں بلکہ مختلف قبائل کے عظماء اور اہل حل وعقد میں سے تھے۔ خصوصاً امام حسن رضی اللہ عنہ۔ اس سے ان کی حسن نیت اور تعظیم اہل بیت اور اجتہاد شریعت اور خیر خواہی امت ایسے احوال کریمہ اور صفات عالیہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور یہ بھی آپ کے مسئلہ

خلافت میں مجتہد ہونے کے دلائل میں سے ایک روشن اور صحیح دلیل ہے لھذا آپ کا اس خیال شریف سے روگردانی کرنا یقیناً کسی شرعی دلیل پر مبنی ہوگا اور وہ شرعی دلیل اتحاد ملت کو قائم رکھنا اور افتراق سے امت کو دور رکھنا تھا جو امت کی اصلاح اور بقاء کی بنیاد ہے اور اسلام کے وقار اور اشاعت کا مقتضی ہے۔ اتحاد ملت کا فقدان اور افتراق امت کی سب سے بڑی نحوست قرآن کی نص کے مطابق بزدل ہو جانا اور امت کی ہوا تک کا مٹ جانا ہے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے استخلاف یزید کے موقع پر اس شرعی دلیل کے موجب و محرک بننے پر بلکہ دیگر ان کے ہم نوا اور موافقین صحابہ کرام اور اھل بیت عظام رضہ اللہ تعالیٰ عنھم کے انکی ہم نوائی اور موافقت کرنے کا محرک اور موجب بننے پر سب سے بڑا اور صحیح ثبوت درج ذیل قول شریف ہے جو ایک جلیل القدر صحابی سے سند صحیح کے ساتھ طبقات ابن سعد اور تاریخ خلیفہ وغیرہ میں موجود ہے صحابی کا نام شریف اُسَیرُ بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے طبقات کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

قال: أخبرنا يحيى بن حمّاد قال: حدّثنا أبو عوانة عن داود بن عبد الله عن حميد بن عبد الرحمن قال: دخلنا على أسير رجل من أصحاب رسول الله ﷺ حين استخلف يزيد بن معاوية، قال: تقولون إن يزيد ليس بخير أمة محمد ولا أفقهها فقهًا ولا أعظمها فيها شرفًا وأنا أقول ذلك ولكن والله لأن تجتمع أمّة محمد ﷺ أحب الى من أن تفرّق، أرأيتكم بابًا لو دخل فيه أمة محمد ﷺ، وسعهم أكان يعجز عن رجل واحد لو دخل فيه؟ قال: قلنا: لا، قال: أرأيتكم لو أن أمّة محمد ﷺ، قال: كلّ رجل منهم لا أهريق دم أخي ولا آخذ ماله أكان هذا يسعهم؟

قال: قلنا: نعم قال: فذلك ما أقول لكم، ثمّ قال رسول الله ﷺ: لا يأتيك من الحياء الا خير۔ قال حميد: فقال صاحبي انّ في قصص لقمان أنّ بعض الحياء ضعف وبعضه وقار لله، قال: ثمّ خرجنا أنا وصاحبي۔

یعنی حُمید بن عبد الرحمن فرماتے ہیں ہم صحابہؑ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک صحابی حضرت اسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے جب یزید خلیفہ بنایا گیا تھا تو انھوں نے فرمایا کیا تم یہ بات کہتے ہو کہ یزید امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا افضل واعلی شخص نہیں نہ تو ان سے بڑا فقیہ ہے اور نہ ہی مرتبہ میں ان سے بڑا ہے ہم نے عرض کی جی ہاں اُس صحابی نے فرمایا میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن واللہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ امت متفق ہو جائے اور تفرقہ سے بچ جائے بتاؤ اگر پوری امت دروازہ سے گزر جائے تو کیا ایک شخص اس دروازہ سے نہیں گزر سکے گا؟ ہم نے کہا کیوں نہیں تو پھر فرمایا بتاؤ اگر ہر ایک شخص یہی کہے کہ میں اپنے بھائی کا خون نہ بہاؤں گا اس کا مال نہیں لوٹوں گا کیا ان کو ایسا کرنے کی گنجائش ہوگی کہ نہیں ہم نے کہا ہوگی فرمایا میں تمہیں یہی کہتا ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے حیا تیرے پاس سوائے خیر کے کچھ نہ لائے گا حمید فرماتے ہیں میرے ساتھی نے کہا لقمان کے قصوں میں آتا ہے بعض حیا کمزوری ہے اور بعض حیا اللہ کی طرف سے وقار حمید فرماتے ہیں اس بات پر شیخ کے ہاتھ کانپنے لگ گئے اور فرمایا تم میرے گھر سے چلے جاؤ تم میرے پاس کیوں آئے (یہ ناراضگی حضور کے فرمان کے مقابلے میں حضرت لقمان کی بات کو پیش کرنے پر تھی)

حمید فرماتے ہیں میں ان کو ٹھنڈا کرتا رہا حتی کہ وہ ٹھنڈے ہو گئے حمید فرماتے ہیں پھر ہم وہاں سے نکل آئے خیال رہے ان صحابی پاک کے والد کا نام راقم

الحروف نے طبقات ابن سعد حضرت اویس قرنی کے حالات سے معلوم کیا ہے ناظرین اس صحیح روایت نے ہم کو جہاں ایک طرف حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کا شرعی عذر اور معقول دینی اور سیاسی سبب بتلایا ہے تو دوسری طرف یہ دو باتیں بھی ظاہر کر رہی ہے

(۱)۔اس وقت یزید فاسق فاجر نہیں تھا اور نہ ہی اسوقت سبب تنازع اور باعث اختلاف اس کا فسق و فجور تھا بلکہ اس کا سبب اس کی بنسبت امت میں بہتر اور افضل لوگوں کے موجود ہوتے ہوے اس کا ولی عہد اور خلیفہ بننا تھا۔

(۲)۔اتحاد امت کا تحفظ اور افتراق ملت کا دفاع ایسا عظیم موجب ومحرک صرف اور صرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش نظر ہی نہیں تھا دیگر صحابہ اور اھل بیت کرام (حضرت عبداللہ بن جعفر طیار برادر زادہ مولا علی اور امام محمد بن حنفیہ جگر گوشہ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے بھی موجود تھا اس سے ان لوگوں کو ہدایت حاصل کرنی چاہئے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض اور نفرت رکھتے ہیں اور طرح طرح کے بے سروپا الزام لگاتے ہیں۔

ولی عہد بنانے پر شرعی دلیل

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے آخری ایام میں بغیر صحابہ کے ساتھ مشاورت کرنے کے خلیفہ اور ولی عہد منتخب فرمانا بطور دلیل کافی ہے اور اس کی معقول وجہ بھی موجود ہے کہ جب ارباب حل وعقد کسی ایک شخص پر اس کے امام اور امیر المومنین ہونے کے لئے مطمئن اور راضی ہو جاتے ہیں اور اپنے دین اور دنیا کے لیے اس پر اعتماد کر چکے ہوتے ہیں تو ولی عہد

بنانے میں بھی اس کو بااعتماد سمجھنا ان کا حق ہے اور اگر بالفرض بعض حضرات خلیفہ کے اس عمل پر راضی نہیں ہوتے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا امام ابونعیم اصفہانی کی کتاب الامامۃ کے صفحہ ۳۲۶ پر یہ مقولہ حکمت مندرج ہے۔

ولو أن امرأ كان أقوم من قدح لو جدت له غامزاً ولن تعدم الحسناء ذامًا۔

یعنی اگر کوئی آدمی تیر سے زیادہ سیدھا ہوتا تو اس پر نکتہ چینی کرنے والا ضرور ہوتا ہے اور حسین چہرہ عیب جو سے محفوظ نہیں ہوتا اسی لیے کہتے ہیں القليل كالمعدوم اور للاكثر حكم الكل اب سابقہ تمام تقریر سے اصل سوال کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یزید کے لیئے بیعت جبراًلی گئی تھی یا اختیاراً اس کا جواب معلوم ہو چکا کہ وہ بیعت ولی عہد اور استخلاف ارباب حل وعقد اور اھل مشاورت کی مشاورت سے حاصل کیا گیا تھا محض جبر واکراہ سے نہیں (قوی اشکال) لیکن یہاں ایک قوی اشکال باقی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔

أن معاوية أخبر أن عبدالله بن عمر، وعبد الرحمن بن أبي بكر، و عبدالله بن الزبير، خرجوا من المدينة عائذين بالكعبة من بيعة يزيد بن معاوية، قال: فلما قدم معاوية مكة تلقاه عبد الله بن زبير بالتنعيم فضاحكه معاوية وسأله عن الاحوال ولم يعرض بشيء من الأمر الذي بلغه، ثم لقي عبدالله بن عمر، و عبد الرحمن بن أبي بكر فتفا وضا معه في أمر يزيد، ثم دعا معاوية ابن الزبير فقال له: هذا صنيعك أنت، استزللت هذين الرجلين وسننت هذا الأمر، وانما أنت ثعلب روّاغ لا

تخرج من جحر الّا دخلت فی آخر۔ فقال ابن الزبیر : لیس بی شقاق ولکن أکرہ أن ابایع رجلین أیکما نطیع بعد أن أعطیکما العہود والمواثیق ؟ فإن کنت مللت الامارۃ فبایع لیزید فنحن نبایعہ معک۔ فقام معاویۃ حین أبوا علیہ۔ فقال: الا ان حدیث الناس ذات عور وقد کان بلغنی عن ہؤلاء الرہط احادیث وجدتہا کذباً وقد سمعوا وأطاعوا ودخلوا فی صلح ما دخلت فیہ الامۃ۔

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تینوں حضرات بیعت یزید سے فرار کرتے ہوئے کعبہ کے پناہ گزین بننے کے لیئے مدینے سے تشریف لے گئے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو ان کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام تنعیم پر استقبال فرمایا اور دونوں حضرات آپس میں گپ شپ لگاتے رہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے احوال کے متعلق پوچھا اور انکار بیعت کا کوئی مسئلہ نہ چھیڑا پھر حضرت عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملے تو ان دونوں نے بیعت یزید پر گفتگو فرمائی پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ یہ سارا تیرا کام ہے تو نے ان دونوں کو پھسلایا ہے اور اس کام کا پیشوا بنا ہے تو ایک حیلہ گر لومڑی ہے جو ایک سوراخ سے نکلتی ہے اور دوسرے میں داخل ہو جاتی ہے اس پر حضرت ابن زبیر نے فرمایا مجھ میں کسی قسم کی مخالفت نہیں لیکن میں دو شخصوں کی بیعت کرنا پسند نہیں کرتا تم دونوں کے ساتھ عہد و میثاق باندھنے کے بعد تم دونوں میں سے کس کی اطاعت

کروں گا بتائیں؟ اگر آپ امارت وخلافت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ تو یزید کی بیعت کر لیں ہم بھی آپکے ساتھ اس کی بیعت کر لیں گے جب ان صاحبوں نے انکار فرمایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ خبردار لوگوں کی بات پُرعیب یعنی غلط ہے ان تین حضرات کی جانب سے مجھے ایسی باتیں پہنچی ہیں جن کو میں نے جھوٹ پایا ہے یہ حضرات سمع وطاعت کر چکے ہیں اور امت جس خیر کی بات میں داخل ہو چکی ہے اس میں یہ بھی شامل ہو چکے ہیں یہ حلیہ کی روایت ہے تاریخ خلیفہ کی روایت اس سے طویل تر اور کئی وضاحتوں پر مشتمل ہے اور سند اس کی اگرچہ ضعیف ہے کہ اس میں نعمان بن راشد راوی صدوق سيئ الحفظ ہے لیکن اس کے ضعف کی وجہ چونکہ کذب وغیرہ نہیں بلکہ ضعف حافظہ ہے اس لیئے وضاحت کے باب میں مقبول ہے۔

حدثنا وهب بن جرير بن حازم قال: حدثني أبي قال: نا النعمان بن راشد عن الزهري عن ذكوان مولى عائشة قال: لما أجمع معاوية أن يبايع لابنه يزيد حج فقدم مكة في نحو من ألف رجل، فلما دنا من المدينة خرج ابن عمر و ابن الزبير و عبد الرحمن بن ابي بكر فلما قدم معاوية المدينة صعد المنبر فحمد الله و أثنى عليه، ثم ذكر ابنه يزيد فقال: من أحق بهذا الأمر منه؟ ثم ارتحل فقدم مكة، فقضى طوافه، ودخل منزله. فبعث الى ابن عمر فتشهد وقال: أما بعد يا ابن عمر فانك قد كنت تحدثني أنك لا تحب أن تبيت ليلة سوداء ليس عليك أمير وإني أحذرك أن تشق عصا المسلمين، وأن تسعى في فساد ذات بينهم فلما سكت، تكلم ابن عمر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: أما

بعد فإنه قد كانت قبلك خلفاء لهم أبناء ليس إبنك بخير من أبنائهم ،فلم يروا فى أبنائهم ما رأيت أنت فى ابنك ،ولكنهم اختاروا للمسلمين حيث عملوا الخيار۔ وأنك تحذرنى أن أشقّ عصا المسلمين ، فاذا اجتمعوا على أمرٍ (۱۲۶ظ) فإنما أنا رجل منهم ، قال : يرحمك الله فخرج ابن عمر و أرسل إلى عبد الرحمن بن أبي بكر فتشهد وأخذ فى الكلام ، فقطع عليه كلامه فقال :إنك والله لوددت أنّا وكلناك فى أمر ابنك إلى الله ، وانا والله لا نفعل ، والله لتردّن هذا الأمر شورى فى المسلمين، أو لنفرنها عليك جذعة ثم وثب فقام ،فقال معاوية : اللهم اكفنيه بما شئت ثم قال: على رسلك أيها الرجل لا تشرفن بأهل الشام فإنى أخاف أن يسبقونى بنفسك حتى أخبر العشية أنك قد بايعت ثم كن بعد على ما بدالك من أمرك ثم أرسل الى ابن الزبير فقال : يابن الزبير انما أنت ثعلب روّاغ، كلما خرج من جحر دخل آخر ، وإنك عمدت إلى هذين الرجلين ، فنفخت فى مناخرهما وحملتهما على غيرٔ اهيما ،فتكلم ابن الزبير فقال :إن كنت قد مللت الامارة فاعتزلها وهلم ابنك فلنبايعه ، أرأيت إذا بايعنا ابنك معك لأيكما نسمع ،لأيكما نطيع ؟لا نجمع البيعة لكما والله أبدًا ثم قام ۔ فراح معاوية فصعد المنبر فحمدا لله وأثنى عليه ثم قال:إنا وجدنا أحاديث الناس ذوات عوار ، زعموا عن ابن عمر و ابن الزبير و ابن أبي بكر الصديق لم يبايعوا يزيد قد سمعوا وأطاعوا وبايعوا له۔

فقال اهل الشام : لا والله لا نرضى حتى يبايعوا على رؤوس الناس، والا ضربنا اعناقهم . فقال : مه سبحان الله ما أسرع الناس إلى قريش بالسوء. لا أسمع هذه المقالة من أحد بعد اليوم ثم نزل فقال الناس : بايع ابن عمر و ابن الزبير و ابن أبي بكر الصديق و يقولون : لا والله ما بايعنا ، ويقول الناس : بلى لقد بايعتم ، وارتحل معاوية فلحق بالشام . و حدثنا وهب قال: حدثني أبي عن أيوب عن نافع قال: خطب معاوية فذكر ابن عمر فقال: والله ليبايعن أو لأ قتلنّه ، فخرج عبدالله بن عبدالله بن عمر إلى أبيه فأخبره وسار إلى مكة ثلاثا، فلما أخبره بكى ابن عمر . فبلغ الخبر عبدالله بن صفوان فدخل على ابن عمر فقال : أخطب هذا بكذا ؟ قال : نعم ، فقال: ما تريد ؟ أتريد قتاله ؟ فقال: يا ابن صفوان الصبر خير من ذلك فقال ابن صفوان : والله لئن أراد ذلك لأقا تلنه . فقدم معاوية مكة ، فنزل ذا طوى، فخرج اليه عبدالله بن صفوان فقال : أنت الذى تزعم أنك تقتل ابن عمر ان لم يبايع لابنك ؟ فقال : أنا أقتل ابن عمر ؟ انى والله لا أقتله.

ترجمہ: ہم سے وہب بن جریر بن حازم نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں نعمان بن راشد نے بیان کیا حضرت زہری وہ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ذکوان سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کا فیصلہ فرمایا کہ ان کے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی جائے تو انہوں نے حج کا قصد فرمایا پس وہ ایک ہزار افراد کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لاتے

پھر جب وہ مدینہ طیبہ کے قریب ہوئے تو عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے رخصت ہو کر مکہ شریف کی طرف چل پڑے پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف پہنچے تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے کہ یزید سے زیادہ کون خلافت کا حقدار ہے پھر وہاں سے کوچ فرما کر مکہ مکرمہ تشریف لائے طوافِ زیارت ادا فرمایا اور اپنے گھر تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیغام بھیجا (جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ مجھ سے یہ بات بیان کیا کرتے تھے کہ آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ ایک تاریک رات اس طرح گزاریں کہ آپ پر کوئی امیر نہ ہو اور میں آپ کو مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے اور ان کے مابین فساد کی کوشش کرنے سے ڈراتا ہوں پس جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلام شروع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا امابعد بے شک آپ سے پہلے ایسے خلفاء گذر چکے جن کے ایسے جلیل القدر بیٹے تھے۔ کہ آپ کا بیٹا ان کے بیٹوں سے بہتر نہیں ہے۔ پس انہوں نے اپنے بیٹوں کے متعلق اس چیز کا خیال نہ فرمایا جو آپ نے اپنے بیٹے کے لیے خیال فرمایا سابقہ خلفاء نے مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ عمدہ لوگوں کو اس کام کے لیے اختیار فرمائیں اور آپ مجھے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے سے ڈراتے ہیں پس جب وہ کسی معاملہ میں اتحاد فرمالیں گے تو میں بھی ان میں سے ایک فرد ہوں گا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے تشریف لے گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیغام بھیجا (جب وہ تشریف لائے) انہوں نے حمد وثناء کے بعد کلام شروع کیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات کاٹی تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قسم آپ پسند کرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کے بیٹے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اللہ عزوجل کی قسم آپ کو یہ معاملہ مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کے مابین پیش کرنا ہوگا۔

پھر وہ فوراً اٹھے اور تشریف لے گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا کی اے اللہ عزوجل تو جیسے چاہے اس کے لیے مجھے کافی ہوگا پھر انہوں نے فرمایا اے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر وتحمل سے کام لو اہل شام کے پاس نہ جانا کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ تمہیں قتل کرنے میں وہ مجھ سے سبقت لے جائیں گے حتیٰ کہ میں عشاء کے وقت لوگوں کو بتاؤں گا کہ تو نے بیعت کر لی ہے پھر اس کے بعد جو مناسب سمجھنا کرنا پھر انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیغام بھیجا (جب وہ تشریف لے آئے) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم ایک حیلہ گر لومڑی ہو جب بھی ایک سوراخ سے نکلتے ہو تو دوسرے میں داخل ہو جاتے ہو بے شک تم نے ہی ان میں دونوں کو سہارا دیا (یعنی بیعت کے معاملہ سے پھسلایا)۔ پھر ان دونوں کی ناک میں پھونکا اور ان کو ان کے نظریہ کے غیر پر ابھارا پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلام شروع فرمایا اور کہا کہ اگر آپ حکومت سے اکتا چکے ہیں تو اس سے الگ ہو جائیں اور اپنے بیٹے کو پیش کریں ہم اس کی بیعت کریں آپ ہمیں بتائیں کہ ہم جب آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے کی بیعت کریں گے تو تم دونوں میں سے ہم کسی کی بات سنیں گے اور کس کی اطاعت کریں اللہ عزوجل کی قسم

ہم کبھی بھی تم دونوں کے لیے بیعت کو جمع نہیں کریں گے پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا کہ ہم نے لوگوں کی باتوں کو پر عیب یعنی غلط پایا انہوں نے عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ گمان کیا کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی حالانکہ ان اصحاب ثلثہ نے بات سن کر اطاعت کی اور یزید کی بیعت کی تو شامیوں نے کہا ہم اسوقت تک راضی نہ ہونگے جب تک وہ لوگوں کے سامنے بیعت نہ کریں ورنہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں گے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از راہ تعجب سبحان اللہ فرمایا اور کہا ٹھہرو کس قدر لوگ قریش کو تکلیف دینے میں جلدی کرتے ہوں آج کے بعد میں کسی سے یہ بات نہ سنوں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے اتر گئے تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کر لی اور یہ حضرات ثلاثہ کہنے لگے اللہ عزوجل کی قسم ہم نے بیعت نہیں کی اور لوگ کہنے لگے کیوں نہیں یقیناً تم نے بیعت کی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوچ فرما کر شام تشریف لے گئے۔ اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ ہم سے وھب نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد نے ایوب سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت نافع سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا تو فرمانے لگے اللہ عزوجل کی قسم وہ ضرور بیعت کرلے گا یا میں اسے قتل کر دوں گا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ اپنے والد کے پاس گئے اور انہیں اس بات کی خبر دی۔

پس جب انہوں نے اپنے باپ کو خبر دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اس سارے معاملہ کی خبر عبداللہ بن صفوان کو پہنچی وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے عرض کی مجھے اس طرح خبر دی گئی ہے آپ نے فرمایا جی ہاں (معاملہ ایسے ہی ہے) انہوں نے عرض کی آپ کا کیا ارادہ ہے کیا آپ ان کے ساتھ جنگ کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن صفوان جنگ سے صبر کرنا جنگ سے بہت بہتر ہے تو ابن صفوان نے کہا اللہ عزوجل کی قسم اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ چاہتے ہیں تو میں ان کیساتھ ضرور جنگ کروں گا پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں وادی ذی طوی میں پہنچے تو عبداللہ بن صفوان ان کے پاس تشریف لائے اور کہا آپ ہی وہ شخص ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیں گے اگر وہ آپ کے بیٹے کی بیعت نہ کریں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازراہ تعجب فرمایا کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروں گا؟ اللہ عزوجل کی قسم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہیں کروں گا۔

بلکہ بیعت یزید کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی دھمکی دینا اور حضرت عبداللہ بن صفوان کا ابن عمر کی حمایت کرنا طبقات ابن سعد میں دو صحیح سندوں کے ساتھ آیا ہے۔ عکس ملاحظہ ہو۔

تلقّاه الناس وتلقّاه عبدالله بن صَفوان فيمن تلقّاه فقال: إيهنْ ما جِئتَنا به، جئتنا لتقتل عبدالله بن عمر! قال: ومَن يقول هذا ومن يقول هذا ومَن يقول هذا؟ ثلاثاً.

قال: أخبرنا إسماعيل بن إبراهيم عن ابن عون عن نافع قال: لما قدمَ معاويةَ المدينةَ حلف على منبر رسول الله، ﷺ، ليقتلنّ ابن عمر. قال فجعل أهلنا يقدمون علينا، وجاء عبدالله بن صَفوان إلى ابن عمر فدخلا بيتاً وكنتُ على باب البيت، فجعل عبدالله بن صفوان يقول: أفتتركُهُ حتى يقتلَك؟ والله لو لم يكن إلّا أنا وأهل بيتي لقاتلتُه دونك. قال فقال ابن عمر: أفلا أصْبرُ في حَرَم الله؟ قال وسمعتُ نَجيّه تلك الليلةَ مرّتين فلمّا دنا معاوية تلقّاه الناس وتلقّاه عبدالله بن صفوان فقال: إيهنْ ما جئتنا به، جئتَ لتقتلَ عبدالله بن عمر! قال: والله لا أقتله.

ترجمہ: فرمایا ہمیں اسماعیل بن ابراھیم نے ابن عون سے اور انہوں نے نافع سے روایت کیا۔ کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ تشریف لائے تو منبر پر حلف اٹھایا کہ میں ابن عمر کو قتل کروں گا۔ تو عبداللہ بن صفوان ابن عمر کے پاس آئے اور ایک کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کی اور میں دروازے پر تھا۔ تو عبداللہ بن صفوان فرمانے لگے کہ آپ کیوں چپ بیٹھے ہیں وہ آپ کو قتل کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اللہ کی قسم اگر کوئی اور نہ ہو تو میں اور میرے اھل آپ کی خاطر لڑیں تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ کیا میں اللہ کے حرم میں صبر نہ کروں؟ تو جب حضرت معاویہ قریب آئے تو لوگوں نے ان کا استقبال کیا حضرت عبداللہ بن صفوان بھی پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا سناؤ ہمارے پاس کیسے آئے کیا ابن عمر کو قتل کرنے آئے؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ان کو قتل نہیں کروں گا۔

ازالۂ اشکال

جہاں تک غلط بیانی کی بات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کے جواب اور کلام سے ایک گونہ اقرار سمجھا جاتا ہے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا مجھے کوئی مخالفت نہیں پھر فرمانا تم خلافت سے دست بردار ہو کر اس کیلئے

بیعت لو ہم حاضر ہیں۔ کیا معنی رکھتا ہے اس سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ بیعت یزید پر وہ ذاتی طور پر کوئی اعتراض نہ رکھتے تھے اگر اعتراض تھا بیک وقت دو بیعتوں کو قائم رکھنے کا تھا اور اس کا جواب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بالکل واضح ہے کہ دونوں بیعتیں مستقل نہیں تھیں جس طرح کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ولی عہد مقرر فرمایا تو دو بیعتیں بیک وقت قائم ہونے اور موجود رہنے کا اعتراض اٹھانا غلط تھا کیونکہ مستقل نہیں تھیں اسی طرح یہ تھیں اور جہاں تک جبر و اکراہ کا تعلق ہے تو اس کا جواب اس روایت میں آپ نے دیکھ لیا کہ اہل شام کے لوگوں کی وہ جماعت جو آپ کے ہم رکاب تھی انہوں نے جبر کرنا چاہا لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں منع فرمایا یہ کہہ کر کہ قریش کے ساتھ بدی کیا معنی؟ میں آج کے بعد ایسی بات ہرگز نہ سنوں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ چونکہ ان حضرات کی کلام سے صریح انکار نہیں بلکہ ایک نوع کا اقرار سمجھا جاتا ہے لھذا آپ نے ان کی طرف سے بیعت کے اقرار کا اعلان فرما دیا اور دونوں اعتراضوں کے جواب میں مزید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مان لیا غلط بیانی کی گئی تھی اور جھوٹ بولا گیا تھا لیکن دیکھنا ہوگا دونوں کا مقتضی و داعی مصلحت تھی یا مفسدت تھی ثانی کا منفی ہونا صحابہ سے یقینی ہے۔ رہی اول یعنی مصلحت تو اُس کا گناہ نا ہونا یقینی ہے (دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی) (ترجمہ: مصلحت کا جھوٹ فتنہ انگیز سچ سے بہتر ہے۔) حکم موضوعہ میں سے ہے بلکہ شرائع مستمرہ متواترہ میں سے ہے لیجئے حضرت مولا علی کی بیعت کیلئے جبر و اکراہ ثابت ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سندوں کے ساتھ آیا ہے کہ حضرت طلحہ و حضرت زبیر نے فرمایا۔ (تلوار کے زور پر ہم سے بیعت لی گئی)

چنانچہ کتاب الامراء رقم ۳۱۲۶۹

ان ربیعة كلمت طلحة فی محمد بن مسلمة فقالت كنا فی نحر العدو حين جاء تنا ببيعتك هذا الرجل، ثم أنت الآن تقاتله؟ أو كما قالوا۔ فقال: انی أدخلت الحش ووضع علی عنقی اللج فقيل بايع والا قتلناك قال: فبايعت عرفت أنها بيعة ضلالة۔ قال التيمی: وقال وليد بن عبد الملك: ان منافقا من منافقی اهل العراق۔ جبلة بن حكيم۔ قال الزبير: فانك قد بايعت فقال الزبير: ان السيف وضع علی عنقی فقيل لی: بايع والا قتلناك، قال: فبايعت

ترجمہ: ربیعہ بی بی نے طلحہ سے محمد بن مسلمہ کے متعلق بات کی اس نے کہا ہم دشمن کے سامنے تھے جس وقت ہمارے پاس تمہارے اس شخص (یعنی مولا علی) کے بیعت کرنے کی خبر پہنچی پھر اب تم اس سے جنگ کرتے ہو پس اس نے کہا مجھے کھجور کے درختوں کے جھنڈ میں داخل کیا گیا اور میری گردن پر تلوار رکھ دی گئی پھر مجھ سے کہا گیا بیعت کرو ورنہ ہم تجھے قتل کر دینگے تو میں نے اس حال میں بیعت کی میں جانتا تھا کہ یہ بیعت بیعت ضلالہ ہے۔ تیمی کہتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک نے کہا کہ اصل عراق کے منافقوں میں سے ایک منافق جبلہ بن وحکیم ہے اس نے حضرت زبیر سے کہا بیشک آپ بیعت کر چکے ہیں حضرت زبیر نے فرمایا کہ میری گردن پر تلوار رکھ کر مجھ سے کہا گیا بیعت کرو ورنہ ہم تمہیں قتل دینگے تو میں نے بیعت کر لی۔

لیکن خیال رہے کہ مولا علی کی بیعت کے لئے یہ جبر واکراہ آپ کے علم واطلاع کے بغیر ان لوگوں کی طرف سے تھا جو سبائی نظریات کے حامل تھے اور مولا علی کی جماعت میں قتل سیدنا عثمان غنی کے بعد شامل ہو گئے تھے کیونکہ سیدنا صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لا حاجة لی فی امر کم انا معکم فمن اختر تم فقد رضیت به

ترجمہ: مجھے تمھارے معاملے میں کوئی حاجت نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں جیسے تم پسند کرو میں اس پر راضی ہوں۔

بلکہ صحیح بخاری کے مطابق حضرت اسامہ بن زید جو کہ رجال کشّی، مجالس المومنین اور تنقیح المقال کے مطابق شیعان علی علیہ السلام سے ہیں اور محبوب رسول خدا ہیں اور حضور کے اھل بیت میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کے والد گرامی زید بن حارثہ حضور کے منہ بولے بیٹے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کی تجہیز و تکفین فرمائی اور قرضے ادا فرمائے۔ جب انہوں نے مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیت المال کا حصہ مانگا تو انہوں نے کچھ نہ دیا محض اس وجہ سے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پریشانی کی وجہ سے بیعت نہ فرمائی اور جمل و صفین میں غیر جانب دار رہے لیکن امام حسن امام حسین اور امام عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم نے بیت المال سے ان کو مال کثیر دیا۔

چنانچہ صحیح بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **للحسن بن علی ان ابنی هذا السید حدیث نمبر ۷۱۱۰**

اخبرنی محمد بن علی أن حرملة مولی أسامة أخبره قال عمرو : وقد رأیت حرملة قال: أرسلنی أسامة الی علی وقال : انه سیسألك الآن فیقول : ما خلّف صاحبك؟ فقیل له: یقول لك لو كنت فی شدق الأسد لأحببت أن أكون معك فیه، لكن هذا أمر لم أره فلم یعطنی شیئا فذهبت الی حسن و حسین و ابن

جعفر فأوقروا لی راحلتی۔

ترجمہ: عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی اور انہیں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حرملہ نے خبر دی۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حرملہ کو دیکھا حرملہ نے فرمایا مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مدینہ سے کوفہ) میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا اور فرمایا بے شک وہ عنقریب تم سے پوچھیں گے اور کہیں گے تمہارے صاحب کو کس چیز نے پیچھے چھوڑا (یعنی وہ میری مدد کرنے کیوں نہیں آیا) اور تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنا وہ اسامہ کہتے ہیں کہ اگر آپ شیر کے منہ میں ہوتے تو میں آپ کے ساتھ وہاں ہونے کو پسند کرتا لیکن یہ (یعنی مسلمانوں کیساتھ جنگ کرنا) ایک ایسا معاملہ ہے جس کو میں جائز نہیں سمجھتا۔ پس انہوں نے مجھے کوئی چیز نہ دی تو میں حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا انہوں نے میرے لیے سواری سامان سے بھر دی۔

تنبیہ: اس صحیح روایت سے چند باتیں نا قابل رد ثابت ہوتی ہیں

(۱)۔ مولا علی کی طرف سے بھی خلافت اور اپنے موقف کی حمایت کے لیئے سخت اور نرم ہر طرح کا رویہ اختیار کیا گیا تھا

(۲)۔ بڑے بڑے اتفاقی محبوبان خدا اور سول جل و علی و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولا علی کی خلافت اور حمایت سے پیچھے رہے اپنے اجتہاد کی وجہ سے مگر ان کی شان محبوبیت اور علو مرتبت میں کچھ فرق نہیں آیا لھذا اس تخلف اور مخالفت کی وجہ سے ان کی یا دوسروں کی تکفیر و تفسیق کرنے والوں کو اپنی سوء عاقبت کی فکر کرنی چاہیے تنقیح المقال والے کو یہ حقیقت لکھنا پڑی

نعم حبّ النبی ﷺ له و تامیره علی الجیش یدلّ علی وثاقثه لعدم تعقل تامیره ﷺ الفاسق علی الجیش و لکن الاشکال فی صدور منافیات من الرجل
یعنی نبی علیہ السلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے محبت فرمانا اور ان کو لشکر کا امیر بنانا ان کے بااعتماد ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ بات غیر معقول ہے کہ وہ کسی فاسق کو لشکر کا امیر بنائیں لیکن منافی اعتماد باتوں کا ان سے صادر ہونا بھی بلا اشکال ہے اھل رفض کا ایسے اشکالات سے نکلنا محال ہے

(۳)۔اھل بیت کا دینی دنیاوی مسائل میں اجتھاد فرمانا اور اس اجتھاد میں کبھی خطا واقع ہو جانا بھی ثابت ہوا کیونکہ ظاہر ہے مولا علی کا حضرت اسامہ کو مال نہ دینا اگر اجتھادی صواب ہے تو آپ کے شہزادوں کا دینا یقینا اجتھادی خطا ہے اور اگر یہ اجتھادی صواب ہے تو وہ اجتھادی خطا ہے لھذا اھل بیت کرام کے متعلق عصمت عن الخطأ الاجتھادی کا نظریہ رکھنا حماقت اور خلاف اھل بیت ہے۔

اطاعت امیر المومنین کے فریضے کی ادائیگی کے پیش نظر رضا مندی سے یزید کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام اور اھل بیت عظام کے اسمائے گرامی بمع ان کے مختصر حالات سن وفات اور حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

خیال رہے حضور غوث پاک میراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد و خلیفہ اور اسماء الرجال کے مشہور امام (الکمال فی اسماء الرجال) کے مصنف امام عبد الغنی مقدسی رضی اللہ عنہ کا ایک فتوی یزید سے متعلق امام حافظ ابن رجب حنبلی نے

الذیل علی طبقات الحنابلہ امام موصوف کے ترجمہ کے آخر میں نقل فرمایا ہے بعینہ الفاظ درج ذیل ہیں۔

وسئل عن يزيد بن معاوية ؟ فأجاب: خلافته صحيحة قال: و قال بعض العلماء: بايعه ستون من أصحاب رسول الله ﷺ منهم ابن عمر۔ وأما محبته: فمن أحبه فلا ينكر عليه، ومن لم يحبه فلا يلزمه ذلك، لأنه ليس من الصحابة الذين صحبوا رسول الله ﷺ فيلتزم محبتهم اكراما لصحبهم وليس ثم أمر يمتاز به عن غيره من خلفاء التابعين، كعبد الملك وبنيه۔ وانما يمنع من التعرض للوقوع فيه، خوفا من السلق الى أبيه، و سدا لباب الفتنه۔

ترجمہ: یزید بن معاویہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا اسکی خلافت درست ہے اور فرمایا بعض علماء نے کہا ہے کہ ساٹھ صحابہ نے اس کی بیعت کی ان میں سے ایک عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اور جہاں تک یزید کے ساتھ محبت کا تعلق ہے جو اس سے محبت کرے اس پر انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو اس سے محبت نہ کرے اس پر کوئی الزام نہیں کیونکہ وہ ان صحابہ میں سے نہیں جنہیں حضور علیہ السلام کی صحبت میسر ہوئی۔ کہ ان کی محبت کا التزام ضروری ہو ان کی صحبت کے اکرام کے پیش نظر اور یہاں کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس کی وجہ سے یزید اپنے علاوہ خلفائے تابعین سے ممتاز ہو سکے جیسا کہ عبدالملک اور اس کے بیٹے اور یزید کے متعلق طعن کے درپے ہونا اس خوف سے منع ہے کہ یہ طعن اس کے والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف زبان درازی کا سبب نہ بنے اور فتنے کے دروازے کو بند کرنے کے لیے۔

اس فتویٰ میں مجال نظر کے ساتھ جو بات ہمیں پیش کرنا مطلوب ہے وہ ہے

امام عبدالغنی مقدسی کے معاصر یا مسابق بعض علماء کا یہ قول کہ ساٹھ صحابہؓ کرام نے یزید کی بیعت کی لیکن ہم بحمداللہ تعالیٰ ۷۵ صحابہ اور اھل بیت عظام مع ضروری تفصیلات پیش کر رہیں ہیں۔ لیکن اجمالا گذارش یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی طرف سے یزید کی ولی عھدی کی بیعت لینے کی تاریخ قول صحیح کے مطابق سن ۵۴ ہجری ہے لھذا جو صحابہ اور اھل بیت اس تاریخ میں زندہ اور موجود تھے انہوں نے لامحالہ یزید کی بیعت کی تھی لھذا ان کی فہرست پیش کی جاتی ہے

صحابی کا نام	مختصر حالات	سن وفات	حوالہ
(۱)۔ جابر بن عبداللہ الانصاری	بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے تھے	سنہ ۷۸ھ	البدایہ والنھایہ
(۲)۔ ابو سعید خدری سعد بن مالک بن سنان انصاری خزرجی خندقی	صحیح سند سے ثابت ہے کہ یوم حرہ کی لڑائی میں شریک ہونے کی بجائے غار میں چھپ گئے تھے	سنہ ۷۴ھ	البدایہ والنھایہ
(۳)۔ ابوایوب انصاری خالد بن زید	قسطنطنیہ یزید کی امارت میں جھاد کرتے ہوئے شہید ہوئے یزید کو تکفین وتدفین کی وصیت فرمائی اور اس نے پوری کی	سنہ ۵۲ھ	صحیح بخاری ا۔ ابواب التھجد۔ باب صلاۃ النوافل جماعۃ حدیث نمبر ۱۱۸۵
(۴)۔ حضرت اسیر بن جابر	ان کی روایت پیچھے گزر چکی ہے	نامعلوم	طبقات ابن سعد، الاستیعاب، اسد الغابہ، تاریخ خلیفہ
(۵)۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص فاتح مصر	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کتابت حدیث کی اجازت ملی تھی	سنہ ۶۵ھ	

(٦)۔نعمان بن بشیر الانصاری	یہ پہلے بچے ہیں جو بعد ھجرت انصار اخیار کے گھر پیدا	سنہ ھ	تاریخ دمشق اور البدایہ والنھایہ وغیرہ
ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گڑتی دی فرمایا محمود سیرت جئے گا شہید ہو کر مرے گا اور جنت میں جائے گا			
(٧)۔ابو واقد لیثی	حدیث ذات انواط کے راوی ہیں	سنہ ٦٩ھ	البدایہ
(٨)۔معبد بن خالد جھنی		سنہ ٧٢ھ	طبقات ۵۳۴
(٩)۔عبداللہ بن عامر	حضرت عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	سنہ ٥٨ھ	البدایہ
نے ان کے منہ شریف میں لعاب مبارک ڈالا تو نگلنے لگ گئے فرمایا انه لمسقی تو جس زمین کو استعمال کرتے پانی نکل آتا			
(١٠)۔شداد بن اوس انصاری خزرجی	حسان بن ثابت رضی اللہ عنھم کے بھتیجے تھے	سنہ ٨٥ھ	تاریخ الذھبی جلد ٢ صفحہ ٨٦
(١١)۔ابو برزہ اسلمی نضلہ بن عبید	امام عالی مقام کے مبارک سر شریف پر چھڑی مارنے سے ابن زیاد کو انہوں نے روکا تھا۔	سنہ ٦٠ھ	تاریخ الذھبی
(١٢)۔معقل بن یسار مزنی	صحابی جلیل شریک بیعت رضوان ہوے درخت	سنہ ٥٩ھ	
رضوان جس کا قرآن میں ذکر ہے اس کی شاخیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے آپ ہی ہٹاتے تھے			
(١٣)۔ابو ھریرہ عبد الرحمن بن صخر		سنہ ٦٠ھ	تاریخ الذھبی
(١٤)۔عقبہ بن عامر جھنی	کاتب و قاریٔ قرآن تھے	سنہ ٥٨ھ	تاریخ الذھبی

(۱۵)۔ صفوان بن المعطل	جنگ مریسیع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک	سنہ ۶۰ھ	بدایہ والنہایہ جلد ۸
ہوے مسئلہ افک میں یہی متہم کئے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت نازل فرمائی			
(۱۶)۔ انس بن مالک انصاری	خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انہوں نے تو حجاج بن یوسف کو بھی مجتھد قرار دیا اگرچہ ثابت نہیں کر پائے	سنہ ۹۳ھ	واقعہ مسائل صالح و تاریخ دمشق حالات نفیع بن حارث ابوبکرہ صحابی صفحہ ۲۱۱
(۱۷)۔ قیس بن سعد انصاری	مولا علی کی خاص فوج شرطۃ الخمیس کے امیر تھے دس سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی	سنہ ۵۹ھ	البدایہ
(۱۸)۔ عبداللہ بن مالک بن القشبہ			
(۱۹) جابر بن عتیک بن قیس ابوعبداللہ الانصاری السلمی	بدری ہیں فتح مکہ کے دن علم بردار انصار تھے	سنہ ۶۱ھ	البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۶۹
(۲۰)۔ حمزہ بن عمرو الاسلمی	فرماتے ہیں ہم ایک اندھیری رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو انگلیاں روشنی	سنہ ۶۱ھ	تاریخ کبیر امام بخاری میں سند جید کے ساتھ
دینے لگ گئیں جس روشنی میں میں نے ساتھیوں کا سامان جمع کیا۔			
(۲۱)۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری حجبی صاحب مفتاح الکعبۃ	یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلوار مارنا چاہا تو آگ کے شعلہ نے ظاہر	سنہ ۶۱ھ	بدایہ جلد ۸ صفحہ ۳۰۰۔۲۹۹
ہو کر روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے شیبہ قریب ہو آپ قریب ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سینہ شریف پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے اللہ اسکو شیطان سے پناہ دے دے آپ فرماتے ہیں جب ہاتھ			

شریف اٹھایا تو آپ کی ذات شریف مجھے ہر چیز حتی کہ میری شنوائی اور بینائی سے محبوب تر ہو گئے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور دشمن سے لڑے حضرت فرماتے ہیں میں دشمن کی طرف بڑھا واللہ میرا باپ بھی میرے سامنے آتا میں اس کو بھی قتل کر دیتا امام ابن کثیر نے لکھا ہمارے وقت تک کعبہ کی چابی بنوشیبہ کے پاس ہی ہے۔

(۲۲)۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ھاشم۔	ھاشمی ہیں مدینہ شریف سے دمشق منتقل ہو گئے تھے اور دنیا سے جاتے وقت یزید بن معاویہ پلید کو اپنے مال و	سنہ ۶۱ھ	

جائیداد وغیرہ کے لیے وصیت کر گئے تھے

(۲۳)۔ الولید بن عقبہ بن ابی معیط حضرت عثمان غنی کے مادری بھائی ہیں۔	امام سیدنا مولا علی وسیدنا معاویہ کے دور میں شہر رقہ میں تشریف لے گئے اور ساری جنگوں میں علیحدہ اور غیر جانب دار رہے۔		
(۲۴)۔ بریدۃ بن الحصیب الاسلمی	سفر ھجرت کے دوران ۸۰ نفر لے کر حاضر خدمت	سنہ ۶۲ھ	البدایہ

ہوئے اور ایمان لائے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے انھیں عشاء کی نماز پڑھائی اور سورۃ مریم شریف کی ابتدائی آیات انھیں تعلیم فرمائیں۔

(۲۵)۔ عمرو بن حزم	ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کا عامل بنایا تھا	سنہ ۶۲ھ	بدایہ صفحہ ۶۰۶
(۲۶)۔ عقبہ بن نافع الفھری	ان کو حضرت معاویہ نے افریقہ کے لشکر کا امیر بنایا تھا	سنہ ۶۲ھ	البدایہ

وہاں کا مشہور شہر قیروان جنگلی درندوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا تھا حضرت نے دعا مانگی تو سب کے سب اپنے بچوں کو اٹھا کر نکل گئے اور حضرت نے اس شہر قیروان کو بسایا لھذا آپ ہی بانی ہیں۔

(۲۷)۔ مسلمہ بن مخلد الانصاری	فتح مصر میں شریک تھے سیدنا معاویہ ویزید پلید کی طرف سے مصر کے امیر لشکر رہے	سنہ ۶۲ھ	البدایہ
(۲۸)۔ نوفل بن معاویہ الدیلی	فتح مکہ وحنین میں شریک ھوئے		
(۲۹)۔ معقل بن سنان اشجعی		سنہ ۶۳ھ	
(۳۰)۔ مسور بن مخرمہ	صحابی صغیر ہیں	سنہ ۶۴ھ	البدایہ
(۳۱)۔ اسید بن ظھیر انصاری	یہ خندقی صحابی ہیں	سنہ ۶۵ھ	
(۳۲)۔ عبداللہ بن مسعدہ فزاری			
(۳۳)۔ جابر بن سمرہ بن جنادہ	باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں	سنہ ۶۹ھ	البدایہ
(۳۴)۔ عاصم بن عمر بن خطاب	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں پیدا ہوئے		
(۳۵)۔ عبدالرحمن بن ابزی خزاعی	مولا علی کی طرف سے خراسان کے والی رہے	سنہ ۷۱ھ	
(۳۶)۔ عبدالرحمن بن عسیلہ مرادی	عبدالملک بن مروان کیساتھ چارپائی پر بیٹھتے تھے علماء صلحاء میں سے تھے	سنہ ۷۱ھ	
(۳۷)۔ عمر بن ابی سلمہ مخزومی مدنی	ربیب النبی علیہ السلام سیدہ ام سلمہ کے پہلے خاوند سے بیٹے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود شریف میں پلے ہیں	سنہ ۷۱ھ	

(۳۸)۔سفینہ مولا رسول اللہ	حضرت اُم سلمہ کے غلام تھے اور انہوں نے اس شرط پر		تاریخ دمشق
آزاد فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کریں گے آل رسول سے خصوصی الفت رکھتے تھے۔ یہی وہ ہیں کہ آکھیا شیر سفینہ تائیں سن راھی راہ جاندے۔			
(۳۹)۔عطیہ بن عروہ سعدی		سنہ ۱ھ	
(۴۰)۔عمرو بن اخطب ابوزید انصاری	ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی اللھم جملہ سو سال کے ہوئے ایک بال سفید نہ ہوا	سنہ ۱ھ	
(۴۱)۔یزید بن الاسود الجرشی	یہ وہی ہیں جن کے وسیلہ سے حضرت معاویہ نے شام میں بارش کی دعا فرمائی	سنہ ۱ھ	
(۴۲)۔براء بن عازب القاری	باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں	سنہ ۲ھ	
(۴۳)۔عبداللہ بن السائب مخزومی	قاریٔ اھل مکہ ہیں	سنہ ۲ھ	
(۴۴)۔عطیہ بن بسر مازنی		سنہ ۲ھ	
(۴۵)۔عبداللہ بن مطیع بن اسود القرشی مدنی	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گڑتی دی اور برکت کی دعا مانگی	سنہ ۳ھ	
(۴۶)۔عوف بن مالک اشجعی	ملک شام میں آپ جلیل القدر صحابہ میں شامل ہیں	سنہ ۳ھ	
(۴۷)۔عبداللہ بن سعد بن جشم انصاری		سنہ ۳ھ	

(۴۸)۔ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی		سنہ ۷۳ھ	
(۴۹)۔ ثابت بن الضحاک انصاری	بیعت رضوان والوں میں سے ہیں	سنہ ۷۳ھ	
(۵۰)۔ ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ سوائی		سنہ ۷۴ھ	
(۵۱)۔ سلمہ بن اکوع انصاری	بیعت رضوانی ہیں فرسان و علماء سے تھے مفتیٔ مدینہ بھی تھے	سنہ ۷۴ھ	
(۵۲)۔ عرباض بن ساریہ سلمی	صحابی جلیل	سنہ ۷۵ھ	
(۵۳)۔ ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر		سنہ ۷۵ھ	
(۵۴)۔ زھیر بن قیس بلوی		سنہ ۷۶ھ	
(۵۵) عیاض بن غنم اشعری	جنگ یرموک میں شریک ہوے		
(۵۶)۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب	جعفر طیار مولا علی کے بھائی کے بیٹے ہیں جلیل القدر	سنہ ۸۰ھ	

صحابی ہیں بنو ھاشم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری صحابی ہیں جنہوں نے ھاشمی صحابہ میں آخر میں وفات پائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ولادت کے بعد عقیقہ کیا پھر دعا فرمائی **اللھم اخلف جعفرا فی اھلہ وبارک لعبداللہ فی صفقتہ** (ترجمہ: اے اللہ عزوجل حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ان کے اہل میں نعم البدل عطا فرما اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے سودے میں برکت عطا فرما۔) انکی امی جی نے عرض کی انکا کچھ نہیں حضہ صلی اللہ علیہ وسلم زف [illegible] **عوضا من ابیھم (احمد فی المسند ابو داود و نسائی و حدیث صحیح)** (ترجمہ: ہم ان کے لیے ان کے باپ کی جگہ ہیں۔)

(۵۷)۔طارق بن شہاب بن عبد شمس احمسی		سنہ ۸۳ھ	
(۵۸)۔عتبہ بن الندر السلمی	صحابی جلیل اھل صفہ سے ہیں	سنہ ۸۴ھ	
(۵۹)۔واثلہ بن الاسقع	اھل صفہ سے ہیں تبوک میں جو صحابہ دمشق میں فوت ہوئے ان میں سے آخری ہیں	سنہ ۸۵ھ	
(۶۰)۔عبداللہ بن ابی اوفی	کوفی صحابی جلیل ہیں	سنہ ۸۶ھ	
(۶۱)۔عبداللہ بن الحارث بن جزء زبیدی	یہ مصر میں مدفون صحابہ میں سے آخری ہیں		
(۶۲)۔عتبہ بن عبدالسلمی	اھل صفہ سے ہیں	سنہ ۸۷ھ	
(۶۳)۔المقدام بن معدی کرب	صحابی جلیل	سنہ ۸۷ھ	
(۶۴)۔ابوامامہ باھلی صدی بن عجلان		سنہ ۸۷ھ	
(۶۵)۔قبیصہ بن ذؤیب مدنی	فتح مکہ کے دن پیدا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیے گئے آپ نے دعافرمائی	سنہ ۸۷ھ	
(۶۶) عبداللہ بن بسر بن ابی بسر مازنی	باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں	سنہ ۸۸ھ	

(٦٧) السائب بن یزید بن سعید بن ثمامہ	سات سال کے تھے ان کے والد گرامی نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرایا	سنہ ۹۱ھ	
(٦٨)۔ سہل بن سعد الساعدی	صحابی مدنی جلیل	سنہ ۹۱ھ	
(٦٩)۔ ابو امامہ اسعد بن سہل بن سعد بن حنیف انصاری مدنی		سنہ ۱۰۰ھ	
(٧٠)۔ عبدالرحمن بن خالد بن الولید	واقعہ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھے		
(٧١)۔ عبداللہ بن حوالہ ازدی	نزیل شام	سنہ ۵۸ھ	تاریخ الذھبی تاریخ ابن عساکر
(٧٢)	علم الانساب میں حضرت صدیق اکبر کے شاگرد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت سن کر مسلمان ہوے۔	مشہور سنہ ۵۸ھ یا سنہ ۵۹ھ غیر مشہور سنہ ۵۰ھ	ابن کثیر
(٧٣) بسر بن ابی ارطاۃ	عثمانی تھے		
(٧٤) ضحاک بن قیس فھری	انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی		
(٧٥)۔ سعد بن اطول	ابن زیاد نے یزید کی وفات کے بعد اھل بصرہ سے بچنے کے لیئے ان کو پناہ کا خط لکھا تھا		طبقات ۲۸۹۸

تنبیہ تتبع اور تلاش سے زیادہ کا بھی امکان ہے

قارئین یہ ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی ہیں جنہوں نے سیدنا معاویہ کی طرف سے استخلاف یزید پر کچھ انکار کیے بغیر ان کے ساتھ اتفاق فرمایا کیا یہ معاذ اللہ بے دین تھے دنیا پرست تھے لالچ یا خوف کے بندے تھے؟ لھذا جو لوگ حضرت معاویہ کے دشمن بنتے ہیں ان کو حضرت معاویہ کے ساتھ ان حضرات کا بھی دشمن بننا پڑے گا اسی لیے ہمارے اھل سنت کے سلف صالحین میں سے جلیل القدر تابعی ثقہ حجۃ عابد حضرت ابو توبہ حلبی تابعی جن کا نام ربیع بن نافع ہے اور بخاری مسلم کے راویوں میں سے ہیں فرماتے ہیں۔ (معاوية ستر لأصحاب النبي ﷺ فاذا كشف الرجل الستر اجترأ على ما وراءه)

(تاریخ دمشق جلد ۵۹ صفحہ ۲۰۹)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے لیے پردہ ہیں جب کوئی شخص پردہ ہٹائے گا جو پردے کے پیچھے ہے اس پر دلیر ہو جائے گا اور اسی میں ہے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

معاوية عندنا محنة، فمن رأيناه ينظر الى معاوية شزرا، اتهمناه على القوم، اعني على أصحاب محمد ﷺ

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے نزدیک آزمائش ہیں جو ان کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھے گا ہم اسے قوم (یعنی دیگر صحابہ کرام علیھم الرضوان) کے متعلق بھی متہم قرار دیں گے

اور اسی میں ہے حضرت امام وکیع بن جراح فرماتے ہیں

معاوية بمنزلة حلقة الباب، من حركه اتهمناه على من فوقه.

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے کی کنڈی کی بہ منزلہ ہیں جو اسے حرکت دے گا ہم اسے ان کے اوپر صحابہ کے متعلق بھی متہم قرار دیں گے۔

اسی میں ہے امام احمد بن حنبل نے فرمایا جب ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کی تنقیص شان کرتا ہے۔

انه لم يجترئ عليهما الا وله خبيئة سوء، ما يبغض أحد أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ الا وله داخلة سوء.

ترجمہ: انہوں نے فرمایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہ جرأت نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو بری خصلت والا ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھنے والا نہیں ہوگا مگر وہی شخص جس کے اندر برائی ہے۔

بیعت یزید سے انکار کرنے والے اکابرین کے انکار کے اسباب اور وجوہات

یہی مسئلہ ہمارے اس رسالے کا مقصود اصلی ہے کیونکہ اسی میں مغالطے سے بچنے سے دامن حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اڑایا جانے والا غبار ہرگز پہنچنے نہیں پائے گا۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ منکرین بیعت چار مقدس شخصیات تھیں۔

(۱)۔ امام عالی مقام علیہ السلام

(۲)۔ امام حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

(۳)۔ امام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۴)۔امام حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

ان حضرات کا انکار بیعت تاریخ کا اتفاقی مسئلہ ہے ایک مقدس شخصیت سیدنا امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیعت سے انکار کرنا اختلافی ہے بعض نے ذکر کیا ہے اور بعض نے ذکر نہیں کیا بلاذری نے انساب الاشراف جلد ۵ صفحہ ۳۰۲ أمر یزید بن معاویہ کے عنوان کے تحت یہ روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی

المدائنی عن عبدالرحمن بن معاویہ قال: قال عامر بن مسعود الجمحی : انا بمكة اذ مرّ بنا بريد ينعى معاويه، فنهضنا الى ابن عباس وهو بمكة و عنده جماعة وقد وضعت المائدة ولم يؤت بالطعام فقلنا له: يا ابا العباس، جاء البريد بموت معاويه فوجم طويلا ثم قال: اللهم أوسع لمعاوية، أما والله ما كان مثل من قبله ولا يأتي بعده مثله، وان ابنه يزيد لمن صالحي أهله فالزموا مجالسكم و أعطوا طاعتكم و بيعتكم، هات طعامك يا غلام، قال: فبينا نحن كذلك اذ جاء رسول خالد بن العاص وهو على مكة يدعوه للبيعة فقال: قل له اقض حاجتك فيما بينك وبين من حضرك فاذا أمسينا جئتك، فرجع الرسول فقال لا بد من حضورك فمضى فبايع۔

اگرچہ اس روایت کی سند میں کلام ہے مگر کذب اور موضوع ہونے سے بعید ہے اور اس کا معارض بھی کوئی موجود نہیں اس کا خلاصہ یہ ہے عامر بن مسعود جمحی کہتے ہیں جس وقت حضرت معاویہ کی وفات کی خبر آئی ہم اس وقت مکہ میں تھے ابن عباس کے پاس گئے ان کے پاس کچھ لوگ موجود تھے دستر خوان بچھا ہوا تھا ابھی کھانا نہیں آیا تھا ہم نے عرض کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو چکے ہیں تو کچھ دیر غم کے ساتھ خاموش ہو گئے پھر فرمایا اے اللہ حضرت امیر معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے لیئے وسعت پیدا فرما خبردار معاویہ پہلوں جیسے نہیں تھے اور پچھلے ان جیسے نہیں ہونگے اور ان کا بیٹا یزید ان کے صالحین اھل میں سے ہے لھذا اپنی جگہوں پر رہنا اور اس کی اطاعت اور بیعت کرنا پھر غلام سے فرمایا کھانا لاؤ اتنے میں خالد بن عاص حاکم مکہ کا ایلچی آیا یزید کی بیعت کی طرف بلانے کے لیئے آپ نے اسے فرمایا خالد سے کہو حاضرین سے بیعت لے لے شام کو میں آجاؤں گا ایلچی چلا گیا یہ کہہ کر کہ آپ کا آنا ضروری ہے آپ تشریف لے گئے اور بیعت کر لی۔ اس روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے یزید کو صالح سمجھا اور بلانکیر اس کی بیعت کی لیکن البدایہ والنھایہ میں بغیر سند کے حضرت ابن عباس کو منکرین بیعت میں شمار کیا تو ممکن ہے کہ آپ نے ابتداً ان وجوہات کے پیش نظر انکار فرمایا ہو جو آگے مذکور ہونگی بہر حال ان کے انکار بیعت کا سبب یزید کا فسق وفجور ہو ایسی کوئی بات نہیں

انکار بیعت کے اسباب کا خلاصہ

(۱)۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت اور خلافت کا بلاضرورت بعض کے نزدیک جائز نہ ہونا اور خلاف سنت موروثہ ہونا اسی لئے اھل سنت کے نزدیک جو ترتیب خلافت ہے وہی ترتیب فضیلت ہے۔

(۲)۔ اپنی اولاد میں خلافت منتقل کرنا طریقۂ خلفاء نہیں تھا۔

(۳)۔ نوعمر ناتجربہ کار لڑکے کا حاکم بننا۔

(۴)۔ بیک وقت دو شخصوں کی بیعت کرنا۔

(۵)۔ اپنے اجتھاد کے مطابق استحقاق خلافت سیدنا معاویہ کا ہی سرے سے قائل نہ ہونا بوجہ مولا علی کی اجتھادی مخالفت کرنے کے مثلاً۔

امام عالی مقام علیہ السلام کے انکار کا سبب

اس سے پہلے یہاں یہ گذارش کرنا ضروری ہے کہ بعض مؤرخین کے مطابق جن میں سر فہرست جو قابل ذکر ہیں وہ ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق ہیں امام عالی مقام اس لشکر کے مجاھدین میں شامل تھے جس لشکر کا امیر یزید کو بنایا گیا تھا چنانچہ تاریخ مذکور جلد ۱۴ صفحہ نمبر ۱۱۱ پر موجود ہے

وتوجہ غازیا الی القسطنطینیۃ فی الجیش الذی کان امیرہ یزید بن معاویۃ

ترجمہ: اور آپ جہاد کرتے ہوئے قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوئے اس لشکر میں جس کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔

البدایہ والنہایہ میں قصۃ الحسین بن علی وسبب خروجہ من مکۃ کے عنوان کے تحت ہے

وقد کان فی الجیش الذی غزوا القسطنطینیۃ مع یزید بن معاویۃ فی سنۃ احدی وخمسین

ترجمہ: اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس لشکر میں تھے جنہوں نے قسطنطنیہ کے خلاف جہاد کیا یزید بن معاویہ کے ساتھ اکاون 51 ہجری میں۔

ایک شبہ کا ازالہ

شبہ یہ ہے: مدینہ قیصر کی جنگ کی امارت اور سپہ سالاری یزید کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ حضرت عبد الرحمن بن خالد بن ولید یا حضرت فضالہ بن عبید صحابیٔ رسول یا سفیان بن عوف ازدی یا مالک بن ھبیرہ کو حاصل ہوئی ہے اور سیدنا ابوایوب زید بن عامر انصاری عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن عمر عبد اللہ بن زبیر امام حسین سلام اللہ

تعالیٰ علیھم جیسے اکابرین یزید کی امارت میں شریک جنگ نہیں ہوئے جیسا کہ تاریخ طبری میں ہے کہ وہ شریک ہوئے بلکہ انہی حضرات میں سے کسی کے عھد امارت میں تشریف لے گئے ہیں حضرت عبدالرحمن یا سیدنا فضالہ بن عبید کا ذکر شریف صحیح حدیث میں آیا ہے چنانچہ ابوداؤد شریف کتاب الجہاد باب فی قولہ عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ میں سند صحیح کے ساتھ حضرت اسلم ابوعمران سے روایت ہے

غزونا من المدينة نريد القسطنطينية وعلى الجماعة عبدالرحمن بن خالد بن الوليد والروم ملصقو ظهورهم بحائط المدينة فحمل رجل على العدو فقال الناس مه مه لا اله الا الله يلقى بيديه الى التهلكة فقال ابو ايوب: انما انزلت هذه الآية فينا معشر الانصار لما نصر الله نبيه ﷺ واظهر الاسلام قلنا هلم نقيم فى اموالنا و نصلحها فانزل الله عزوجل و أنفقوا فى سبيل الله ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة فالالقاء بايدينا الى التهلكة ان نقيم فى اموالنا و نصلحها و ندع الجهاد قال ابو عمران فلم يزل ابو ايوب يجاهد فى سبيل الله عزوجل حتى دفن بالقسطنطينية

ترجمہ: اسلم ابوعمران فرماتے ہیں مدینہ شریف سے ہم لوگ چلے قسطنطنیہ کی جنگ کے ارادے کے ساتھ اور امیر جماعت عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے رومی لوگ اپنے شہر کی دیوار کے ساتھ اپنی پیٹھیں جوڑے ہوئے تھے ہم میں سے ایک شخص نے دشمن پر حملہ کر دیا تو ہمارے لوگوں نے کہا بس بس لا الہ الا اللہ اپنے ہاتھوں خود کو ھلاکت میں ڈال رھا ہے تو ابو ایوب نے فرمایا یہ آیت تو ہم انصاریوں کے متعلق ہی نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور اسلام کو

غالب فرمایا تو ہم نے کہا آؤ ہم اپنے مال جائیداد میں رہیں اور اس کی اصلاح کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اتارا اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو تو ہلاکت میں ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ ہم مال اور جائیداد کے پیچھے پڑے رہیں اور جہاد چھوڑ دیں ابوعمران فرماتے ہیں پھر ابوایوب ہمیشہ قسطنطنیہ کا جہاد فرماتے رہے یہاں تک کے قسطنطنیہ میں دفن ہوئے اور ترمذی شریف کتاب التفسیر باب تفسیر آیت مذکورہ کے تحت سند صحیح کے ساتھ یہی روایت اسطرح ہے

عن اسلم ابی عمران التجیبی قال کنا بمدینۃ الروم فاخرجوا الینا صفا عظیما من الروم فخرج الیھم من المسلمین مثلھم او اکثر وعلی اھل مصر عقبۃ بن عامر و علی الجماعۃ فضالۃ بن عبید الی آخر الحدیث بتغیر یسیر

یعنی اسلم ابوعمران تجیبی فرماتے ہیں ہم مدینہ روم میں تھے تو رومیوں نے بہت بڑی قطار ہمارے ساتھ لڑنے کے لیئے نکالی تو انکی طرف مسلمانوں کے لشکر سے اتنے ہی یا ان سے زیادہ مجاہدین لڑنے کے لیئے آگے ہوئے اور اھل مصر دستہ کے امیر عقبہ بن عامر تھے اور امیر جماعت فضالۃ بن عبید تھے اور تفسیر طبری میں اس قصہ کی دو روایتیں آئی ہیں پہلی میں

وعلی اھل مصر عقبۃ بن عامر وعلی الجماعۃ عبدالرحمن بن خالد بن الولید

اور دوسری روایت میں ہے

وعلی اھل مصر عقبۃ بن عامر الجھنی صاحب رسول اللہ ﷺ وعلی اھل الشام فضالۃ بن عبید صاحب رسول اللہ ﷺ

یعنی پہلی روایت میں ہے اہل مصر کے امیر عقبہ بن عامر تھے اور امیر جماعت عبدالرحمن اور دوسری روایت میں ہے اہل مصر کے امیر عقبہ بن عامر صحابئ رسول تھے اور اہل شام کے امیر فضالہ بن عبید صحابئ رسول تھے اور ان دونوں روایتوں کی سندیں بھی بالکل صحیح ہیں طبری کی ان دو روایتوں سے ابی داؤد وترمذی کی دو روایتوں کا تعارض دور ہو جاتا ہے کیونکہ ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اہل مصر کے دستۂ مجاھدین پر امیر حضرت عقبہ بن عامر جھنی صحابی تھے اور اھل شام کے مبارک دستہ پر امیر حضرت فَضالہ بن عُبید صحابی تھے اور سب کے سپہ سالار اور امیر جماعت حضرت عبدالرحمن بن خالد تھے ان تمام روایات حدیثیہ سے دو امر بالکل واضح ہوتے ہیں۔

(۱)۔ یزید کا امیر جیش نہ ہونا۔

(۲)۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان اکابرین کے لشکر میں شامل ہو کر جانا۔

مذکورہ شبہ کا ازالہ

کتب تاریخ کی اتفاقی تصریحات اور صاف صحیح روایات اور کتب حدیث کے اشارات اس امر میں قطعاً موجود ہیں کہ مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر مسلمانوں کی طرف سے متعدد جنگی حملے کئے گئے تھے چنانچہ تاریخ ابی زرعۃ دمشقی ھم عصر امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ میں صحیح سند کے ساتھ آیا ہے کہ فقط حضرت سیدنا امیر المؤمنین معاویہ علیہ السلام کے دور خلافت میں سولہ حملے کئے گئے تھے۔

قال سعید بن عبد العزیز فاغزا معاویۃ الصوائف و شتاھم بارض الروم ست عشرۃ صائفۃ تصیف بھا و تشتو ثم تقفل و تدخل معقبتھا

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سردیوں اور گرمیوں میں سرزمین روم پر سولہ حملے کرائے ایک جماعت گرمیوں میں ان پر حملہ آور ہوتی اور ایک سردیوں میں پھر وہ لڑنے والی جماعت کو واپس بلاتے اور ان کے پیچھے دوسری جماعت کو بھیج دیتے۔

تاریخ طبری کے مطابق سب سے پہلا حملہ حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی امارت میں ۴۴ھ میں ہوا اور اس حملے میں حضرت ابوایوب انصاری کی شرکت کا ذکر ابوداؤد، ترمذی، طبری تفسیر کی صحیح روایات کے حوالے سے گذر چکا ہے اور آپ کا یزید کی امارت میں قسطنطنیہ کی جنگ لڑتے ہوئے شہید ہو جانا کتب تاریخ واسماء الرجال کا تو اتفاقی مسئلہ ہے ہی عجیب اور حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ صحیح بخاری شریف میں بھی اس کا صریح ذکر موجود ھے چنانچہ کتاب التھجد کے آخری باب سے پہلے باب کی حدیث نمبر دو میں یہ لفظ موجود ہیں۔

قال محمود بن ربیع فحدثتھا قوماً فیھم ابو ایوب صاحب رسول اللہ ﷺ فی غزوته التی توفی فیھا ویزید بن معاویة علیھم بارض الروم

ترجمہ: محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات اس قوم کے سامنے بیان کی جن میں ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی موجود تھے اس غزوہ میں جس میں آپ کا وصال ہوا۔ جبکہ یزید بن معاویہ ان کا امیر تھا سرزمین روم میں۔

اور اسی طرح شرح اعتقاد اھل السنة والجماعة امام لالکائی متوفی ۴۱۸ھ حدیث نمبر ۲۷۹۱۔ نمبر ۱۹۷۳ اور البیان والتحصیل ج ۱۰ صفحہ ۳۷۷ امام ابن رشد الجدّ مالکی متوفی ۵۲۰ھ میں امام مالک علیہ الرحمۃ سے منقول ھے۔ مزید

تفصیل قصہ کے ساتھ اسی طرح الحجہ فی بیان المحجہ وشرح عقیدۃ اھل السنۃ مصنفہ معاصر غوث اعظم امام حافظ قوام السنۃ اسماعیل الاصبھانی متوفی ۵۳۵ھ جزودوم صفحہ ۳۹۲ پر ہے

قال وأخبرنا هبة الله، قال: أخبرنا محمد بن الحسين الفارسي أخبرنا احمد بن سعيد حدثنا أحمد حدثنا محمد بن يحيى حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الزهري عن محمود بن الربيع ان ابا ايوب رضي الله عنه كان يغزو مع يزيد بن معاوية

ترجمہ: محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن معاویہ کے ساتھ ملکر جہاد کرتے رہے ہیں۔

بلکہ خود مصنف عبدالرزاق جلد ۴ حدیث نمبر ۱۰۳۳۶ پر یہی روایت ان لفظوں کے ساتھ موجود ہے۔

ان ابا ايوب الانصاري غزا مع يزيد بن معاوية
الغزوة التي مات فيها

ترجمہ: بے شک ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن معاویہ کے ساتھ ملکر وہ جنگ لڑی جس میں آپ کا وصال ہوا

بلکہ اسی عبدالرزاق میں حدیث نمبر ۱۰۳۳۷ شرط شیخین کی سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری کا یزید کو اپنے متعلق وصیت فرمانا بھی آیا ہے

كان ابو ايوب الانصاري يغزو مع يزيد بن معاوية فمرض وهو معه، فدخل عليه يزيد يعوده، فقال له: حاجتك؟ قال: اذا انا مت فسر بي في ارض العدو ما استطعت، ثم ادفني، قال فلما مات سار به حتى أوغل في ارض الرومي يوما او بعض يوم ثم نزل فدفنه

ترجمہ: ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن معاویہ کے ساتھ ملکر جہاد کرتے رہے پھر آپ بیمار ہو گئے دران حالیکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے ساتھ تھے تو یزید بن معاویہ ان کے پاس عیادت کرنے کے لیے آیا تو اس نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کیا آپ کی کوئی حاجت ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب میرا وصال ہو جائے تو تم مجھے دشمن کی سرزمین میں لیکر جانا جہاں تک ممکن ہو پھر مجھے دفن کر دینا راوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو یزید ان کو لیکر چلا حتیٰ کہ روم کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔ ایک دن یا ایک دن کے کچھ حصے کی مسافت پر پھر وہاں اتر کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کیا۔

بلکہ طبقات ابن سعد ابو ایوب انصاری کے حالات میں اس کے متعلق دو روایتیں آئی ہیں جن میں سے پہلی روایت کی سند علی شرط الشیخین ہے

دونوں روایتوں کا عکس ملاحظہ ہو

أخبرنا إسماعيل بن إبراهيم الأسديّ عن أيوب عن محمد قال: شهد أبو أيوب بدراً ثمّ لم يتخلّف عن غزاة للمسلمين إلا هو في أخرى إلا عاماً واحداً فإنه استعمل على الجيش رجلٌ شابٌ فقعد ذلك العام، فجعل بعد ذاك العام يتلهّف ويقول: ما عليّ من استُعمل عليّ، وما عليّ من استُعمل عليّ، وما عليّ من استُعمل عليّ، قال فمرض وعلى الجيش يزيد بن معاوية فأتاه يعوده فقال: حاجتك، قال: نعم حاجتي إذا أنا مِتّ فاركَبْ بي ثمّ سُغْ بي في أرض العدوّ ما وجدت مَساغاً، فإذا لم تجد مساغاً فادفنّي ثمّ ارجِعْ. فلمّا مات ركب به ثمّ سار به في أرض العدوّ وما وجد مساغاً ثم دفنه ثمّ رجع. قال وكان أبو أيوب، رحمة الله عليه، يقول: قال الله تعالى ﴿انْفِروا خِفافاً وثِقالاً﴾ [التوبة: ٤١]، لا أجدني إلاّ خفيفاً وثقيلاً.

ترجمہ: یعنی محمد بن سیرین فرماتے ہیں ابو ایوب جنگ بدر میں حاضر ہوئے پھر کسی جنگ سے پیچھے نہیں رہے مگر ایک سال پیچھے رہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دستے

کے امیر ایک نوجوان شخص تھے پھر اس سال کے بعد افسوس فرماتے اور یہ کہتے کے نوجوان ہو مجھے نقصان نہیں تین بار فرمایا پھر ایک غزوے میں بیمار ہوئے اس کے لشکر کا امیر یزید تھا یزید حضرت کی تیمار داری کے لئے آیا اور کہا جناب کی کوئی حاجت ہو تو بتائیں آپ نے فرمایا جب میں مروں مجھے سواری پر لے جانا پھر جہاں تک دشمن کے علاقے میں آگے جانے کا امکان ہو وہاں لے جانا اور دفن کر دینا چنانچہ یزید نے ایسا ہی کیا الی آخرہ

أخبرنا عمرو بن عاصم قال: أخبرنا همّام عن عاصم بن بَهْدَلَة عن رجل من أهل مكّة أن أبا أيوب قال ليزيد بن معاوية حين دخل عليه: أقرِىء النّاسَ منّي السلامَ ولينطلقوا بي فليبعدوا ما استطاعوا. قال فحدّث يزيد الناس بما قال أبو أيوب فاستسلم الناس فانطلقوا بجنازته ما استطاعوا.

ترجمہ: یعنی ایک مکی شخص بیان کرتے ہیں کہ ابوایوب انصاری نے یزید بن معاویہ سے فرمایا لوگوں سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ مجھے جتنا دور لیجا سکتے ہو لیجائیں پھر یزید نے یہ حکم سنایا تو لوگوں نے اس کو تسلیم کیا اور جنازہ شریف جہاں تک لیجا سکتے تھے لے گئے

اب جب سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امارت یزید میں ہونا پھر اس کو بوقت وفات چند وصیتیں فرمانا ایک نا قابل انکار حقیقت ہے تو اسکا انکار کرنے کی بجائے روایات میں تطبیق اور موافقت ثابت کرنا علمی فریضہ ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ ناچیز غفرلہ نے یہ فریضہ اس طرح ادا کیا ہے کہ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالی شان کو سن کر حملہ آوروں کے پہلے دستے میں تشریف لے گئے اور اس دستہ کی امارت جیسا کہ پہلے تحقیق بما لا مزید کے ساتھ گذر چکا ہے سیدنا عبدالرحمن بن خالد کے ہاتھ میں تھی پھر کیونکہ حضرت معاویہ نے اپنے دور خلافت میں گرمیوں سردیوں میں وہاں ایک دستے کا موجود رہنا

ضروری کیا ھوا تھا اور حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ قسطنطنیہ کی بہت زیادہ فضیلت کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے اسی جنگ میں شہادت کی پوری تمنا رکھتے تھے لھذا آپ نے پہلے دستے میں شریک ہو کر تشریف لے جانے کے بعد واپس ہونے کی نہیں سوچی بلکہ وہیں قیام پذیر ہو گئے اور ہر دستے کی معیت میں شریک قتال و جہاد رہے یہ سلسلہ کئی سالوں تک چلتا رہا حتی کہ جب وقت شہادت قریب آیا ا اور یزید امیر بن کر وھاں پہنچ چکا تھا اور تاریخ طبری کے بیان کے مطابق جیسے گذرا سیدنا عبداللہ بن عمر سیدنا عبداللہ بن عباس سیدنا عبداللہ بن زبیر اور تاریخ دمشق اور البدایہ والنھایہ کے مطابق امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی اس کے ہم رکاب تھے تو آپ نے اس کو وصیت فرمائی جس کو اس نے ذوق وشوق کے ساتھ پورا کیا اور بوجہ امیر ہونے کے آپ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور ہمارے دعوی پر

دلیل نمبر ا: یہ ہے کہ استمرار جہاد قسطنطنیہ حدیث اور تاریخ کا نا قابل تردید مسئلہ ہے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی کی دونوں حدیثوں میں یہ صاف لفظوں میں دیکھ چکے ہیں کے حضرت ابو ایوب انصاری حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی امارت میں مدینہ شریف سے جنگ قسطنطنیہ کے لیئے جب تشریف لے گئے تو وہاں ہمیشہ جہاد کرتے رہے حتی کہ وہیں دفن ہوئے یہ انکی شرکت کے استمرار پر واضح دلیل ہے اور رہی تاریخ تو سولہ حملوں کا ذکر تاریخ ابو زرعہ کے حوالے سے سابقا گذر چکا ہے۔

دلیل نمبر ۲: بخاری کی پیش کردہ روایت میں یہ الفاظ **فی غزوته التی توفی فیھا** یعنی اس جنگ میں آپکی وفات واقع ہوئی صاف بتا رہے ہیں کہ شہر قسطنطنیہ کے متعدد غزوات میں شریک رہے اور یزید کی امارت والے غزوے میں

وفات پائی۔

دلیل نمبر ۳: امام عینی کا یہ بیان ہے وتوفی ابو ایوب فی مدة الحصار لهذا شبہ جڑ سے ہی ختم ہو گیا اور خیال رہے کہ عمدة القادری میں یہ لکھا ہے

الاظهر ان هؤلاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان بن عوف هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلاً ان يكون هؤلاء السادات فی خدمته (عُمدة القاری کتاب الجهاد باب ما قيل فی قتال الروم)

یعنی اظہر یہ بات ہے کہ اکابر حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو ایوب انصاری جنگ قسطنطنیہ میں سفیان بن عوف کی زیر امارت تھے کیونکہ یزید اس کا اھل ہی نہیں کہ یہ اکابرین اس کی خدمت میں ہوں

یہ بات امام عینی کی جذباتی اور فرطِ غضب کے حال کی ہے جس کی تصدیق کرنا کسی جذباتی غیر محقق بندے کا ہی کام ہو سکتا ہے حق وہی ہے جو ہماری طرف سے گذر چکا ہے۔

دلیل نمبر ۴: ان ابا ایوب الانصاری مات فی غزاة یزید بن معاویة القسطنطينية (تاریخ ابوزرعہ دمشقی) ج ۲ ص ۶۹۰ نمبر ۲۱۱۸

بلکہ ترمذی شریف کتاب الفتن باب ما جاء فی علامات خروج الدجال حدیث نمبر ۲۲۳۹ میں ہے۔

والقسطنطينية قد فتحت فی زمان بعض اصحاب النبی ﷺ

یعنی محمود بن ربیع فرماتے ہیں قسطنطنیہ بعض صحابہ کے دور خلافت میں فتح ہوا

اور کتاب الاغانی ج ۲۴ ص ۱۶۳ اخبار ابی العیال کے عنوان کے تحت اور تاریخ

ابن عساکر ابوالعیال کے تذکرہ میں ج ۶۷ صفحہ ۱۲۵ ہے کہ قسطنطنیہ یزید کی امارت میں فتح ہوا۔

كان عبد بن زهرة غزا الروم فى ايام معاوية وقال ابو عمرو خاصة: مع يزيد بن معاوية فى غزاته التى اغزاه ابوه اياها فأصيب فى تلك الغزاة جماعة من المسلمين من رؤسائهم وحماتهم، كانت شوكة الروم شديدة، قتل فيها عبد العزيز بن زرارة الكلابى، وعبد بن زهرة الهذلى و خلق من المسلمين، ثم فتح الله عليهم

ترجمہ: عبد بن زہرہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں روم کیساتھ جنگ کی۔ اور ابوعمرو فرماتے ہیں یزید بن معاویہ کیساتھ ملکر اس کے اس لشکر میں جو اسکے والد (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیار کیا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو مصائب برداشت کرنے پڑے کیونکہ روم کی طاقت بہت زیادہ تھی۔ زرارہ کلابی اور عبد بن زہرہ اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل کی گئی پھر اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح دی۔

ایک اعتراض کا جواب

اگر کوئی کہے کہ کامل فی التاریخ ۴۹ھ کے حالات کے شروع میں ایک طویل روایت ہے جس کے اندر آیا ہے کہ یزید سفیان بن عوف کی امارت میں گیا تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی ام کلثوم تھی دیر مرّان کے مقام پر ثقیل ہو کر بیٹھ گیا اور یہ اشعار پڑھے۔

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم　بالفرقدونة من حمی و من موم
اذا اتکأت علی الانماط مرتفقا　بدیر مران عندی ام کلثوم

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی تو فرمایا۔

لیلحقن بسفیان فی ارض الروم لیصیبه ما اصاب الناس

یعنی آپ نے قسم کھائی اسکو سفیان کے ساتھ شامل ہونا پڑے گا تا کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین میں لوگوں کو تکلیف پہنچے گی اس کو بھی پہنچے گی اور یزید کے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی جس کا اضافہ کیا تھا یزید کے باپ نے اور اس لشکر میں ابن عباس ابن عمر اور ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری وغیرھم تھے۔ اور عبد العزیز بن زرارۃ کلابی بھی تھے آخر روایت تک تو اس کے لیئے جوابا گذارش یہ ہے کہ اس روایت کو امام طبرانی نے بواسطہ ابوزرعہ دمشقی ابو مسھر عبد الاعلی بن مسھر غسانی دمشقی متوفی ۲۱۸ سنہ بعمر ۷۸ کمافی التقریب سے روایت کیا جیسا کہ معجم البلدان دیر مران کے ذکر میں ہے اور اس کے اندر ایک تو سفیان بن عوف کی امارت کا ذکر نہیں بلکہ یزید کی امارت کا اشارہ ملتا ہے کیونکہ اس میں ہے حضرت معاویہ نے فرمایا لا جرم

لیلحقن بهم لیصیبه ما اصابهم والا خلعته

ترجمہ: ضرور اس کو (یعنی یزید کو) لوگوں کے ساتھ شامل ہونا پڑے گا تا کہ جو تکلیف لوگوں کو پہنچتی ہے اسکو بھی پہنچے گی ورنہ میں اسکو امارت سے علیحدہ کردوں گا۔

یہ لفظ خلعتہ (جس کا معنی ہے میں اس کو امارت سے علیحدہ کردوں گا) صاف اشارہ ہے اور دوسرا ان اکابرین صحابہ کا ذکر نہیں اور تیسرا انقطاع ہے جس سے دونوں روایتوں میں تعارض ظاہر ہے اور الاغانی جلد ۱۷ اب صفحہ ۲۱۱ بعنوان خبر لیزید بن معاویہ ابوعبیدہ معمر بن مثنی معتزلی سے اسی طرح بانقطاع موجود ہے

کیونکہ معمر نے قصہ نہیں پایا اس کی وفات ۲۰۸ھ کو اور عمر سو سال ہوئی جیسا کہ تقریب میں ہے اور یہ واقعہ ۴۹ کا ہے اور مزید یہ کہ معمر معتزلی ہے اور اسکا مذھب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت کا انکار ہے جیسا کہ مقالات الاسلامیین میں امام اشعری نے لکھا ہے اور نیز ان دونوں روایتوں کا تعارض بھی آپ نے دیکھا لھذا اور دیگر کتب تاریخ ان کی حیثیت بخاری شریف کی روایت کے سامنے کیا ہے۔

اب ہم بطور نتیجہ اپنے دعوی پر دلیل قائم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر بوقت استخلاف یزید زانی شرابی ہوتا جیسا کہ مشہور ہے تو ایسے اکابرین صحابہ اسکی امارت میں جنت کے امیدوار بن کر اسکے ھم رکاب کبھی نہ چلتے خصوصاً امام عالی مقام علیہ السلام۔

اس ابتدائی گذارش کو ذھن نشین کر لینے کے بعد اب امام عالی مقام کے بیعت یزید سے انکار کرنے کے اسباب بیان کرنے کی طرف لوٹتے ہیں تو اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ ممکن ہے کہ انکے انکار کے لیئے پانچوں سبب جمع ہوں لیکن یہاں ان کو ذکر کیا جاتا ہے جن کا روایت میں صراحتاً یا اشارتاً نشان ملتا ہے اور وہ ہے نمبر (۳) اور نمبر (۵) چنانچہ نمبر (۳) کا ذکر طبقات ابن سعد کے اس سیاق میں ہے جس کو انہوں نے ایسی مختلف روایات سے جمع کر کے پیش کیا ہے جن میں صدق و کذب اور صحیح و ضعیف کو گڈ مڈ کر دیا گیا ہے اور تمیز انتہائی مشکل ہوگئی ہے کیونکہ اس میں محمد بن عمر واقدی (متروک) اور ابو مخنف لوط بن یحی غامدی (تالف ھالک) کی روایتیں بھی شامل ہیں اور عبارت یہ ہے۔

ووثب الحسین فخرج وخرج معه ابن الزبیر وھو یقول: ھو یزید الذی نعرف، واللہ ما حدث له عزم ولا مروءة.

(طبقات ابن سعد جلد ۶ صفحہ ۴۲۴ ممن اسلم بعد الفتح)

ترجمہ: اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے اٹھ کر باہر تشریف لائے اور ان کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نکلے یہ کہتے ہوئے کہ یہ اس میں پختگی اور مروّت نہیں ہے۔

۳۴۔ اور ان دونوں نے فرمایا یہ وہ یزید ہے جسے ہم پہچانتے ہیں اس میں پختگی اور مروت نہیں ہے۔

اور اسی طبقات سے البدایہ میں صفۃ مخرج الحسین الی العراق کے باب کے تحت یہ لفظ ہیں۔

وقالا ھو یزید الذی نعرف، واللہ ما حدث لہ عزم ولا مروءۃ

ترجمہ: اور ان دونوں نے فرمایا یہ وہ یزید ہے جسے ہم پہچانتے ہیں اس میں پختگی اور مروت نہیں ہے۔

اس سبب کے لیئے محض مذکورہ ضعیف روایت پر اعتماد کرنا نہ سمجھا جائے بلکہ وہ احادیث صحیحہ جن میں نوعمر لڑکوں کی حکومت کی مذمت آئی ہے اور اس کو ہلاکت امت کا سبب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **ھلاک امتی علی یدی اغیلمۃ سفھاء** حدیث نمبر ۷۰۵۸

قال ابو ھریرۃ سمعت الصادق المصدوق یقول ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے صادق مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔

اور جیسا کہ فتح الباری میں بحوالہ علی بن معبد اور ابن ابی شیبہ حضرت ابو ہریرہ

سے مرفوعا روایت ہے

اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان قالوا وما امارۃ الصبیان قال : ان اطعتموھم ھلکتم وان عصیتموھم اھلکوکم

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں بچوں کی امارت سے صحابہ کرام علیھم الرضوان نے کہا بچوں کی امارت کیا تو انہوں نے فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے۔

ان احادیث کے پیش نظر حضرت ابو ہریرہ جیسے بازار میں چلتے ہوئے یہ دعا مانگتے تھے۔

اللھم لا تدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان

(فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: اے اللہ عزوجل سن ساٹھ ہجری اور بچوں کی حکومت مجھے نہ پائے۔

وہ احادیث صحیحہ اس کی تقویت کے لیئے ملحوظ رکھی گئی ہیں۔

اور پانچویں نمبر کا ثبوت طبقات ابن سعد کی درج ذیل صحیح روایت میں موجود ہے

قال : أخبرنا عبداللہ بن بکر بن حبیب السھمی، قال، حدثنا حاتم بن أبی صغیرۃ، عن عمرو بن دینار : أن معاویۃ کان یعلم أن الحسن کان أکرہ الناس للفتنۃ، فلما توفی علی بعث الی الحسن فأصلح الذی بینہ و بینہ سرّا وأعطاہ معاویۃ عھدًا ان حدث بہ حدث والحسن حیّ لیسمینہ ولیجعلن ھذا الأمر الیہ، فلما توثق منہ الحسن، قال ابن جعفر :واللہ انی لجالس عند الحسن اذ اخذت لاقوم فجذب بثوبی وقال اقعد یا ھناہ اجلس۔

فجلست قال انى قد رأيت رأيا وأحب أن تتا بعنى عليه قال: قلت: ما هو؟ قد رأيت أن أعمد الى المدينة فأنزلها وأخلى بين معاوية وبين هذا الحديث. فقد طالت الفتنة و سقطت فيها الدماء، وقطعت فيها الأرحام و قطعت السبل و عطلت الفروج (يعنى الثغور) فقال ابن جعفر: جزاك الله عن أمة محمد خيراً فأنا معك على هذا الحديث فقال الحسن: ادع لى الحسين، فبعث الى حسين فأتاه فقال: أى أخى انى قد رأيت رأيا وانى أحب أن تتابعنى عليه. قال: ما هو؟ قال: فقص عليه الذى قال لابن جعفر. قال الحسين: اعيذك بالله أن تكذب عليا فى قبره و تصدق معاوية. فقال الحسن: والله ما أردت أمرا قط الا خالفتنى الى غيره. والله لقد هممت ان أقذفك فى بيت فأطينه عليك حتى أقضى امرى قال: فلما رأى الحسين غضبه قال: أنت أكبر ولد على وأنت خليفته وأمرنا لأمرك تبع فافعل ما بدالك فقام الحسن فقال: يا ايها الناس! انى كنت اكره الناس لأول هذا الحديث وأنا أصلحت آخره لذى حق أديت اليه حقه أحق به منى، أو حق جدت به لصلاح أمة محمد ﷺ وان الله قد ولاك يا معاوية هذا الحديث لخير يعلمه عندك. أو لشرّ يعلمه فيك (وان ادرى لعلّه فتنة لكم ومتع الى حين) (سورة الانبياء: ۱۱۱) ثم نزل۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فتنہ کو انتہائی ناپسند کرتے ہیں تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت

معاویہ نے حضرت حسن کی طرف پوشیدگی میں پیغام صلح بھیجا اور ان سے وعدہ کیا کہ ان کو اگر کوئی حادثہ پیش آجائے گا (موت) اور حضرت حسن زندہ ہونگے تو وہ انہیں نامزد کریں گے اور یہ خلافت ان کے سپرد کریں گے جب امام حسن نے حضرت معاویہ سے یہ عہد پختہ کرلیا تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار فرماتے ہیں کہ میں حضرت حسن کے پاس بیٹھا تھا تو میں اٹھنے لگا تو حضرت حسن نے میرا کپڑا کھینچا اور فرمایا بیٹھو بیٹھو تو میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا میں نے ایک رائے سوچی ہے اور میں چاہتا ہوں کے آپ بھی اس کے پیچھے چلیں تو میں نے عرض کی کہ وہ کیا رائے ہے؟ فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں مدینہ شریف چلا جاؤں اور وہاں قیام پذیر ہو جاؤں اور خلافت کا معاملہ حضرت معاویہ کے سپرد کردوں کیونکہ کافی معاملہ بڑھ چکا ہے اور خون ریزی بہت ہوئی ہے اور قطع رحمی ہو رہی ہے اور راستوں پر ڈاکے پڑ رہیں ہیں اور سرحدیں خالی پڑی ہیں تو حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ اے حسن اللہ تعالیٰ آپ کو امت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بہترین جزاء عطاء فرمائے میں اس معاملے میں آپ کے ساتھ ہوں تو امام حسن نے فرمایا اب حضرت حسین کو بلاؤ تو جب حضرت حسین تشریف لائے تو حضرت امام حسن نے فرمایا کہ اے میرے بھائی میں نے ایک رائے سوچی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس کے پیچھے چلیں حضرت حسین نے پوچھا کہ وہ کیا رائے ہے؟ تو امام حسن نے وہ رائے پیش کی عبداللہ بن جعفر کو پیش کر چکے تھے اس پر امام حسین نے فرمایا کہ میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ آپ قبر میں علی کی تکذیب کریں اور معاویہ کی تصدیق کریں اس پر امام حسن نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے جب بھی کسی کام کا ارادہ کیا آپ نے میری مخالفت ہی کی ہے اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کے آپکو کسی کمرہ میں ڈال کر اسے گارے کے ساتھ بند کردوں اور اپنا فیصلہ پورا کرلوں جب

حضرت امام حسین نے دیکھا کہ آپ ناراض ہو رہے ہیں تو آپ نے عرض کی آپ بڑے بھائی ہیں اور ابا جان کے خلیفہ ہیں ہم آپ کے تابع ہیں آپ جو چاہیں کریں تو حضرت امام حسن کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا میں خلافت کو شروع سے پسند نہیں کرتا تھا اور اب اسکی میں نے بہتری اور اصلاح کر دی ہے حق والے کو حق دے کر دیا جو میری نسبت زیادہ حقارت ہے یہ میرا حق تھا لیکن امت محمدیہ کی بہتری کے لیئے میں نے دوسرے کو دے دیا اے معاویہ یہ خلافت یا تو اللہ تعالیٰ نے اس خیر کی وجہ سے عطاء فرمائی ہے جسکو وہ جانتا ہے کہ تیرے اندر موجود ہے یا اس شر کی وجہ سے جسے وہ جانتا ہے کہ تیرے اندر پایا جاتا ہے (تیری خیر اور شر کے امتحان کے لیئے اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ شاید یہ تمہارے لیئے آزمائش اور ایک وقت تک کی لیئے برتنا ہے۔ اور مخفی نہیں کہ جب امام عالی مقام امام اعلی مقام علیھما السلام کی برہمی اور ناراضگی کے بعد سیدنا معاویہ کی خلافت پر کچھ راضی ہوئے تو آپ کے بیٹے یزید کی خلافت پر کیسے راضی ہو سکتے تھے۔ خیال رہے کہ طبقات ابن سعد کا وہ طویل سیاق اور قصہ جس کا اشارۃً ذکر گزر چکا ہے اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے جو یہ الفاظ پائے جاتے ہیں کہ فرمایا امید ہے کہ میرے بھائی کو اللہ تعالیٰ ظالمین کے ساتھ جہاد نہ کرنے کی نیت کا صواب دے گا اور مجھے جہاد ظالمین کی نیت کا اجر دے گا اور نیز فرمایا میں تیرے ساتھ جنگ کرنے اور تیرے خلاف چلنے کا ارادہ تو نہیں رکھتا مگر تیرے ساتھ جہاد نہ کرنے کا عذر بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی نہیں سمجھتا تیری حکومت سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں سمجھتا اس کی عربی عبارت یہ ہے۔

قال: وقدم المسيب بن نجبة الفزاری و عدة معه الى الحسين بعد وفاة الحسن فدعوه الى خلع معاوية، وقالوا: قد علمنا رأيك

ورأى أخيك فقال: انى أرجو أن يعطى الله أخى على نيته فى حبه الكف، وان يعطينى على نيتى فى حبى جهاد الظالمين. فكتب معاوية الى الحسين: ان من أعطى الله صفقة يمينه وعهده لجدير با لوفاء، وقد أنبئت أن قوما من أهل الكوفه قد دعوك الى الشقاق، واهل العراق من قد جربت، قد أفسدوا على أبيك وأخيك، فاتّق الله، واذكرالميثاق، فانك متى تكدنى أكدك. فكتب اليه الحسين: أتانى كتابك وأنا بغيرالذى بلغك عنى جدير، والحسنات لا يهدى لها الا الله، وما أردت لك محاربة ولا عليك خلافا وما أظن لى عندالله عذرا فى ترك جهادك، ولا اعلم فتنة اعظم من ولايتك أمر هذالأمة. فقال معاوية: ان اثرنا بأبى عبدالله الا أسدا.

ترجمہ: راوی فرماتے ہیں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد مسیب بن نجبہ فرازی اوران کے ساتھ کچھ افراد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اورانہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کودعوت دی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوخلافت سے الگ کرنے کی اورانہوں نے کہا بے شک ہم آپ کی اورآپ کے بھائی کی رائے کوجانتے ہیں۔توامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل میرے بھائی کواسکی نیت کے مطابق جنگ روکنے کوپسند فرمانے کیوجہ سے ثواب عطافرمائے گا اور مجھے میری نیت کے مطابق (یعنی ظالموں کے ساتھ جہاد بند کرنے پر) ثواب عطافرمائے گا۔ پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو خط لکھا بے شک وہ شخص جو اللہ عزوجل کے ساتھ عہد کر چکا ہے اپنا دایاں ہاتھ دے کر اسکے لائق ہے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرے اور مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ اھل کوفہ کے بعض افراد نے آپ کو مخالفت کی دعوت دی ہے اور اھل عراق وہ لوگ ہیں جو بارہا آزمائے جا چکے ہیں انہوں نے آپ کے والد ماجد اور بھائی کیساتھ بے وفائی کی سنو آپ اللہ عزوجل سے ڈریں اور عہد کو یاد کریں پس بے شک جب آپ میرے خلاف کوئی بدبیر کریں گے تو میں بھی آپ کے خلاف کوئی تدبیر کروں گا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا (جسکا عنوان یہ تھا) میرے پاس آپ کا خط آیا اور میں اس چیز کے غیر سے زیادہ لائق ہوں جو آپکو میری طرف سے پہنچی اور نیکیوں کی طرف ہدایت اللہ عزوجل ہی فرماتا ہے میں آپکے ساتھ جنگ کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کی مخالفت کرتا ہوں اور میں اپنے لیے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنے لیے آپ کے خلاف جہاد کو چھوڑنے میں کوئی عذر نہیں پاتا اور اس امت کے معاملہ میں آپ کی حکومت سے بڑا کوئی فتنہ خیال نہیں کرتا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے ابو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شر کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔

تو اس کے لیئے اتنا گذارش ہے کہ ایسی واھیات واقدی اور ابو مخنف کی کذب بیانیاں ہیں جن کا صدق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کا جھوٹ ہونا ان کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے محض تھوڑے سے تامل کی ضرورت ہے۔

فائدہ جلیلہ در ردِّ رفض

اس صحیح روایت میں یہ جو لفظ آئے ہیں مجھ سے زیادہ خلافت کے حق دار کا حق یا میرا حق۔ اس کی تقویت وتائید طبقات ابن سعد کی اس دوسری روایت سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہے۔ اور یہی روایت مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر (۳۱۳۴۱) بطریق مجالد اور سنن سعید بن منصور اور اس سے دلائل النبوہ بھیقی بطریق مذکور اور المعرفۃ والتاریخ امام فسوی ج ۳ صفحہ نمبر ۱۲-۴۱۱ بطریق مجالد مذکور

قال: أخبرنا سعيد بن منصور، قال حدثنا هشيم، قال: أخبرنا مجالد، عن الشعبى، قال: لما سلم الحسن بن على الأمر لمعاوية، قال: له أخطب الناس قال: فحمد الله و أثناه ثم قال: ان اكيس الكيس التّقى، وان احمق الحمق الفجور، وان هذا الأمر الذى أختلف فيه أنا و معاوية اما حق كان احق به منى فتركته التماس الصلاح لهذالأمة و اماحق كان لى { وَإن أدرى لَعَلّه فِتنة لكم ومتاع إلى حين (سورة الانبياء: ۱۱۱)

ترجمہ: حضرت امام شعبی فرماتے ہیں جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہسے فرمایا آپ لوگوں کو خطاب فرمائیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا بے شک سب سے بڑی سمجھ داری تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق وفجور ہے۔ اور بے شک وہ معاملہ جس میں میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باہمی اختلاف ہوا

یا تو وہ ایسا حق ہے جس کے وہ میری نسبت زیادہ حق دار ہیں اور یا میرا حق تھا جس کو میں نے اس امت کی درستگی کو مد نظر رکھتے ہوئے چھوڑ دیا اور اس کے بعد آپ نے درج ذیل آیت تلاوت فرمائی۔

وَإن أدری لَعَلّه فِتنة لکم و متاع إلی حین

اور میں نہیں جانتا شاید تمہارے لیے یہ آزمائش ہو یا ایک وقت تک کیلئے برتنا۔

اب ان دونوں روایتوں میں روافض کا رد اسطرح ہے کہ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ امامت اور خلافت کا حق صرف اور صرف اھل بیت کرام کے بارہ اماموں کو ہی ہے اور ان کی امامت اور خلافت کے فرض ہونے کا اعتقاد رکھنا پوری امت پر فرض ہے اسی بنا پر وہ جملہ صحابہ کرام کو معاذ اللہ کفار اور فساق کہتے ہیں اور اس نظریہ کا بانی عبداللہ بن سباء یہودی ہے جو خود شیعہ مذہب میں بھی مرتد اور کافر ہے چنانچہ رجال کشی اور تنقیح المقال میں یہ صاف الفاظ موجود ہیں۔

ذکر اهل العلم ان عبدالله بن سباء کان یهودیا فاسلم ووالی علیا وکان یقول وهو علی یهودیته فی یوشع بن نون وصی موسی علی نبینا وآله وعلیهما السلام بالغلو فقال فی اسلامه بعد وفات رسول الله ﷺ فی علی مثل ذلك وکان اول من شهر بالقول بفرض امامة علی واظهر البرأة من اعدائه وکاشف مخالفیه وکفرهم فمن هنا قال من خالف الشیعة ان اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیهود الی غیر ذلك من الاخبار۔

یعنی ہمارے شیعوں کے اھل علم نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن سباء یہودی تھا پھر اسلام لایا مولا علی سے موالات اور محبت کی اور وہ غلو کی وجہ سے کہتا تھا کہ وہ یوشع

بن نون وصی موسیٰ علی نبینا وآلہ و علیہما السلام پھر اپنے اسلام کے دور میں حضور ﷺ کی وفات کے بعد مولا علی کے متعلق بھی وہی نظریہ پیش کیا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے امامت علی کی فرضیت کے قول کو مشہور کیا اور آپ کے (بزعم خویش) دشمنوں سے براءت کا اظہار کیا آپ کے مخالفین کا انکشاف کیا (یعنی اپنی مرضی سے) اور انکو کافر قرار دیا لھذا اسی وجہ سے شیعوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ شیعہ اور رافضیوں کے مذھب کی بنیاد (یعنی امامت علی کی فرضیت) یہودیوں سے حاصل کی گئی ہے (شیعوں کی معتبر ترین کتاب تنقیح المقال فی علم الرجال مصنف عبداللہ مامقانی مطبوعہ دار المجتبیٰ اصفہان ایران صفحہ نمبر ۱۸۴)

جبکہ طبقات ابن سعد کی ان دو روایتوں میں سیدنا امام اعلیٰ مقام حسن سلام اللہ علیہ صاف فرما رہے ہیں کہ خلافت کا حق معاویہ کا مجھ سے زیادہ ہو سکتا ہے جس کا مطلب ہے خلافت کا حق دونوں رکھتے ہیں تو شیعوں کے اھل علم کا اپنے مخالفین کی اس بات کہ اصل تشیع اور رفض ماخوذ من الیہود ہے کا رد نہ کرنا اور اس کو برقرار رکھنا بالکل برحق ہے اور اھل بیت کرام کا مذھب وہی ہے جو اھل سنت کا ہے۔

رجوع امام بھی فسق یزید کے سبب انکار بیعت ہونے کے منافی ہے

اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام شیعہ متقدمین محققین اور ان کے جملہ مؤرخین اور اھل سنت کے تمام مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ سفر کربلا میں رجوع کا قصد فرمایا اور پھر کربلا شریف میں پہنچ کر انکار بیعت کے موقف سے رجوع فرمالیا چنانچہ اھل تشیع کی کتابیں جن میں اس سے رجوع فرمانے کا ذکر موجود ہے ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں

(۱)۔المقتل ابومخنف (۲)الارشاد شیخ مفید

(۳)۔تنزیہ الانبیاء شریف مرتضیٰ (۴)۔تلخیص الشافی شیخ الطائفہ طوسی

(۵)۔تاریخ روضۃ الصفا (۶)منتھی الآمال عباس قمی

(۷)۔بحارالانوار باقر مجلسی (۸)اعیان الشیعہ سید امین

(۹)۔مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی

اور اھل سنت کی تاریخی کتابوں میں سے چند کے یہ نام ہیں

(۱)۔طبقات ابن سعد (۲)۔صحیح تاریخ الطبری

(۳)۔تاریخ ابن عساکر (۴)۔تاریخ الاسلام امام ذھبی

(۵)۔سیر اعلام النبلاء امام ذھبی (۶)۔البدایہ والنھایہ امام ابن کثیر

(۷)۔الکامل امام ابن اثیر (۸)۔المنتظم امام ابن الجوزی

(۹)۔تھذیب الکمال امام مزی (۱۰)۔تھذیب التھذیب امام عسقلانی

(۱۱)۔مسالک الابصار امام ابن فضل اللہ العمری

(۱۲)۔النکت علی شرح العقائد امام برھان بقاعی

اھل سنت کی عبارت صحیح تاریخ الطبری کے الفاظ کے ساتھ

فانطلق یسیر نحو طریق الشام نحو یزید، فلقیته الخیول بکربلاء، فنزل یناشدھم الله والاسلام، قال: وکان بعث الیه عمر بن سعد و شمر بن ذی الجوشن و حصین بن تمیم، فناشدھم الحسین الله والاسلام أن یسیروہ الی أمیر المؤمنین، فیضع یدہ فی یدہ، فقالوا: لا، الا علی حکم ابن زیاد،

ترجمہ: پس امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی طرف (یعنی یزید کی طرف) چلے تو انہیں کربلا میں کچھ گھوڑ اسوار ملے تو آپ اتر کر ان کو اللہ عزوجل اور اسلام کا واسطہ دینے لگے۔

راوی فرماتے ہیں کہ ان گھوڑسواروں کو آپ کی طرف عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن تمیم نے بھیجا تھا پس امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اللہ عزوجل اور اسلام کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ آپ کو امیر المومنین (یعنی یزید) کے پاس لے جائیں تا کہ آپ اپنا ہاتھ اسکے ہاتھ پر رکھ دیں تو انہوں نے کہا نہیں مگر آپکو ابن زیاد کی اطاعت کرنی ہوگی یعنی اسکے ہاتھ پر بیعت کرنی ہوگی۔

اھل تشیع کی عبارت الارشاد کے الفاظ کے ساتھ

أما بعد فان الله قد اطفأ النائرۃ وجمع الکلمة و اصلح أمر الأمة ھذا حسین قد اعطانی عھدا أن یرجع الی المکان الذی أتی منه أو أن یسیر الی ثغر من الثغور فیکون رجلا من المسلمین له ما لھم و و علیه ما علیھم أو أن یأتی أمیر المؤمنین یزید فیضع یدہ فیرٰی فیمابینه و بینه رأیه وفی ھذا لکم رضی وللأمة صلاح

ترجمہ: حمد و صلوۃ کے بعد بے شک اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا اور امت کو اتحاد بخشا اور امت کے معاملہ کی اصلاح فرمائی یہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے مجھ سے عہد کیا ہے یا تو وہ اس جگہ کی طرف چلے جائیں گے جہاں سے آئے ہیں (یعنی مدینہ کی طرف) یا سرحدوں میں سے کسی طرف چلے جائیں گے اور دیگر مسلمانوں کی طرح جو حقوق ان کے ہیں ان کے ہونگے اور جو دیگر مسلمانوں پر لازم ہے ان پر لازم ہوگا یا امیر المومنین یزید کی طرف جانے کیلئے تیار ہیں کہ اپنا ہاتھ رکھ دیں (یعنی بیعت کیلئے تیار ہیں) پھر وہ اپنے اور یزید کے مابین جو ہوا اس میں یزید کی رائے کو دیکھیں گے اس پر تم راضی ہو اور امت کی بھی درستگی و خیر خواہی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

شیعہ اور اہل سنت کی بعض تاریخوں میں یہ آیا ہے کہ عقبہ بن سمعان نامی شخص امام کے قافلے کے ساتھ تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک امام حسین کے ساتھ سفر کیا اور آپ کے قتل تک آپ کے ساتھ رہا آپ نے کہیں بھی ایسا نہیں کہا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ رکھتا ہوں یعنی بیعت کرتا ہوں اور نہ ہی یہ کہا کہ مجھے کسی سرحد کی طرف جانے دو بلکہ اتنا ہی کہا کہ مجھے خدا کی زمین میں جانے دو تا کہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ لوگوں کا رجحان کس طرف ہے اور کیا اتفاق کرتے ہیں

اس شبہ کا ازالہ بچند وجوہ ہے

(ا)۔ اہل سنت کے نزدیک عقبہ بن سمعان مجہول شخص ہے اس کا اسماء الرجال کی کتابوں میں کہیں ذکر نہیں ملتا اور اس پر مستزاد یہ کہ اس روایت کو نقل کرنے والا ابو

مخنف ہے جو اھل سنت کے علمائے رجال کے نزدیک (تالف ھالک) ہے بلکہ بعض کے نزدیک کذاب ہے اور اھل تشیع کے نزدیک اس شخص نے دیگر سب راویوں کی مخالفت کی ہے لھذا اشاذ منکر ہونے کی وجہ سے مردود ہے چنانچہ ابو مخنف نے المقتل میں پھر اس سے تاریخ الطبری میں ہے کہ مجالد بن سعید اور صقعب بن زھیر ازدی وغیرہ محدثین کی جماعت نے مشہور تین باتوں میں سے کسی کو اختیار کرنے کا ذکر کیا اور صرف عقبہ بن سمعان نے ان کی مخالفت کی ہے

من ذلك شيئاً ولا علموه (قال أبو مخنف) وأما ما حدثنا به المجالد بن سعيد و الصقعب ابن زهير الأزدي وغيرهما من المحدثين فهو ما عليه جماعة المحدثين قالوا إنه قال اختاروا مني خصالا ثلاثا إما أن أرجع إلى المكان الذي أقبلت منه وإما أن أضع يدي في يد يزيد ابن معاوية فيرى فيما بيني وبينه رأيه وإما أن تسيروني إلى أي ثغر من ثغور المسلمين شئتم فأكون رجلا من أهله لي ما لهم وعلي ما عليهم (قال أبو مخنف) فأما عبد الرحمن ابن جندب فحدثني عن عقبة ابن سمعان قال صحبت حسينا فخرجت معه من المدينة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفارقه حتى قتل وليس من مخاطبته الناس كلمة بالمدينة ولا بمكة ولا في الطريق ولا بالعراق ولا في عسكر إلى يوم مقتله إلا وقد سمعتها ألا والله ما أعطاهم ما يتذاكر الناس وما يزعمون من أن يضع يده في يد يزيد بن معاوية ولا أن يسيروه إلى ثغر من ثغور المسلمين ولكنه قال دعوني فلأذهب في هذه الأرض العريضة حتى ننظر ما يصير أمر الناس (قال أبو مخنف)

ترجمہ: ابو مخنف نے کہا اور وہ جو ہم سے مجالد بن سعید صقعب بن زھیر ازدی اور انکے علاوہ محدثین نے بیان کیا کہ یہی وہ بات ہے۔ جس پر محدثین کی جماعت کا اتفاق ہے بے شک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھ سے تین باتوں میں سے ایک کا انتخاب کرلو یا تو میں اسی جگہ کی طرف لوٹ جاؤں جہاں سے آیا یا اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دے دیتا ہوں پس وہ میرے اور اپنے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرے یا تو مجھے مسلمانوں کی سرحدوں میں سے جس سرحد کی طرف لے جاؤ بس میں بھی مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں جو حقوق کسی عام مسلمان

کے ہونگے وہ میرے بھی ہونگے اور جو بات کسی عام پر لازم ہوگی مجھ پر بھی لازم ہوگی ابو مخنف نے کہا عقبہ بن سمعان سے روایت کرتے ہوئے۔

وہ کہتا ہے کہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا بس میں ان کے ساتھ مدینہ طیبہ سے مکہ طیبہ کی طرف گیا اور مکہ شریف سے عراق کی طرف گیا اور میں ان سے جدا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور انہوں نے لوگوں سے نہ مکہ شریف میں نہ مدینہ طیبہ میں نہ ہی راستہ میں نہ عراق میں اور نہ ہی اپنے لشکر میں اپنے قتل کیے جانے تک کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا مگر میں نے اسکو سنا سنو اللہ عزوجل کی قسم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدیوں کو کوئی چیز نہ دی لوگ آپس میں جس کا ذکر کرتے ہیں اور جس کے لوگ دعوے دار ہیں (کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا) وہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے یہ کہا کہ ان کو مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف لے جاؤ لیکن انہوں نے یہ فرمایا مجھے چھوڑ دو کہ میں اس کشادہ زمین سے چلا جاؤں حتی کہ ہم دیکھیں لوگ کیا معاملہ کرتے ہیں۔

(۲)۔ یہ روایت اھل تشیع کی اختراع اور جھوٹ ہے جو درج ذیل دیگر وجوہ کو پڑھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصد صرف اور صرف اس حقیقت کو چھپانا ہے کہ امام پاک نے آخر میں دینی تقاضے کے مطابق بیعت یزید کو تسلیم کر لیا تھا

(۳)۔ یہ شخص اتنا مضبوط رفیق سفر ہونے کے باوجود کربلا میں امام پاک پر قربان کیوں نہیں ہوا اور کیسے بچ گیا

(۴)۔ اس جھوٹ گھڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ سب تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ امام صاحب نے حضرت ابن عباس کو فرمایا تھا کہ مجھے ان لوگوں نے ہر صورت میں قتل کرنا ہے (یعنی میرے بیعت نہ کرنے کی صورت میں) اور میں

نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے حرم شریف کی بے حرمتی ہو اور ظاہر ہے کہ بچنے کی صورت بیعت یزید کو تسلیم کرنے کے سوا کچھ نہیں تھی تو پھر اس کو چھوڑ کر بچنے کے لئے کسی اور صورت کو اختیار کرنے کا کیا معنی

(۵)۔اس روایت میں غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روایت گھڑنے والے نے اتنا نہیں سوچا کہ باقی سب لوگوں کا عمل یزید کی بیعت کو تسلیم کرنے کا خود امام پاک کو معلوم ہو چکا تھا کیونکہ صرف دو ہی حضرات رہ گئے تھے ایک امام پاک اور دوسرے امام عبداللہ بن زبیر تو پھر تو نتیجہ وہی بیعت کرنا ہی تھا

(٦)۔اس روایت کو صحیح مانا جائے یا نہ مانا جائے دونوں حال میں موقف خروج سے رجوع پھر بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب فرما دیا مجھے کہیں جانے دو تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے جس سابقہ ارادہ کے ساتھ آئے تھے اس کو چھوڑ دیا اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں میں جو مشہور ہے کہ امام حسین دین بچانے کا فریضہ ادا کرنے کیلئے تشریف لے گئے تھے اور ان کی قربانی سے دین بچ گیا اگر وہ قربانی نہ دیتے اور یزید کی بیعت کر لیتے تو دنیا سے اسلام ختم ہو جانا تھا یہ سب کچھ رافضیوں کا امام کے متعلق غلو باطل اور فرضی کہانی ہے جس کا مقصد اس دور کے صحابہ کرام کو کافر ثابت کرنا ہے اور پھر یہی باطل غلو اہل سنت کے مقررین اور غیر محتاط اور غیر محققین بے بصیرت علماء میں پھیلا پھر انکی وساطت سے عوام الناس میں پھیل گیا اور اسی نے عوام وخواص میں نیم رافضیت اور صحابہ سے بدگمانی پیدا کر دی اور جو حقیقت ہے وہ صرف اتنا ہے کہ کیونکہ بیعت یزید کا مسئلہ سراسر اجتہادی نوعیت کا تھا اور امام عالی مقام نے اپنے اجتہاد کے مطابق مذکورہ اسباب کے تحت یزید کی بیعت کو صحیح نہ جان کر اس کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور بعض اھل کوفہ کی دعوت پر اپنی حکومت کے قیام کا گمان فرمایا اور جب کربلا میں پہنچ کر دعوتیوں کی غداری کا یقین ہو گیا تو وہ

سابقہ سارا اجتہاد چھوڑ کر شریعت اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے اجتہاد کے مطابق قیام حکومت کا خیال ترک فرمایا اور بیعت یزید تسلیم کرنے کی طرف رجوع فرمایا لیکن اظہار رجوع کے بعد بھی سانحہ کربلا پیش آنے کا سبب یہ ہوا کہ ابن زیاد نے یزید کی طرف لے جانے کی بجائے اپنے مطلق حکم کو تسلیم کرنے کی شرط پیش کر دی اور چونکہ اس نے یہ شرط یزید کے امر اور اذن کے بغیر رکھی تھی تو ایک تو یہ شرط خلاف شرع تھی دوسری اس میں علاقائی نائب خلیفہ کی اتنا مطلق العنان شرط تسلیم کرنے میں امام صاحب بلکہ دین کی بے عزتی تھی جس کو امام پاک ہرگز قبول نہیں فرما سکتے تھے اس وجہ میں اعتراض کی دوسری شق کا جواب بھی معلوم ہوگیا۔ اسی لئے لڑائی کے بغیر آپ کے نام نہاد حبداروں نے آپ کو آل پاک کے افراد سمیت مظلوم شہید کر دیا اور یہ مسئلہ صحیح تاریخ اور اھل سنت واھل تشیع کے مشہورات میں سے ہے (چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الامراء سند صحیح کے ساتھ حدیث نمبر ۳۱۳۳۳) پر مولا علی کا فرمان ہے

قال: لَيُقتلنَّ الحسينُ ظلماً، وانی لأ عرف تربةَ الأرض التی يقتل فيها: قريباً من النهرين.

ترجمہ: یعنی ضرور ضرور حسین ظلماً قتل کیا جائے گا۔ الخ

(مستدرک حاکم جلد نمبر ۳، ص نمبر ۵۹، قدیم چھاپہ پر امام شعبی کا قول شریف ہے)

والله لقد سم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وسم ابوبکر الصدیق و قتل عمر بن الخطاب صبرا و قتل عثمان بن عفان او قتل علی بن ابی طالب صبرا و سم الحسن بن علی و قتل الحسین ابن علی صبرا رضی الله تعالیٰ عنهم فما نرجو بعدهم

ترجمہ: یعنی بلا شک وشبہ حضور علیہ السلام کو زھر دیا گیا اور ابو بکر صدیق کو بھی

زھر دیا گیا اور عمر بن خطاب کو نہتا قتل کیا گیا اور عثمان بن عفان کو بھی نہتا قتل کیا گیا اور علی بن ابی طالب کو بھی نہتا قتل کیا گیا اور حسن بن علی کو زھر کھلایا گیا اور حسین بن علی کو نہتا قتل کیا گیا۔ پھر اُن کے بعد ھم دنیا سے کیا اُمید کریں؟

(۷)۔ واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کو تسلیم فرمایا اور جس طرح کہ واقعہ کربلا سے پہلے تمام آل عبد المطلب اپنے اجتھاد کے مطابق یزید کی بیعت کو تسلیم کر چکے تھے یہاں تک کہ جنگ حرہ میں جب صحابہ اور ان کی آل کی جماعت کے کچھ مقدس لوگوں نے یزید کے خلاف اعلان جنگ فرمایا اسوقت آل عبد المطلب میں سے کوئی ایک فرد بھی باوجود دعوت شرکت کے شریک نہیں ہوا

چنانچہ البدایہ والنھایہ جنگ حرہ کے حالات میں ہے

واعتزل الناسَ عليُّ بن الحسين زينُ العابدين ، وكذلك عبد الله بن عمر بن الخطّاب ، لم يخلعا يزيد ، ولا أحد من بيت ابن عمر ، وقد قال ابن عمر لأهله : لا يخلعن أحد منكم يزيد فيكون الفيصل - ويروى : الصيلم - بيني وبينه . وسيأتي هذا الحديث بلفظه وإسناده في ترجمة يزيد . وأنكر على أهل المدينة في مبايعتهم لابن مطيع وابن حنظلة على الموت ، وقال : إنّما كنّا نبايع رسول الله ﷺ على ألّا نفرّ . وكذلك لم يخلع يزيدَ أحدٌ من بني عبد المطّلب . وقد سئل محمد ابن الحنفيّة في ذلك ، فامتنع أشدَّ امتناع ، وناظرهم وجادلهم في يزيد ، ورد عليهم ما اتهموا يزيد به من شربه الخمر وتركه بعض الصلوات ، كما سيأتي مبسوطاً في ترجمة يزيد قريباً إن شاء الله .

ترجمہ: یعنی علی بن حسین زین العابدین جنگ حرہ میں یزید کے خلاف خروج کرنے والوں سے الگ تھلگ رہے اور اسی طرح عبداللہ بن عمر بھی ان دونوں حضرات نے یزید کی بیعت نہیں توڑی اور نہ ہی کسی نے عبداللہ ابن عمر کے گھرانے سے اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے اپنے کنبہ سے فرمایا کنبے سے کوئی یزید کی بیعت ہرگز نہ توڑے ورنہ میرا اس سے تعلق ختم ہو جائے گا اور اھل مدینہ میں سے جن حضرات نے حضرت عبداللہ بن مطیع صحابی اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ صحابی کی موت پر بیعت فرمائی ان پر اعتراض فرمایا اور فرمایا کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بیعت فقط اس بات پر کرتے تھے کہ ہم نے بھاگنا نہیں ہے اور اسی طرح اولاد عبدالمطلب میں سے کسی نے بھی یزید کی بیعت نہیں توڑی بلکہ امام محمد بن حنفیہ سے جب یہ مطالبہ کیا گیا تو وہ سختی کے ساتھ قبول کرنے سے باز رہے اور ان سے یزید کے متعلق مناظرہ فرمایا اور جن حضرات نے یزید پر شراب نوشی اور ترک نماز کی تہمت لگائی تھی اُن کا رد فرمایا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی کہے کہ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۱۳ پر یہ آیا ہے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے پاس آئے اور مل کر قتال کیا تو یہ اس دعوے کے خلاف ہے کہ آل عبدالمطلب میں سے کسی نے خروج نہیں کیا

ازالہ اشکال

ازالہ اشکال یہ ہے کہ اس بات پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ حضرت فضل طاعون عمواس میں شہید ہوئے اور طاعون عمواس کے متعلق دو قول ہیں ۱۸ سنہ میں واقع ہوئی یا ۲۸ سنہ میں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت انتہائی ضعیف ہے اسی وجہ سے اس کو ضعیف تاریخ طبری کے حصے میں رکھا گیا ہے۔ بلکہ تاریخ ابن عساکر کی صحیح سند کے ساتھ امام زید کے حالات میں مروی روایت

ذکر یحیی بن سعید الانصاری علی بن حسین فذکرہ بخیر، قال: ولکن أنّبہ، زید، قال جدی: ظننت أنہ أراد الخروج

ترجمہ: یعنی حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ نے امام زین العابدین کا ذکر خیر فرمایا اور فرمایا لیکن آپ کے بیٹے زید نے ان کو سخت ملامت کی یعنی یزید کے خلاف خروج نہ کرنے کے متعلق امام زید کی تحریک شرکت کو ان کے باپ امام زین

العابدین نے پسند نہ فرمایا اور پھر بعد میں امام حسن کے شہزادے حسن مثنی اور حضرت زید اور امام زین العابدین کے شہزادے امام محمد باقر اور ان کے شہزادے امام جعفر صادق کا بھی یہی عمل رہا بلکہ امام حسن مثنیؓ اور امام زید دونوں ھمیشہ بنوامیہ کے ساتھ رہے اُن کی طرف سے نائب حاکم رہے جیسا کہ (بحارالانوار) میں باقر مجلسی نے لکھا ہے اور اہلسنت کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امام عالی مقام نے کربلا شریف میں جو موقف اختیار فرمایا رجوع اور عدم خروج ہی تھا۔

(۸)۔اگر انکار بیعت اور خروج از بیعت کا سبب یزید کا فسق و فجور ہوتا تو امام عبداللہ بن جعفر امام محمد بن حنفیہ حضرت عبداللہ بن عباس اور جن صحابہ کرام اور تابعین نے امام پاک کو جانے سے منع فرمایا تھا انکا منع فرمانا جائز نہ ہوتا بلکہ امام پاک کا فرض بنتا کہ انکو ساتھ چلنے کی دعوت دیتے اور انکے تخلف یا انکار پر بے دین ہونے کا فتوی لگاتے

(۹)۔مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ لوگوں کے لئے کوئی نہ کوئی حکمران ضروری ہے چاہے نیک ہو یا بد چنانچہ روافض کے نزدیک آپ کا یہ مذہب آپ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے بلکہ ان کے نزدیک اس کی سچائی اور یقینی ہونا قرآن مجید سے بھی زیادہ مضبوط ہے کیونکہ آپ کے اس مذہب کا ذکر نہج البلاغہ میں ہے اور نہج البلاغہ ان کے نزدیک قرآن سے زیادہ مقام رکھتی ہے چنانچہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۰ میں یہ فرمان موجود ہے عکس خطبہ ملاحظہ ہو

(٤٠)

ومن كلام له عليه السلام للخوارج لما سمع قولهم: «لا حكم إلا لله» قال:

الأصلُ:

كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِل؛ نَعَمْ إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلهِ، وَلَكِنَّ هٰؤُلَاءِ يَقُولُونَ: لَا إِمْرَةَ [1]. وَإِنَّهُ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَيَسْتَمْتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ، وَيُبَلِّغُ اللهُ فِيهَا الْأَجَل، وَيُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ، وَيُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ، وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُل، وَيُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ؛ حَتَّى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ، وَيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

ترجمہ: یعنی جب امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خارجیوں کا یہ اعتراض سنا کہ اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں تو اے علی تم نے ثالث کو حاکم کیوں مانا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا بات حق ہے ارادہ باطل ہے اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں لیکن یہ لوگ یہ کہنا چارہے ہیں کہ حاکمیت کا حق کسی کو حاصل نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے لئے حاکم ضروری ہے چاہے نیک ہو یا برا اس کی حکومت میں مومن اپنا نیک عمل کرتا ہے اور کافر اس میں اپنا وقت گذارتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس کی اجل تک پہنچاتا ہے اور حاکم کی وجہ سے مال فیءجمع کیا جاتا ہے اور دشمنوں کے ساتھ لڑا جاتا ہے اور راستے بے خوف ہو جاتے ہیں اور طاقت ور سے ضعیف کا حق لیا جاتا ہے یہاں تک کے نیک راحت حاصل کرتا ہے اور بدکار سے راحت حاصل کر لی جاتی ہے۔

اور اھل سنت کے پاس اس مذہب کا ثبوت مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفتن میں تین سندوں کے ساتھ ملتا ہے دو سندیں موصول ہیں اور ایک مرسل ہے اور تینوں سندوں سے جو حکم حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث صحیح لغیرہ ہے تینوں روایتوں کا عکس اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

٣٩٠٦٢ - حدثنا عفان قال: حدثنا شعبة، عن أبي إسحاق قال سمعت عاصم بن ضمرة قال: إن خارجةً خرجت على حكم، فقالوا: لا حكم إلا لله، فقال عليٌّ: إنه لا حكم إلا لله، ولكنهم يقولون: لا إمرة، ولا بدَّ للناس من أمير بَرٍّ أو فاجرٍ، يعمل في إمارته المؤمنُ، ويستمتع فيها الكافر، ويُبلِّغ الله فيه الأجل.

ترجمہ: یعنی عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں جب صفین میں حکم کے لئے ثالث منتخب کیے گئے تو اس عمل کے خلاف

خارجی جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے کہا حاکم صرف اللہ ہے تو علی نے فرمایا واقعۃ حاکم صرف اللہ ہے لیکن یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حکومت کا حق کسی کو نہیں جبکہ لوگوں کے لئے حاکم ضروری نیک ہو یا بد الی آخرہ

٣٩٠٨٦ - حدثنا يحيى بن آدم قال: حدثنا يزيد بن عبد العزيز، عن عمر بن حُسَيل بن سعد بن حذيفة قال: حدثنا حبيب أبو الحسن العبسي، عن أبي البختري قال: دخل رجل المسجد فقال: لا حكم إلا لله، ثم قال آخرُ: لا حكم إلا لله، قال: فقال عليٌّ: لا حكم إلا لله: ﴿إنَّ وعدَ الله حقٌّ ولا يَستخِفنَّك الذين لا يوقنون﴾، فما تدرون ما يقول هؤلاء؟! يقولون: لا إمارة، أيها الناس، إنه لا يصلحكم إلا أمير: برٌّ أو فاجر، قالوا: هذا البرُّ قد عرفناه، فما بالُ الفاجر؟ فقال: يعمل المؤمن، ويُملىٰ للفاجر، ويُبلِّغ الله الأجل، وتأمن سُبُلكم، وتقوم أسواقكم، ويُقسَم فيئكم، ويُجاهَد عدوُكم، ويُؤخذ للضعيف من القوي - أو قال: من الشديد - منكم.

ترجمہ: ابوالبختری سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے پھر دوسرے نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے لیکن تمہاری مراد غلط ہے اور آپ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگوں تمھیں معلوم ہے کہ یہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ان کا ارادہ ہے کہ کوئی امیر نہ بنے حالانکہ امیر ہی تمہاری اصلاح کرے گا چاہے نیک ہو یا برا۔ تو لوگوں نے عرض کی نیک کو تو ہم جانتے ہیں برے کا کیا مطلب؟ تو آپ نے فرمایا مومن نیک عمل کرے گا اور برے کو مہلت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا وقت پورا کرے گا لیکن تمہارے راستے پرامن رہیں گے تمہارے شہر آباد رہیں گے اور غنیمت تقسیم ہوتی رہے گی اور دشمنوں سے جہاد ہوتا رہے گا اور کمزوروں کو حق ملتا رہے گا۔

٣٨٤٠٩ ـ حدثنا عليّ بن مسهر، عن الشيباني، عن عبد الله بن المخارق بن سُليم، عن أبيه قال: قال عليّ: إني لا أرى هؤلاء القوم إلا ظاهرين عليكم، لتفرُّقكم عن حقكم، واجتماعهم على باطلهم، وإن الإمام ليس بشاقٍّ شعرةً، وإنه يخطىء ويصيب، فإذا كان عليكم إمام يعدِل في الرعية، ويقسم بالسويّة فاسمعوا له وأطيعوا، وإن الناس لا يُصلحهم إلا إمام برّ أو فاجر، فإن كان براً فللراعي وللرعية، وإن كان فاجراً عَبَدَ فيه المؤمن ربَّه، وعمل فيه الفاجر إلى أجله، وإنكم ستُعرضون على سَبِّي وعلى البراءة مني، فمن سبَّني فهو في حِلٍّ من سَبِّي، ولا تَبرؤوا من دِيني فإني على الإسلام.

ترجمہ: عبداللہ بن مخارق بن سلیم نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس قوم کو تم پر غالب دیکھ رہا ہوں کیونکہ تم حق سے متفرق ہو اور وہ باطل پر متفق ہیں۔

بے شک امام ایک بال کے برابر بھی دشواری پیدا کرنے والا نہیں ہوتا اور لوگوں کے احوال کی اصلاح امام ہی کرتا ہے نیک ہو یا بد بس اگر وہ نیک ہو تو اسکا فائدہ خود حکمران اور رعایا دونوں کو ہوتا ہے۔ اور اگر وہ بد ہو تو اس کی حکمرانی میں

مومن اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور بدکار اپنی مقررہ مدت تک نافرمانی کرتا ہے اور بے شک عنقریب تم مجھے برا بھلا کہے اور میری جانب سے براءت پر بس جس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اور تم میرے دین سے براءت کا اظہار نہ کرنا بے شک میں دین اسلام پر ہوں۔

اب غور کیجئے کہ جب مولا علی پاک یہ مذہب رکھتے ہیں کہ نیک ہو یا بد حکمران ضروری ہے تو ان کے شہزادے پاک حسین سے کیسے ممکن ہے کہ وہ حکمران کی بد کاری کی وجہ سے اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور پھر رجوع بھی نہ کریں۔

مذہب اھل سنت کی مذہب اھل بیت کے ساتھ مخالفت ناممکن ہے

اگر یہ کہا جائے کہ امام عالی مقام نے یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے بیعت سے انکار فرمایا اور اس کے خلاف خروج کیا اور اس نظریے سے رجوع بھی نہیں فرمایا جس طرح کہ عوام کا خیال ہے تو مذہب اھل سنت کا مذہب اھل بیت کا مخالف ہونا لازم آئے گا۔ اور اس کا خلافِ حق ہونا کسی منصف مزاج پر مخفی نھیں ہے کیونکہ اھل سنت کا اجماعی مذہب یا ان کے جمہور کا مذہب یہی ہے کہ حاکم کے فسق و وفجور کو دیکھ کر اس کے خلاف خروج کرنا اور لڑنا جائز نہیں ہاں اگر اس سے صریح کفر اجماعی سرزد ہو تو البتہ طاقت ہونے پر اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے چنانچہ اھل سنت کی تمام اعتقادی کتابیں اس بات کے نقل کرنے پر متفق ہیں۔ چاروں فقہ کے مجتھدین ائمہ کرام اور محدثین اسلام اور علمائے کرام کے چالیس کے لگ بھگ معتبر حوالہ جات کے عکس ھدیہ نظر کیے جاتے ہیں۔

١٠- العقيدة الطحاوية

للإمام

أبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي

(٢٣٩-٣٢١هـ)

٦٩- وَنَرَىٰ الصَّلَاةَ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وعَلَىٰ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ.

٧٠- وَلَا نُنْزِلُ أَحَدًا مِنْهُمْ جَنَّةً وَلَا نَارًا، وَلَا نَشْهَدُ عَلَيْهِمْ بِكُفْرٍ وَلَا بِشِرْكٍ وَلَا بِنِفَاقٍ، مَا لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذَٰلِكَ، وَنَذَرُ سَرَائِرَهُمْ إِلَىٰ اللهِ تَعَالَىٰ.

٧١- وَلَا نَرَىٰ السَّيْفَ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ إِلَّا مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ السَّيْفُ.

٧٢- وَلَا نَرَىٰ الْخُرُوجَ عَلَىٰ أَئِمَّتِنَا وَوُلَاةِ أُمُورِنَا وَإِنْ جَارُوا، وَلَا نَدْعُو عَلَيْهِمْ، وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِمْ، وَنَرَىٰ طَاعَتَهُمْ مِنْ طَاعَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ فَرِيضَةً، مَا لَمْ يَأْمُرُوا بِمَعْصِيَةٍ، وَنَدْعُو لَهُمْ بِالصَّلَاحِ وَالْمُعَافَاةِ.

٧٣- وَنَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ، وَنَجْتَنِبُ الشُّذُوذَ وَالْخِلَافَ وَالْفُرْقَةَ.



وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية
سلسلة الرسائل التراثية
- ٣ -

شرح
عقيدة أهل السنة والجماعة

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي - ٣٢١ هـ)

تأليف

أكمل الدين محمد بن محمد البابرتي
٧١٢ - ٧٨٦ هـ

تحقيق

الدكتور عارف آيتكن

مراجعة

الدكتور عبد الستار أبو غدة

الطبعة الأولى
١٤٠٩ هـ = ١٩٨٩ م

الله عليه وآله وسلم : (يخرج قوم من النار بشفاعة محمد صلى الله عليه واله وسلم فيدخلون الجنة يسمون : الجهنميين) أخرجه البخاري .

قوله : « اللهم يا ولي الاسلام مسّكنا بالاسلام حتى نلقاك به » .

إنما طلب الثبات على الاسلام الى الموت لأن السعادة الأبدية ، وهي الخلود في الجنان في جوار الرحمن مع أنواع الروح والريحان ، وإنما تحصل بالثبات على الاسلام الى أن يلقى الله بعد الموت ، لأن الاعتبار بالخواتيم ، والأنبياء عليهم السلام مع عصمتهم طلبوا الثبات على الاسلام والموت عليه .

قال الله تعالى اخبارا عن يوسف عليه السلام : ﴿توفني مسلماً وألحقني بالصالحين﴾ [يوسف/١٠١] ، فغيرهم أولى والاقتداء بهم حسن ، ولأن المؤمن بين الخوف والرجاء الى أن يموت على ملة الاسلام ، فوجب الاهتمام بطلب الثبات عليها الى الموت .

قوله : « ونرى الصلاة خلف كل بر وفاجر من أهل القبلة وعلى من مات منهم » .

أما جواز الصلاة خلفهم فلقوله عليه السلام : (صلوا خلف كل بر وفاجر)(١) . ولأن ترك رؤية الصلاة خلف الفاجر يوهم التكفير بالكبائر ، وقد قام الدليل على بطلانه . ولأن الصحابة كانوا يصلون خلف الظلمة من

١ ـ بهذا اللفظ للدارقطني ، انظر ، كشف الخفاء .

[القول في منع الخروج على أئمة المسلمين]

قوله : « ولا نرى الخروج على ائمتنا وولاة امورنا وإن جاروا » اي ظلموا « ولا ندعو عليهم ولا ننزع يدا من طاعتهم ، ونرى طاعتهم من طاعة الله تعالى فريضة » . وذلك لأن العصمة ليست بشرط في الامام فهو وإن ظلم لا يخرج عن الامامة ، فالخروج عليه بغي وفساد في الارض وإثارة فتنة بين اهل الاسلام كما هو مذهب الخوارج [1] . وقد قال الله تعالى ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ [النساء /٥٩] . مطلقا فيتناول وجوب طاعة الامام العادل وغيره ، فتكون طاعتهم ثابتة بالكتاب مثل طاعة الله وطاعة رسوله فتكون فريضة . وإنما يجب علينا طاعتهم فيما اذا دعوا الى طاعة أو الى ما فيه مصلحة دينية أو دنيوية . وليس فيه معصية لقوله صلى الله عليه وسلم : (لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق) [2] .

قوله : « وندعو لهم بالصلاح والمعافاة » .

لأن في ذلك رجاء الاجابة ، وفيها عموم الصلاح للامام والرعية وتسكين الفساد والفتنة . والدعاء بالمعافاة شامل لمصالح الاديان والابدان [3] ، اذ في

---

١ – الخوارج خرجوا على علي رضي الله عنه وهو الامام الحق . أما الخروج على أئمة الجور فالخلاف فيه ثابت بين أهل السنة . فمذهب الماوردي وغيره أن الفسق يمنع من انعقاد الامامة ومن دوامها . وعند الحنفية يستحق العزل بفسقه ان لم يستلزم عزله فتنة . وعند الجمهور : لا ينعزل (وانظر [illegible] شرح المسايرة لابن الهمام ص ٣٢٣ . وابن عابدين ١/٣٦٨ والأحكام السلطانية للماوردي ص [illegible] . والموسوعة الفقهية ٦/ ٢٢٠) (المراجع) .

٢ – البخاري (الأحكام/٤) ومسلم (الامارة/٣٩) وأبو داود (الجهاد/٨٠) والنسائي (البيعة/٣٤) وأحمد (١/ ٩٤ ، ٤٠٩)

٣ – م : والعصر عائد الى « المعافاة » .

نور اليقين في أصول الدين

في شرح عقائد الطحاوي

تأليف الشيخ
حسن كافي الأقحصاري البوسنوي
(٩٥١ - ١٠٢٤)

دراسة وتحقيق
زهدي عادلوفيتش البوسنوي

مكتبة العبيكان

في الأرض فهو[1] كقطاع الطريق، فألحق بهم في ترك الصلاة عليه.

(ولا ننزل أحداً منهم) معيناً باسمه أو شخصه (جنة ولا ناراً) أي لا نقول إن الفلان بعينه في الجنة أو في النار، لأن ذلك [٣١ ـ ب] إخبار عن الغيب وهو لا يكون إلا بطريق الوحي، ولا وحي بعد الرسول، ولأن العبرة بالخاتمة.

(ولا نشهد عليهم بكفر، ولا بشرك، ولا بنفاق، ما لم يظهر منهم شيء من ذلك) أو من أماراته (ونذر سرائرهم إلى الله تعالى)، لقوله ـ عليه السلام ـ: «نحن نحكم بالظواهر والله يتولى السرائر»[2].

ولأنا نهينا عن الظن واتباع ما ليس لنا به علم بقوله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ﴾[3]، وقوله: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ﴾[4].

(ولا نرى السيف على أحد من أمة محمد ـ عليه السلام ـ إلا من وجب عليه السيف) أي بحق الإسلام، كالقصاص والردة والبغي الموجب للقتل بمقتضى الشرع.

ثم[5] ذكر قولهم في طاعة الإمام بقوله: (ولا نرى الخروج على[6] أئمتنا وولاة أمورنا) لا المتغلبين الذين لا تنعقد البيعة لهم من أهل الحل والعقد (وإن جاروا) لقوله ـ عليه السلام ـ: «من رأى من أميره شيئاً يكرهه فليصبر، فإنه من فارق الجماعة فمات فميتته جاهلية»[7] وفي

---

(١) سقطت من (ج).

(٢) حديث «نحن نحكم بالظواهر» أورده الشوكاني في الفوائد المجموعة وقال: «يحتج به أهل الأصول ولا أصل له». (الفوائد المجموعة ص: ٢٠٠).

(٣) الحجرات: ١٢. و «إن بعض الظن» سقطت من (أ) و (ب).

(٤) الإسراء: ٣٦.

(٥) سقطت من (ج).

(٦) في (أ) و (ب): عن.

(٧) أخرجه الإمام البخاري في كتاب الفتن، باب ٢، حديث ٧٠٥٣، و ٧٠٥٤، وفي كتاب الأحكام، باب ٤، حديث ٧١٤٣. (فتح الباري ١٣: ٥ و ١٢١) ومسلم في كتاب الإمارة، باب ١٣، حديث ١٨٤٩، (صحيح مسلم ٣: ١٤٧٧).

رواية: «فقد خلع[1] رِبقَة الإسلام من عنقه»[2].

ولأنه يترتب على الخروج عن طاعتهم من المفاسد[3] أضعاف ما يحصل من جورهم، بل في الصبر على جورهم تكفير السيئات ومضاعفة الأجور، فإن الله تعالى ما سلطهم علينا إلا لفساد[4] أعمالنا، كقوله تعالى: ﴿وَمَا أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُواْ عَن كَثِيرٍ﴾[5]، وقوله: ﴿وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُواْ يَكْسِبُونَ﴾[6]. فعلينا الاجتهاد في الاستغفار والتوبة، وإصلاح العمل، فإذا أراد الرعية[7] أن يُخلَّصوا من ظلم الإمام الظالم فليتركوا الظلم[8] فيما بينهم، كما روي عن مالك بن دينار[9] أنه جاء في بعض كتب الله: «أنا الله مالك الملوك، قلوب الملوك[10] بيدي، فمن أطاعني جعلتهم عليه رحمة، [٣٢ ـ أ] ومن عصاني جعلتهم عليه نقمة، فلا تشغلوا أنفسكم بسب الملوك، لكن توبوا أعطفهم عليكم»[11].

---

(١) في (أ) و (ب): خلف.

(٢) أخرجه أبو داود في كتاب السنة، باب ٣٠، حديث ٤٧٥٨، ولفظه: «من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه». (سنن أبي داود ٥: ١١٨).
وقال صاحب عون المعبود في نهاية شرح هذا الحديث: «والحديث سكت عنه المنذري». (عون المعبود ١٣: ١٠٢).
وأخرجه الإمام أحمد في المسند ٥: ١٨٠.

(٣) في (أ) و (ب): الفاسد.

(٤) في (ج): بفساد.

(٥) الشورى: ٣٠.

(٦) الأنعام: ١٢٩.

(٧) سقطت من (أ) و (ب).

(٨) في (أ) و (ب): الظالم، وهو خطأ.

(٩) هو مالك بن دينار أبو يحيى البصري، معدود في ثقات التابعين، ومن أعيان كتبة المصاحف، ولد أيام ابن عباس، وسمع أنس بن مالك، عُرف بزهده وورعه، نقل عنه قوله: «وددت أن رزقي في حصاة امتصها لا ألتمس غيرها حتى أموت». وقال سليمان التيمي: «ما أدركت أحداً أزهد من مالك بن دينار». توفي سنة ١٢٧ هـ. وقيل سنة ١٣٠ هـ.

(١٠) سقطت من (أ) و (ب).

(١١) نسب هذا القول إلى النبي ـ ﷺ ـ ولا يصح. أورده الهيثمي وقال: «رواه الطبراني في الأوسط وفيه إبراهيم بن راشد وهو متروك». (مجمع الزوائد ٥: ٢٤٩).

«لأخشى الكفر على من لا يرى المسح على الخفين»[(١)].

وقد قرىء قوله تعالى: ﴿وَٱمۡسَحُواْ بِرُءُوسِكُمۡ وَأَرۡجُلَكُمۡ﴾[(٢)] بقراءتين بنصب اللام عطفاً على المغسول، وبخفضها عطفاً على [٣٣ ـ ب] الممسوح. فلما تواترت الأخبار بأن رسول الله ـ عليه السلام ـ داوم على مسح خفيه حالة التخفف حتى قبض، وداوم على غسل رجليه حالة عدم التخفف، زال[(٣)] الإشكال، وتبين حكم القراءتين.

والمسح كما[(٤)] يطلق ويراد به الإصابة، كذلك[(٥)] يطلق ويراد به الإسالة، يقال تمسحت للصلاة[(٦)]. وفي ذكر المسح في الرجلين تنبيه على قلة الصب في الرجل، فإن السرف معتاد فيهما.

ولما كان الحج والجهاد أمران معظمان[(٧)] من شعائر الإسلام ـ وقد أنكرهما بعض الضالة[(٨)] ـ ألحقوهما بالعقائد رداً[(٩)] على المنكرين، فقال: **(والحج والجهاد)**[(١٠)] وهما عبادتان معهودتان، موضعهما الفقه، **(ماضيان مع أولي الأمر من أئمة المسلمين ـ بارهم وفاجرهم ـ إلى قيام الساعة)**[(١١)] فيه رد للرافضة حيث شرطوا العصمة للإمام، وقالوا: لا جهاد في سبيل الله حتى يخرج الرضا[(١٢)] من آل محمد، وينادي مناد من السماء

---

* اشتهر بالنسبة إليها عبيد الله بن الحسين. مولده في كرخ ووفاته في بغداد سنة ٣٤٠ هـ. انظر ترجمته في الفوائد البهية ص: ١٠٨ ـ ٠٩ـ؛ الجواهر المضية ٢: ٤٩٣؛ تاريخ بغداد ١٠: ٣٥٣ ـ ٣٥٥؛ الأنساب ٤٧٩.

(١) لم أجد هذا القول للكرخي.

(٢) المائدة: ٦.

(٣) في (أ) و (ب): «فالإشكال، وتبين حالة عدم التخفيف زال الإشكال».

(٤) في (أ) و (ب): لما.

(٥) في (أ) و (ب): لذلك.

(٦) في (أ) و (ب): الصلاة.

(٧) في (أ) و (ب): عظمان، وفي (ج): عظيمان.

(٨) يقصد الرافضة الذين يقولون لا جهاد في سبيل الله حتى يخرج الرضا من آل محمد ﷺ ـ وينادي مناد من السماء اتبعوه.

(٩) سقطت من (أ) و (ب).

(١٠) في (أ) و (ب) و (ج): والحج والجهاد.

(١١) في (ج): الشفاعة، وهو خطأ.

(١٢) يقصدون به إمامهم المنتظر محمد بن الحسن العسكري الذي دخل السرداب ـ في

(اللهم يا ولي الإسلام وأهله مكنا)[1] وفي بعض النسخ: (ثبتنا بالإسلام حتى نلقاك به) دعا به اقتداء بما روي عن أنس - رضي الله عنه - أنه قال: كان من دعاء رسول الله: «يا ولي الإسلام وأهله مكني بالإسلام حتى ألقاك عليه»[2]. وكذا قد كان دعا[3] يوسف - عليه السلام - بمثله، حيث[4] قال: ﴿أَنتَ وَلِيِّۦ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِى مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِى بِٱلصَّٰلِحِينَ﴾[5].

ثم شرع في بيان قول الفقهاء في معاملة أهل القبلة فقال[6]: (ونرى الصلاة خلف كل بر وفاجر من أهل القبلة) لأن الامتناع من الصلاة خلفهم يورث تهمة البدعة، والقول بإكفار[7] أهل الكبائر، وهو فاسد، حتى قيل: من ترك الجمعة والجماعة خلف الإمام الفاجر فهو مبتدع عند أكثر العلماء. والصحيح أن يصليها ولا يعيدها، لأن الصحابة[8] كانوا يصلون الجمعة بالجماعة[9] خلف الأئمة الفجار ولا يعيدون.

(وعلى من مات منهم) أي أهل القبلة، لأنا أمرنا بالاستغفار لأهل القبلة، والصلاة على الميت استغفار له وشفاعة. وقد أمر رسول الله - عليه الصلاة والسلام - بالصلاة على ماعز حين[10] زنى ورجم. وأما عدم الصلاة على قُطاع الطريق وأهل البغي - إذا قتلوا حال المحاربة - فلأنهم من أهل اللعن، والصلاة ضد[11] اللعن. وأما الساعي بالفساد

---

(1) «مكنّا» هكذا في جميع النسخ، وجاء في المطبوع «مسكنا». انظر شرح ابن أبي العز ٢: ٥٢٤.
(2) أورده الهيثمي في مجمع الزوائد ١٠: ١٧٦، ولفظه: «يا ولي الإسلام وأهله ثبتني به حتى ألقاك». وقال: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله ثقات.
(3) في (ج): دعاء.
(4) سقطت من (أ) و (ب) و (ج).
(5) يوسف: ١٠١.
(6) سقطت من (ج)..
(7) سقطت من (أ) و (ب).
(8) في (أ) و (ب): في هذا المكان طمس، وفي (ج): السلف.
(9) سقطت في (ج).
(10) سقطت من (ج).
(11) في (أ) و (ب): عند، وهو خطأ.

زبان و ادبیات فارسی ۱۲۰.

ترجمهٔ

السّوادُ الاعظم

تألیف

ابوالقاسم اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن زید

حکیم سمرقندی

ترجمه به فارسی در حدود ۳۷۰ هجری قمری به فرمان امیر نوح سامانی

به اهتمام

عبدالحی حبیبی



«۷۵»

از پس هیچ کس نماز روا نه‌بینند. و روایت است از مکحول شامی[1] که مر یاران خود را در بیماری آخرین میگفت:

چهار چیز شنیده‌ام از رسول علیه السلام و با شما نگفته‌ام، امروز بگویم: اول: آنکه کافر مخوانید کسی را که از ملت[2] شما بود و اگر چند گناه کبیره دارد.

ونماز بر هر مرده که ازملت بود[3]. واز پس هر امامی نماز کنید [۱۸] و با هرامیری که باشد، به جهاد روید بر کافران[4]. و هر که از پس نیك و بد نمازحق نبیند آن مبتدع باشد وهوادار باشد. این مقدار بس بود[5] خردمندرا.

مسألهٔ چهارم

آنست: که هیچ کس را از اهل قبله کافر مخوانید بگناه. زیرا که مذهب سنت و جماعت آنست: که اگر مؤمنی صد هزار مؤمن را بکشد. یا صد هزار بار زنا کند. یا سالها[6] خمر خورد، از مسلمانی بیرون نرود تا

۱- ابوعبدالله مکحول بن سهراب بن شاذل فقیه شام وحافظ حدیث ومولدش کابل بود، که از آنجا در ولاء یك زن مصری هذیلی آمد وچون آزاد شد، به طلب حدیث و فقه بعراق ودیگر بلاد رفت ودر دمشق سکونت کرد وهم درینجا بین ۱۱۲ و۱۱۸ ه بمرد. درزبان اوعجمت بود ق را ك و ح را ه میگفت. ولی درعصرش نظیری در فقه وفتوا نداشت (اعلام ۲۱۲/۸) بموجب تاریخ سیستان (ص ۸۵) مکحول بعد از ۳۶ ه بوسیلهٔ عبدالرحمن بن سمره در جملهٔ بردگان از سیستان برده شده بود. نام پدر او در منابع عربی شهراب (؟) آمده که بلاشبهت (سهراب) است. او ازصحابه کوچك روایت میکرد، وگاهی ازصحابهٔ بزرگ هم بدون اظهار واسطه، روایت کرده که آنرا تدلیس شمرده‌اند (تاریخ التشریع الاسلامی ۱۵۸).

۲- ب: از اهل ملت.

۳- ب: نماز کنید برهر مرده که از اهل ملت شما باشد واز پس هر امامی نماز کنید نیك باشد.

۴- این حدیث در تمام روایات ضعیف شمرده شده (جامع الصغیر ۴۵/۲).

۵- ب: باشد.

۶- ب: یا صد سال.

واجب شود .

و مومنی که کشتن آن واجب نشده باشد ، هر که کشتن آنرا حلال دارد کافر شود و در دوزخ جاویدان[1] بماند . اما اگر حلال نه داند[2] و توبه کند و آمرزش خواهد ، امید بود که خدای تعالی توبه آن بپذیرد و بیامرزد و آن درمشیت خدایست عزوجل. خواهد بیامرزدش بفضل خویش. وخواهد عذاب کندش بعدل خویش . و آخر در بهشت شود ، و در دوزخ جاودانه نماند .

و هر که گوید : که هر که مؤمنی را بکشد کافر شود و جاودانه در دوزخ بماند ، آن مبتدع و هوادار باشد .

این مقدار کفایت بود خردمند را .

مسئلهٔ هفتم

آنست : که از پس هر امیری جابر باشد[3] یا عادل ، نماز روا بود. زیرا که طاعت داشتن سلطان فریضه است وترك وی[4] ، عاصی شدن ومعصیت است و بدعت .

و هر که سلطان را طاعت ندارد آن هوادار باشد . زیرا که حق تعالی فرموده در کتاب خود که : یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اَطِیعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِی[5] الاَمرِ مِنکُم[6] . ای مؤمنان ! خدای [۲۳] عزوجل را طاعت دارید و رسول را طاعت دارید ! و امیران را طاعت دارید .

رسول گفت علیه الصلوة و السلام : که دعای بد کردن مر امیرانرا بدعت است . وگفت : یارب ! مر امیران را نیك گردان ! و جاهلان را به

۱ـ ب: جاودانه . ۲ـ ب : ندارد . ۳ـ ب : بود . ٤ـ ب : و دروی .
٥ـ اصل و ب : اولوا ؟ ٦ـ قرآن ـ النساء ٥٩ .

ایشان مسلط مگردان !

ورسول گفت علیه السلام : اگر نه امیران[۱] ونه فقیها(ن) بودی نتوانستندی[۲] که خدای را عزوجل باخلاص پرستند[۳] .

و خواجه حسن بصری[۴] رحمة الله علیه گفت : اگر مرا کسی گوید[۵] : که یکی دعای تو مستجاب خواهد شد ، من آن دعا[۶] سلطان را کنم . زیرانکه چون آن دعا خود را کنم ، یك تن را دعا کرده باشم . واگر مادر و پدر[۷] را دعا کنم ، دوتن را خواسته باشم . وچون سلطان را دعا کنم ، جملهٔ خلق را خواسته باشم[۸] . چون در صلاح سلطان ، صلاح مؤمنان است . و در فساد آن فساد مؤمنانست[۹] .

و باید که چون رفضیان[۱۰] نباشی که ایشان بر سلطان بیرون آیند و شمشیر کشند . وبه هیچ وجه بر سلطان عاصی نباید شد . اگر عدل کند مزد و ثواب یابد . و اگر ظلم کند ، بزه[۱۱] و عذاب آنرا بکشد[۱۲] .

۱- بالای این کلمه بخط غیر از متن در اصل نوشته‌اند : در دنیا بودی .
۲- ب : شما نتوانستندی .
۳- ب : پرستندی . محشی در اصل اضافه کرده : واگر علم و فقیه نمی‌بودی معرفت خدا و رسول نمیشد .
۴- ابوسعید حسن بن یسار بصری (۲۱ - ۱۱۰ ه) تابعی مشهور وامام اهل بصره وفقیه زاهدی بود ، که درمدینه بدنیا آمد و در حضور حضرت علی تربیه دید ، و ربیع بن زیاد او را دربصره سکونت داد ، و از مشاهیر خطیبان و پارسایان امت است که به سیستان هم سفری برای تبلیغ دین کرده و مدتی دراینجا کاتب ربیع بود (الاعلام ۲/۲٤۲ و فتوح البلدان ٤۸۵ و تاریخ سیستان ۸۳) .
۵- اصل : گویند ؟ ب : گوید .
۶- اصل : دعای
۷- ب : اگر پدر و مادر خود را کنم دوتن را .
۸- ب : را دعا کرده باشم .
۹- ب : و در فساد او فساد مسلمانانست .
۱۰- روافض و رفضه یکی از فرق اسلامی‌اند که بازیدبن علی بن حسین بن علی (رض) درمسئله امامت مفضول باوجود فاضل اختلاف کردند و آنرا جائز ندانستند . ایشان از شیعیان کوفه بودند و چون دانستند که زید از شیخین تبراء نکرده او را بگذاشتند و لواء مخالفت افراشتند . (ترجمه ملل ونحل ۱۱۵) .
۱۱- بزه : اکنون هم بمعنی گناه مستعمل است و بزه‌کار گناه‌کار باشد .
۱۲- در اصل این کلمه را باشد هم توان خواند .

كتاب السُّنَّة

تاليف

الحافظ أبي بكر أحمد بن عمرو بن أبي عاصم

(٢٠٦ - ٢٨٧هـ)

ومعه

ظلال الجنّة في تخريج السُّنَّة

بقلم

محمد ناصر الدين الألباني

(١٣٣٢ - ١٤٢٠هـ)

المكتب الإسلامي

«لا يكون رجل على قوم [١٠٦ب]؛ إلا جاء يوم القيامة يقدمهم وهم يتبعونه، يُسأل عنهم ويسألون عنه».

* إسناده ضعيف من أجل محمد بن إسماعيل كما تقدم قبل. والحديث قال الهيثمي (٥/٢٠٨): «رواه الطبراني في «الأوسط» وفيه محمد بن إسماعيل بن عباش وهو ضعيف».

١٨٨ - (باب: ما أمر به النبي ﷺ من الصبر عندما يرى المرء من الأمور التي يفعلها الولاة)

١١٠٠ - حدثنا هُدْبَة بن خالد، حدثنا أبان بن يزيد، حدثني يحيى بن أبي كثير، أن أن رجلاً حدثه، أن أبا سلام حدثه عن أبي مالك الأشعري؛ أن رسول الله ﷺ قال:

«الصبر ضياء».

* حديث صحيح، ورجال إسناده ثقات رجال مسلم غير الرجل الذي لم يسم هنا، وقد سماه مسلم وغيره كما يأتي زيداً، وهو ابن سلام.

والحديث أخرجه أحمد (٥/٣٤٢) من طريق يحيى بن إسحاق وعفان كلاهما عن أبان بن يزيد ثنا يحيى بن أبي كثير عن أبي سلام به مرفوعاً بلفظ: الطهور شطر الإيمان... الحديث وفيه هذه الفقرة التي ساقها المصنف، وقد خرجت الحديث في «تخريج مشكلة الفقر» رقم (٥٩). وقد سقط من هذه الطريق ذكر الرجل مطلقاً. والظاهر أنه رواية يحيى بن إسحاق، فقد أعاد أحمد رواية عفان وحدها وفيها إثبات الرجل وتسميته فقال (٥/٣٤٣): ثنا عفان: ثنا أبان حدثني يحيى بن أبي كثير عن زيد عن أبي سلام به. وتابعه حبان بن هلال: حدثنا أبان: حدثنا يحيى أن زيداً حدثه به. أخرجه مسلم (١/١٤٠) والترمذي (٢/٢٦٦) وقال: «حديث صحيح».

وتابعه معاوية بن سلام عن أخيه زيد بن سلام به لكنه قال: عن جده أبي سلام عن عبدالرحمن بن غنم أن أبا مالك الأشعري حدثه به فزاد في الإسناد ابن غنم. أخرجه النسائي (١/٣٣١) بإسناد جيد.

١١٠١ - حدثنا محمد بن أبي بكر المقدمي، ثنا حماد بن زيد، ثنا الجعد أبو عثمان، ثنا أبو رجاء قال: سمعت ابن عباس يرويه عن النبي ﷺ قال:

«من رأى من أميره شيئاً يكرهه؛ فليصبر».

* إسناده صحيح على شرط الشيخين، والجعد هو ابن دينار اليشكري، وأبو رجاء اسمه عمران بن ملحان العطاردي.

والحديث أخرجه الشيخان وغيرهما وهو مخرج في «الإرواء» (٢٤٥٣).

١١٠٢ - حدثنا أبو الربيع، حدثنا حماد بن زيد، حدثنا يحيى بن سعيد، عن أنس قال:

دعا رسول الله ﷺ الأنصار ثم قال:

«أما بعد: إنكم سترون بعدي أثرة، فاصبروا حتى تلقوني».

* إسناده صحيح على شرط الشيخين، وقد أخرجه البخاري، وأبو الربيع هو سليمان بن داود العتكي الزهراني.

والحديث أخرجه البخاري (٢/ ٨١): حدثنا سليمان بن حرب قال: حدثنا حماد بن زيد به.

ثم أخرجه هو (٢/ ٢٩٣) وأحمد (٣/ ١٦٧) من طرق أخرى عن يحيى بن سعيد به.

وأخرجه البخاري ومسلم من طريق الزهري عن أنس نحوه.

ورواه قتادة عن أنس عن أسيد بن حضير مرفوعاً. وهو حديث آخر كما سبق بيانه برقم (٧٥٢) وله بعده هناك شاهد من حديث عبدالله بن زيد ﷺ.

١١٠٣ - حدثنا أبو موسى، حدثنا عبدالوهاب بن عبدالمجيد قال: سمعت يحيى بن سعيد يقول: سمعت أنس بن مالك، يحدث أن رسول الله ﷺ يقول... فذكر نحوه.

* إسناده صحيح على شرط الشيخين، وهو مكرر الذي قبله.

١١٠٤ - حدثنا وهب بن بقية، حدثنا خالد بن عبدالله، عن مطرف، عن أبي الجهم، عن خالد بن وهبان، عن أبي ذر قال: قال لي رسول الله ﷺ:

«كيف أنت يا أبا ذر؟ إذا كنت في قوم يستأثرون عليك بالفيء؟» قال: قلت: والذي بعثك بالحق إذاً آخذ سيفي فأجالدهم حتى ألحق بك. قال: «أولا أدلك على خير من ذلك؟ تصبر حتى تلقاني».

* إسناده ضعيف، رجاله كلهم ثقات غير خالد بن وهبان فإنه مجهول الحال كما تقدم ذكره في حديث آخر ساقه المصنف بهذا الإسناد (٨٩٢).

والحديث أخرجه أبو داود (٤٧٥٩) وأحمد (٥/ ١٨٠) من طرق أخرى عن مطرف به.

١١٠٥ - حدثنا عثمان بن أبي شيبة، ثنا عَبْثَر، عن مطرف، عن أبي الجهم، عن خالد بن وهبان، عن أبي ذر، عن النبي ﷺ. . . مثله.

* إسناده ضعيف لجهالة خالد بن وهبان، وهو مكرر الذي قبله.

١٨٩ - (باب: ما أمر به النبي ﷺ في الخارج على أمته)

١١٠٦ - حدثنا أبو بكر [١١٠٧] بن أبي شيبة، ثنا محمد بن بشر، عن مجالد، عن زياد بن علاقة، عن أسامة بن شريك قال: قال رسول الله ﷺ:

«من فرق بين أمتي وهم جميع، فاضربوا رأسه كائناً من كان».

* حديث صحيح، ورجاله ثقات رجال الشيخين غير مجالد وهو ابن سعيد فهو هنا من رجال مسلم، لكنه مقرون عنده، كما ذكر المنذري في آخر «ترغيبه» وليس بالقوي في حفظه، وقد خولف في إسناده كما يأتي في الكتاب بعد حديث.

على أنه قد تابعه زيد بن عطاء بن السائب فقال: عن زياد بن علاقة عن أسامة بن شريك به نحوه دون قوله: «كائناً ما كان».

أخرجه النسائي (٢/١٦٦).

لكن زيد بن عطاء هذا مجهول الحال فلا يحتج بمتابعته.

١١٠٧ - ثنا إسماعيل بن سالم الصائغ، ثنا هشيم، عن مجالد، عن زياد بن علاقة، عن أسامة بن شريك؛ أن رسول الله ﷺ قال:

«من خرج على أمتي وهم جميع، فاقتلوه كائناً من كان».

* حديث صحيح، وهو مكرر الذي قبله.

١١٠٨ - حدثنا يونس بن حبيب، ثنا أبو داود، ثنا شعبة وأبو عوانة، عن زياد بن علاقة، سمع عرفجة، سمع النبي ﷺ يقول:

«إنها ستكون هنات وهنات، فمن أراد أن يفرق أمر هذه الأمة، وهم جميع، فاضربوا رأسه بالسيف كائناً من كان».

* إسناده صحيح، رجاله كلهم ثقات رجال مسلم غير يونس بن حبيب وهو الأصبهاني راوي «مسند أبي داود الطيالسي» وهو ثقة كما قال ابن أبي حاتم.

والحديث في «مسند الطيالسي» (١٢٢٤) عن شيخيه المذكورين به. وأخرجه مسلم (٦/٢٢) بإسنادين آخرين عنهما. والنسائي (٢/١٦٦) وأحمد (٥/٢٣-٢٤) عن شعبة

السُّنَّة

لأبي بكر الخلال

للإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن محمد بن هارون بن يزيد الخلال
المتوفى سنة ٣١١ هـ

أعده للنشر
أبو عاصم الحسن بن عباس بن قطب

المجلد الأول
الأجزاء
(١-٣)

الناشر
الفاروق الحديثة للطباعة والنشر

باب الإنكار على من خرج على السلطان

(٨٥) - أخبرني جعفر المخرمي ، قال : ثنا مذكور ، قال : ثنا علي بن عاصم ، قال : ثنا أبو المعلَّى العطار ، قال : كنت أمشي مع سعيد بن جبير فنظر إلى امرأة قد تخمرت مصلبًا[١] ، فطرف لها ، فقلت : سبحان الله ، تطرف لها ، وهي منك غير محرم ، فقال : إن من المعروف ما لا يؤمر إلا بالسيف .

قال مذكور : فذكرت ذلك لأحمد بن حنبل ، فقال : سعيد بن جبير!! لم يرض فعله[٢] .

(٨٦) - أخبرنا أبو بكر المرُّوذي أن أبا عبد الله ، قال : « قد قلت لابن الكلبي صاحب الخليفة : « ما أعرف نفسي مذ كنت حدثًا إلى ساعتي هذه إلا أؤدي[٣] الصلاة خلفهم ، وأعتد إمامته ، ولا أرى الخروج عليهم »[٤] .

(٨٧) - وأخبرنا أبو بكر المروذي ، قال : سمعت أبا عبد الله « يأمر بكف الدماء ، وينكر الخروج إنكارًا شديدًا »[٥] .

(٨٨) - أخبرنا عبد الله بن أحمد ، قال : حدثني أبي قال ، ثنا معاوية بن

---

(١) في ص : مصلب .
وقوله : «مصلبًا» قال في تاج العروس : لبسة معروفة عند النساء .
(٢) جعفر المخرمي ؛ ترجمه الخطيب (٧/ ١٩٢) .
ومذكور ؛ ترجم له الخطيب في تاريخ بغداد (١٣/ ٢٦٨) .
وعلي بن عاصم بن صهيب الواسطي التيمي مولاهم ، صدوق يخطىء ويصر ، ورمي بالتشيع ، روى له د ت ق .
وأبو معلى العطار يحيى بن ميمون الضبي أبو المعلى العطار الكوفي مشهور بكنيته ثقة ، روى له خت س ق .
(٣) في ص : أدى .
(٤) تقدم قريبًا منه (١٣ ، ١٤) .
(٥) رجاله ثقات ؛ وسيأتي (١٠٧) .

هشام ، قال : ثنا سفيان ، عن منصور ، عن مجاهد ، وإبراهيم : « أنهما كرها الدم ، يعني في الفتنة »(١).

(٨٩) - أخبرني محمد بن أبي هارون ، ومحمد بن جعفر ، أن أبا الحارث حدَّثهم قال : سألت أبا عبد الله في أمر كان حدث ببغداد ، وهمَّ قوم بالخروج ، فقلت : « يا أبا عبد الله ، ما تقول في الخروج مع هؤلاء القوم ، فأنكر ذلك/(٢) عليهم ، وجعل يقول : سبحان الله ، الدماء ، الدماء ، لا أرى ذلك ، ولا آمر به ، الصبر على ما نحن فيه خير من الفتنة تسفك فيها الدماء ، وتستباح فيها الأموال ، وتنتهك فيها المحارم ، أما علمت ما كان الناس فيه - يعني : أيام الفتنة - قلت : والناس اليوم ، أليس هم في فتنة يا أبا عبد الله ؟ قال : وإن كان ، فإنما هي فتنة خاصة ، فإذا وقع السيف عمت الفتنة ، وانقطعت السبل ، الصبر على هذا ، ويسلم لك دينك خير لك . ورأيته ينكر الخروج على الأئمة ، وقال : الدماء ، لا أرى ذلك ، ولا آمر به »(٣) .

(٩٠) - وأخبرني علي بن عيسى ، قال : سمعت حنبلاً يقول في ولاية الواثق : اجتمع فقهاء بغداد إلى أبي عبد الله ، أبو بكر بن عبيد ، وإبراهيم بن علي المطبخي ، وفضل بن عاصم ، فجاءوا إلى أبي عبد الله ، فاستأذنت لهم ، فقالوا : يا أبا عبد الله ، هذا الأمر قد تفاقم وفشا ، يعنون إظهاره لخلق القرآن وغير ذلك ، فقال لهم أبو عبدالله : «فما تريدون ؟» قالوا : أن نشاورك

(١) معاوية بن هشام القصار أبو الحسن الكوفي مولى بني أسد ويقال له : معاوية بن أبي العباس صدوق له أوهام ، روى له بخ م ٤ .

ومجاهد بن جَبْر أبو الحجاج المخزومي مولاهم المكي ثقة إمام في التفسير وفي العلم ، روى له الجماعة .

وإبراهيم بن يزيد بن قيس بن الأسود النخعي أبو عمران الكوفي الفقيه ثقة ؛ إلا أنه يرسل كثيرًا روى له الجماعة .

والأثر رواه أحمد في العلل ومعرفة الرجال (١٦٠٧) .

(٢) ٨/أ ص .

(٣) أبو الحارث : أحمد بن محمد أبو الحارث الصائغ ، ذكره أبو بكر الخلال فقال : كان أبوعبدالله يأنس به ، وكان يقدمه ويكرمه ، وكان عنده بموضع جليل ، وروى عن أبي عبد الله مسائل كثيرة ، بضعة عشر جزءاً ، وجوّد الرواية عن أبي عبد الله. طبقات الحنابلة (١/ ٧٤) ، المقصد الأرشد (١/ ١٦٣) .

في أنا لسنا نرضى بإمرته ، ولا سلطانه ، فناظرهم أبو عبد الله ساعة ، وقال لهم : «عليكم بالنكرة بقلوبكم ، ولا تخلعوا يدًا من طاعة ، ولا تشقوا عصا المسلمين ، ولا تسفكوا دماءكم ودماء المسلمين معكم ، انظروا في عاقبة أمركم ، واصبروا حتى يستريح بر ، أو يستراح من فاجر» ، ودار في ذلك كلام كثير لم أحفظه ومضوا ، ودخلت أنا وأبي على أبي عبد الله بعدما مضوا ، فقال أبي لأبي عبد الله : نسأل الله السلامة لنا ولأمة محمد ﷺ ، وما أحب لأحد أن يفعل هذا ، وقال أبي : يا أبا عبد الله ، هذا عندك صواب ، قال : «لا ، هذا خلاف الآثار التي أمرنا فيها بالصبر» ، ثم ذكر أبوعبدالله قال : قال النبي صلى الله عليه وسلم : « إن ضربك فاصبر ، وإن .. وإن فاصبر » ، فأمر بالصبر ، قال عبدالله بن مسعود ... وذكر كلامًا لم أحفظه[1].

(٩١) - أخبرني عبد الملك الميموني ، قال : ثنا ابن حنبل ، قال : ثنا سفيان ، قال : « لما قتل الوليد بن يزيد كان بالكوفة رجل كان يكون بالشام

---

(١) الواثق : كان الواثق من أشد الناس في القول بخلق القرآن ، يدعو إليه ليلاً ونهارًا، سرًا وجهارًا ، اعتمادًا على ما كان عليه أبوه قبله ، وعمه المأمون ، من غير دليل ولا برهان، ولا حجة ولا بيان، ولا سنة ولا قرآن .

قال الحافظ ابن كثير في البداية والنهاية في أحداث سنة (٢٣١) : وفيها كانت وفاة الخليفة الواثق بن محمد المعتصم بن هارون الرشيد أبي جعفر هارون الواثق.

كان هلاكه في ذي الحجة من هذه السنة بعلة الاستسقاء، فلم يقدر على حضور العيد عامئذ، فاستناب في الصلاة بالناس قاضيه أحمد بن أبي دؤاد الأيادي المعتزلي.

توفي لست بقين من ذي الحجة، وذلك أنه قوي به الاستسقاء فأقعد في تنور قد أحمي له بحيث يمكنه الجلوس فيه ليسكن وجعه، فلان عليه بعض الشيء اليسير، فلما كان من الغد أمر بأن يحمى أكثر من العادة فأجلس فيه ثم أخرج نوضع في محفة فحمل فيها وحوله أمراؤه ووزراؤه وقاضيه، فمات وهو محمول فيها، فما شعروا حتى سقط جبينه على المحفة وهو ميت، فغمض القاضي عينيه بعد سقوط جبينه، وولي غسله والصلاة عليه ودفنه في قصر الهادي، عليهما من الله ما يستحقانه.

وكان أبيض اللون مشربًا حمرة ، جميل المنظر ، خبيث القلب ، حسن الجسم ، سيئ الطوية ، قائم العين اليسرى، فيها نكتة بيضاء، وكان مولده سنة ست وتسعين ومائة بطريق مكة، فمات وهو ابن ست وثلاثين سنة، ومدة خلافته خمس سنين وتسعة أشهر وخمسة أيام، وقيل سبعة أيام وثنتي عشرة ساعة.

فهكذا أيام أهل الظلم والفساد والبدع قليلة قصيرة. البداية والنهاية (١٠/ ٣٣٤)

أصله كوفي سديد عقله ، قال لخلف بن حوشب لما وقعت الفتنة : اجمع بقية من بقي واصنع طعامًا ، فجمعهم ، فقال سليمان : « أنا لكم النذير ، كف رجل يده ، وملك لسانه ، وعالج قلبه »[١] .

(٩٢) - فأخبرني منصور بن الوليد النيسابوري/[٢] ، قال : ثنا القاسم بن محمد المروزي ، قال : ثنا أحمد ، قال : ثنا سفيان ، فذكر مثله سواء.

قال القاسم : قال أحمد : « انظروا إلى الأعمش ، ما أحسن ما قال ، مع سرعته وشدة غضبه »[٣] .

(٩٣) - أخبرني حرب بن إسماعيل الكرماني ، قال : ثنا عباس - يعني - العنبري ، قال : قال ابن داود : « كان الحسن بن صالح إذا ذكر عثمان سكت يعني لم يترحم عليه ، وترك الحسن بن صالح الجمعة سبع سنين ، فأخبرنا أبو بكر المروذي ، أن أبا عبد الله ذكر الحسن بن صالح ، فقال : « كان يرى السيف - ولا يرضى مذهبه - وسفيان أحب إلينا منه ، وقد كان ابن حي ترك الجمعة بآخره ، وقد كان أفتن الناس بسكوته وورعه ، وذكر أيضًا الحسن بن صالح - يعني : مرة أخرى - فقال : قد كان أبو فلان - سمّاه - من أهل

---

(١) الوليد بن يزيد بن عبد الملك بن مروان بن الحكم : الخليفة الفاسق ، أبو العباس ، ولد سنة تسعين ؛ واستخلف سنة خمس وعشرين ومائة ، وكان فاسقًا شريبًا للخمر ، منتهكًا حرمات الله، أراد الحج ليشرب فوق ظهر الكعبة ، فمقته الناس لفسقه وخرجوا عليه . وقد ورد في مسند أحمد حديث : «ليكونن في هذه الأمة رجل يقال له : الوليد ، لهو أشد على هذه الأمة من فرعون لقومه». وقال الذهبي : لم يصح عن الوليد كفر ولا زندقة ، بل اشتهر بالخمر والتلوط ، فخرجوا عليه لذلك : قتل في جمادى الآخرة سنة ست وعشرين .

وخلف بن حوشب الكوفي ثقة ، روى له خت عس .

وسليمان : هو الأعمش .

والأثر رواه ابن بطة في الإبانة (٧٦٨) ، ورواه ابن عساكر في تاريخ دمشق (٦٣/ ٣٤٨) ، وأورده الذهبي في تاريخ الإسلام (١/ ٩٦٥) .

(٢) ٨ب/ص .

(٣) منصور بن الوليد النيسابوري ؛ لم أجد من ترجم له .

والقاسم بن محمد المروزي : ذكره أبو بكر الخلال فقال: من أصحاب أبي عبد الله المتقدمين ، سمع من أبي عبد الله التاريخ قديمًا ، وقد كان قدم ههنا ، وحدث =

الكوفة قد خرج مع أبي السرايا وأصحابه ، وحكى [أمرًا قذرًا][١] ، قلت : كيف احتملوه ، فسكت »[٢] .

(٩٤) - وأخبرنا أبو بكر المروذي ، قال : ثنا أبو هشام ، قال : سمعت يحيى بن آدم أيام أبي السرايا يقول : « هاهنا قوم يتحلون قول الحسن بن صالح بن حي قد هلكوا » ، وسمعت الحسن بن صالح يقول : لا أخرج ، وإمام قائم ، ولا أخرج إلا في فرقة ، ولا أخرج إلا في جند يوازي عدوي ، لا ألقي بيدي إلى التهلكة ، ولا أخرج إلا مع إمام فيه شرائع السنن كلها ، إن

= عنه أبوبكر المروذي.

(١) في ص : أمر قذر .

(٢) حرب بن إسماعيل الكرماني ، ذكره أبو بكر الخلال فقال: رجل جليل ، حدثني أبو بكر المروذي على الخروج إليه وقال حرب : سمعت أحمد بن حنبل يقول : الناس يحتاجون إلى العلم مثل الخبز والماء ؛ لأن العلم يحتاج إليه في كل ساعة ، والخبز والماء في كل يوم مرة أو مرتين. قال الذهبي : قلت: «مسائل» حرب من أنفس كتب الحنابلة، وهو كبير في مجلدين. قلت: عُمِّرَ وقارب التسعين، وما علمت به بأسا، رحمه الله تعالى. السير (١٣/ ٢٤٤) .

وعباس العنبري : ابن عبد العظيم بن إسماعيل العنبري أبو الفضل البصري ثقة حافظ ، روى له خت م ٤ .

وابن داود ؛ هو عبد الله بن داود بن عامر الهمداني أبو عبد الرحن الخريبي كوفي الأصل ثقة عابد .

أبو السرايا هو السري بن منصور ، كان قائد جيوش محمد بن إبراهيم بن إسماعيل بن الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب ، والقائم بأمره ، من بني شيبان من ولد هانئ بن قبيصة بن هانئ بن مسعود ، أقام شرق الفرات ، وكان يخيف السابلة ، وكان خروجه سنة (١٩٩هـ) .

والحسن بن صالح بن حي ؛ قال الذهبي : الإمام القدوة أبو عبد الله الهمداني الكوفي الفقيه العابد ولد سنة مائة ، قال أبو نعيم : كتبت عن ثمان مائة محدث ، فما رأيت أفضل من الحسن بن صالح ، وقال أبو حاتم : ثقة حافظ متقن ، وقال أحمد بن حنبل : ثقة ، وقال وكيع : جزأ هو وأمه وأخوه الليل مثالثة للعبادة ، فماتت فقسما الليل بينهما ، فمات علي فقام الحسن بالليل كله. عن أبي سليمان الداراني قال : ما رأيت من الخوف أظهر عليه من الحسن بن صالح ، قام ليلة بـ﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ①﴾ فغشي عليه ، فلم يختمها إلى الفجر ، وعن الحسن قال : ربما أصبحت ما معي درهم ، وكان الدنيا كلها قد حيزت لي . وعنه قال : إن الشيطان يفتح للعبد تسعة وتسعين بابا من الخير ، يريد بها بابا من الشر ، روى عباس عن ابن معين قال : يكتب رأي الأوزاعي ، ورأي الحسن =

كانت السنن مائة شريعة ، وكان فيه منها تسعة وتسعين شريعة لم أخرج معه[١] .

(٩٥) - وأخبرنا أبو بكر المروذي ، أنه قال لأبي عبد الله : إن وهب بن بقية حكى أن خالدًا[٢] لما كان زمان المبيضة أنكر خالد على من خرج ، وقال : رأيت إنسانًا[٣] معه رمحين ؛ فأدخلته دكان الطحان فكلمته ، فقال أبو عبد الله : « عبّاد كان ؟ » قلت : نعم[٤] .

= ابن صالح، وقال أبو زرعة : اجتمع في الحسن بن حي إتقان وفقه وعبادة وزهد ، وكان وكيع يشبهه بسعيد بن جبير ، وقال أبو نعيم : ما كان بدون الثوري في الورع والقوة ، وما رأيت إلا من غلط في شيء غير الحسن بن صالح ، وقال ابن عدي : لم أر له حديثًا منكرًا يجاوز المقدار ، قلت : أما علي أخوه فمات كهلاً قبل أوان الرواية ، سنة أربع وخمسين ، أرخه أحمد بن حنبل ، وقال أبو نعيم : مات الحسن سنة سبع وستين ومائة .

قال الذهبي : قلت : مع جلالة الحسن وإمامته كان فيه خارجية ، فقال الخريبي : ترك الجمعة ، وجاء فلان فناظره ليلة ، فذهب الحسن إلى ترك الجمعة معهم ، والخروج عليهم بالسيف - يعني الظَّلَمَة - تذكرة الحفاظ (١/٢١٦) .

(١) إسناده ضعيف .

أبو هشام : محمد بن يزيد بن محمد بن كثير العجلي ، أبو هشام الرفاعي الكوفي ، قاضي المدائن، ليس بالقوي ، وذكره ابن عدي في شيوخ البخاري ، وجزم الخطيب بأن البخاري روى عنه ، لكن قد قال البخاري : رأيتهم مجمعين على ضعفه ، روى له مسلم ، وأبو داود وابن ماجه .

وأما يحيى بن آدم بن سليمان الكوفي أبو زكريا مولى بني أمية فثقة حافظ فاضل ، روى له الجماعة .

(٢) في ص : خالد ، وهو خطأ .

(٣) في ص : إنسان ، وهو خطأ .

(٤) وهب بن بقية بن عثمان الواسطي أبو محمد يقال له : وهبان ، ثقة ، روى له م د س .

وخالد : هو ابن عبد الله بن عبد الرحمن بن يزيد الطحان الواسطي المزني مولاهم : ثقة ثبت ، من الثامنة ، روى له الجماعة .

والمُبَيِّضة بكسر الباء فرقة من الثنوية ، وهم أصحاب المُقنّع ، سُمّوا بذلك لتبييضهم ثيابهم ، خلافاً للمُسَوِّدة من أصحاب الدولة العباسية (٧/١٢٢) ، وكان زعيمهم المعروف بالمقنع رجلاً أعور ، فصاروا بمرو من أهل قرية يقال لهم : كازه كيمن دات ، وكان قد عرف شيئًا من الهندسة والحيل والنيرنجات ، وكان على دين الرزامية بمرو ، ثم ادعى لنفسه الإلهية ، واحتجب عن الناس ببرقع من حرير ، واغتر به أهل جبل إيلاق ، وقوم من الصغد ، ودامت فتنته على المسلمين مقدار أربع عشرة سنة ، وعاونه كفرة ...

(٩٦) - وأخبرنا أبو بكر المرُّوذي ، قال : ثنا أبو هشام ، قال : ثنا ابن يمان ، عن سفيان ، قال : أتاه رجل في زمن هارون ، فقال له : إن هذا الرجل قد خرج ، وأظهر ما ترى من العدل ، فما ترى في الخروج معه ؟ فقال له سفيان : « كفيتك هذا الأمر ، ونقرت لك عنه ، اجلس في بيتك »/(١)(٢) .

(٩٧) - وأخبرنا أبو بكر المرُّوذي ، قال : سمعت أبا عبد الله ، وذكر عنده عبدالله بن مغفل ، فقال : لم يتلبس بشيء من الفتن ، وذكر رجل آخر ، فقال : رحمه الله مات مستورًا(٣) قبل أن يبتلى بشيء من الدماء(٤) .

= الأتراك الخلجية على المسلمين للغارة عليهم، وهزموا عساكر كثيرة من عساكر المسلمين فى أيام المهدى بن المنصور ، وكان المقنع قد أباح لأتباعه المحرمات ، وحرم عليهم القول بالتحريم ، وأسقط عنهم الصلاة والصيام وسائر العبادات ، وزعم لأتباعه أنه هو الإله ، وأنه كان قد تصور مرة فى صورة آدم ، ثم تصور فى وقت آخر بصورة نوح ، وفى وقت آخر بصورة إبراهيم ، ثم تردد فى صور الأنبياء إلى محمد ، ثم تصور بعده فى صورة على ، وانتقل بعد ذلك فى صور أولاده ، ثم تصور بعد ذلك فى صورة أبى مسلم ، ثم إنه زعم أنه فى زمانه الذى كان فيه قد تصور بصورة هشام بن حكيم ، وكان اسمه هاشم بن حكيم ، وقال : إنى إنما انتقل فى الصور لأن عبادى لا يطيقون رؤيتى فى صورتى التى أنا عليها ، ومن رآنى احترق بنورى ، وكان له حصن عظيم وثيق ، بناحية «كثير ويخشب» ، فى جبل يقال له : «سيام» ، وكان عرض جدار سورها أكثر من مائة آجرة ، وكان معه أهل الصغد والأتراك الخلجية ، وجهز المهدى إليهم صاحب جيشه معاذ بن مسلم فى سبعين ألف من المقاتلة، وأتبعهم لسعيد بن عمرو الحرشى ، ثم أفرد سعيدًا بالقتال ، وبتدبير الحرب ، فقاتله سنين ، واتخذ سعيد من الحديد والخشب مائتى سلم ليضعها على عرض خندق المقنع ؛ ليعبر عليها رجاله ، واستدعى من مولتان الهند عشرة آلاف جلد جاموس وحشاها رملًا ، وكبس بها خندق المقنع ، وقاتل جند المقنع من وراء خندقه ، فاستأمن منهم إليه ثلاثون ألفًا ، وقتل الباقون منهم ، وأحرق المقنع نفسه فى تنور فى حصنه ، قد أذاب فيه النحاس مع السكر حتى ذاب فيه ، وافتتن به أصحابه بعد ذلك ؛ لما لم يجدوا له جثة ، ولا رمادًا ، وزعموا أنه صعد إلى السماء ، واتباعه اليوم فى جبال إيلاق ، أكره أهلها ، ولهم فى كل قرية من قراهم مسجد ، لا يصلون فيه ، ولكن يكترون مؤذنًا يؤذن فيه ، وهم يستحلون الميتة والخنزير ، وكل واحد منهم يستمتع بامرأة غيره .

(١) ١٩/أ ص .

(٢) ابن يمان هو يحيى بن يمان العجلي الكوفي ، صدوق عابد ، يخطىء كثيرًا ، وقد تغير ، روى له بخ م .

(٣) في ص : مستور ، وهو خطأ .

(٤) عبد الله بن مغفل بن عبد نهم أبو عبد الرحمن المزني صحابي بايع تحت الشجرة =

كيف تصنع ؟» قال : قلت : الله ورسوله أعلم ، قال : « تدخل بيتك » قال : قلت : يا رسول الله ، فإن أتي عليَّ ؟ قال : « تأتي من أنت منه » قال : فأحمل السلاح ؟ قال : « إذًا شاركت القوم » قلت : كيف أصنع يا رسول الله ؟ قال : « إن خفت أن يبهرك شعاع السيف فألق طائفة من ثوبك على وجهك ، يبوء بإثمك وإثمه »[١] .

(١) إسناده صحيح على شرط مسلم .

أبو عمران عبد الملك بن حبيب الأزدي أو الكندي أبو عمران الجوني مشهور بكنيته ثقة : روى له الجماعة .

وعبد الله بن الصامت الغفاري البصري ثقة : خت م ٤ .

والحديث رواه أبو عمرو الداني في الفتن (١/١٦٨) ، ورواه أحمد (٤/١٦٣) ، ثنا عبدالعزيز بن عبدالصمد العمى ، ثنا أبو عمران الجوني ، عن عبد الله بن الصامت ، عن أبي ذر قال : كنت خلف النبي ﷺ حين خرجنا من حاشي المدينة فقال : «يا أبا ذر ؛ صل الصلاة لوقتها ، وإن جئت وقد صلى الإمام كنت قد أحرزت صلاتك قبل ذلك ، وإن جئت ولم يصل صليت معه وكانت صلاتك لك نافلة ، وكنت قد أحرزت صلاتك ، يا أبا ذر ؛ أرأيت إن الناس جاعوا حتى لا تبلغ مسجدك من الجهد ، أو لا ترجع إلى فراشك من الجهد ، فكيف أنت صانع ؟» قال : قلت : الله ورسوله أعلم : قال : «تصبر» قال : « يا أبا ذر ؛ أرأيت إن الناس ماتوا حتى يكون البيت بالعبد فكيف أنت صانع ؟ » قال : قلت : الله ورسوله أعلم : قال : «تعفف» : قال : « يا أبا ذر ؛ أرأيت إن الناس قتلوا حتى يغرق حجارة الزيت من الدماء كيف أنت صانع ؟ » قات : الله ورسوله أعلم : قال : « تدخل بيتك » قلت : يا رسول الله ؛ فإن أنا دخل على قال : «تأتي من أنت منه» قال : قلت : وأحمل السلاح ؟ قال : « إذن شاركت» قال : قلت : كيف أصنع يا رسول الله ؟ قال : «إن خفت أن يبهرك شعاع السيف فالق طائفة من ردائك على وجهك يبوء بإثمك وإثمه» .

ورواه أحمد (٥/١٤٩) ثنا مرحوم ، ثنا أبو عمران الجوني ، عن عبد الله بن الصامت ، عن أبي ذر قال : ركب رسول الله ﷺ حمارًا وأردفني خلفه ، وقال : « يا أبا ذر ؛ أرأيت إن أصاب الناس جوع شديد لا تستطيع أن تقوم من فراشك إلى مسجدك كيف تصنع ؟ » قال : الله ورسوله أعلم. قال : « تعفف » قال : « يا أبا ذر ؛ أرأيت إن أصاب الناس موت شديد يكون البيت فيه بالعبد يعنى القبر كيف تصنع ؟ » قلت : الله ورسوله أعلم : قال : «اصبر» : قال : «يا أبا ذر ؛ أرأيت إن قتل الناس بعضهم بعضًا يعنى حتى تغرق حجارة الزيت من الدماء ، كيف تصنع؟ » قال : الله ورسوله أعلم : قال : «اقعد في بيتك واغلق عليك بابك » قال : فإن لم أترك؟ قال : «فائت من أنت منهم فكن فيهم » قال : فآخذ سلاحي ؟ قال : «إذن تشاركهم فيما هم فيه ، ولكن إن خشيت أن يروعك شعاع السيف فالق طرف ردائك على وجهك حتى يبوء بإثمه وإثمك» .

(١٠٥) - أخبرنا سليمان بن الأشعث أبو داود ، قال : سمعت أبا عبد الله ذكر حديث صالح بن كيسان ، عن الحارث بن فضيل الخطمي ، عن جعفر بن عبد الله ابن الحكم ، عن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمة ، عن أبي رافع ، عن عبد الله ابن مسعود ، عن النبي عليه السلام : « يكون أمراء يقولون ما لا يفعلون ، فمن جاهدهم بيده ... » . قال أحمد : جعفر هذا هو أبو عبد الحميد بن جعفر ، والحارث بن فضيل ليس بمحمود الحديث ، وهذا الكلام لا يشبهه كلام ابن مسعود(١) .

=ورواه أبو داود (٤٢٦١) ، وابن ماجه (٣٩٥٨) (١٣٠٨/٢) ، وابن حبان (٦٦٨٥) (٧٨/١٥) ، والحاكم (١٦٩/٢) ، وابن أبي شيبة في المصنف (٤٤٨/٧) والروايات مطولة ومختصرة .

(١) صالح بن كيسان : ثقة ثبت .

والحارث بن فضيل : الأنصاري الخطمي أبو عبد الله المدني ، قال النسائي : ثقة ، وكذا قال عثمان الدارمي عن ابن معين : وقال مهنا عن أحمد : ليس بمحفوظ الحديث . وقال أبوداود عن أحمد : ليس بمحمود الحديث . وذكره ابن حبان في الثقات : التهذيب (٢/ ١٣٤) .

وجعفر بن عبد الله : ثقة .

وعبد الرحمن بن المسور : قال في التهذيب : ذكره ابن حبان في الثقات ، وقال ابن سعد : أمه أمة الله بنت شرحبيل بن حسنة ، وتوفي بالمدينة سنة تسعين وكان قليل الحديث ، وكذا أرخه غير واحد روى له مسلم حديثًا واحدًا في الإيمان : وقال الذهبي في الكاشف (٣٣١١) : ثقة .

وحديث : صالح بن كيسان رواه مسلم (٨٠) : حدثني عمرو الناقد ، وأبو بكر بن النضر ، وعبد بن حميد واللفظ لعبد قالوا : حدثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد قال : حدثني أبي ، عن صالح بن كيسان ، عن الحارث ، عن جعفر بن عبدالله بن الحكم ، عن عبدالرحمن بن المسور ، عن أبي رافع ، عن عبدالله بن مسعود أن رسول الله ﷺ قال: «ما من نبي بعثه الله في أمة قبلي إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويقتدون بأمره ، ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما لا يؤمرون ، فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن ، وليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل» قال أبو رافع : فحدثت عبدالله بن عمر فأنكره علي، فقدم ابن مسعود فنزل بقناة فاستتبعني إليه عبدالله بن عمر يعوده ، فانطلقت معه فلما جلسنا سألت ابن مسعود عن هذا الحديث ؟ فحدثنيه كما حدثته ابن عمر ، قال صالح : وقد تحدث بنحو ذلك عن أبي رافع .

قال النووي في شرح مسلم (٢٨/٢) : «وقد قال أبوعلي الجياني عن أحمد بن حنبل - =

ابن مسعود يقول : قال رسول الله ﷺ : « اصبروا حتى تلقوني » .

= رحمه الله - قال : هذا الحديث غير محفوظ . قال : وهذا الكلام لا يشبه كلام ابن مسعود ، وابن مسعود يقول : اصبروا حتى تلقونى . هذا كلام القاضي رحمه الله ، وقال الشيخ أبو عمرو : وهذا الحديث قد أنكره أحمد بن حنبل - رحمه الله - وقد روى عن الحارث هذا جماعة من الثقات ، ولم نجد له ذكرًا في كتب الضعفاء ، وفي كتاب ابن أبي حاتم عن يحيى بن معين : أنه ثقة ، ثم إن الحارث لم ينفرد به ، بل توبع عليه على ما أشعر به كلام صالح بن كيسان المذكور ، وذكر الإمام الدارقطني رحمه الله في كتاب العلل أن هذا الحديث قد روى من وجوه أخر منها ، عن أبي واقد الليثي ، عن ابن مسعود ، عن النبي ﷺ وأما قوله : «اصبروا حتى تلقوني» فذلك حيث يلزم من ذلك سفك الدماء أو إثارة الفتن أو نحو ذلك : قد ورد في هذا الحديث من الحث على جهاد المبطلين باليد واللسان ، فذلك حيث لا يلزم منه إثارة فتنة على أن هذا الحديث مسوق فيمن سبق من الأمم ، وليس فى لفظه ذكر لهذه الأمة هذا آخر كلام الشيخ أبى عمرو ، وهو ظاهر ، كما قال . وقدح الإمام أحمد - رحمه الله - في هذا بهذا عجب والله أعلم : وأما الحواريون المذكورون فاختلف فيهم ، فقال الأزهري وغيره : هم خلصان الأنبياء وأصفياؤهم ، والخلصان الذين نقوا من كل عيب ، وقال غيرهم : أنصارهم ، وقيل : المجاهدون . وقيل : الذين يصلحون للخلافة بعدهم قوله ﷺ «ثم أنها تخلف من بعدهم خلوف» الضمير في أنها هو الذى يسميه النحويون ضمير القصة والشأن ، ومعنى تخلف تحدث ، وهو بضم اللام ، وأما الخلوف فبضم الخاء وهو جمع خلف بإسكان اللام ، وهو الخالف بشر ، وأما بفتح اللام فهو الخالف بخير ، هذا هو الأشهر ، وقال جماعة وجماعات من أهل اللغة - منهم أبو زيد : يقال : كل واحد منهما بالفتح والإسكان ، ومنهم من جوز الفتح في الشر ، ولم يجوز الإسكان في الخير والله أعلم» اهـ.

وأما حديث ابن مسعود : «اصبروا حتى تلقوني» فلم أره من حديثه ، وقد ثبت من حديث أنس ، وأسيد بن الحضير .

أما حديث أنس فرواه البخاري (٢٢٤٧) حدثنا سليمان بن حرب ، حدثنا حماد ، عن يحيى بن سعيد قال : سمعت أنسًا رضي الله عنه قال : أراد النبي ﷺ أن يقطع من البحرين فقالت الأنصار : حتى تقطع لإخواننا من المهاجرين مثل الذي تقطع لنا : قال : «سترون بعدي أثرة فاصبروا حتى تلقوني» : ورواه أيضًا (٢٢٤٨ ، ٢٩٩٢) ورواه أحمد (٣/ ١١١ ، ١٦٧ ، ١٨٢) .

وأما حديث أسيد بن الحضير : فرواه البخاري (٣٥٨١) حدثنا محمد بن بشار ، حدثنا غندر ، حدثنا شعبة ، قال : سمعت قتادة عن أنس بن مالك ، عن أسيد بن حضير رضي الله عنهما : أن رجلًا من الأنصار قال : يا رسول الله ! ألا تستعملني كما استعملت فلانًا ؟ قال : «ستلقون بعدي أثرة فاصبروا حتى تلقوني على الحوض» . وطرفه (٦٦٤٨) : ورواه أحمد (٤/ ٣٥١ ، ٣٥٢).

وأما حديث ابن مسعود فرواه البخاري (٦٦٤٤) : حدثنا مسدد ، حدثنا يحيى =

٤- شرح السنة للمزني

للإمام

إسماعيل بن يحيى المزني

(١٧٥-٢٦٤هـ)

١٥- وَالطَّاعَةُ لأُولِي الأَمرِ فِيمَا كانَ عِندَ الله عَزَّوَجَلَّ مَرضِيًّا، وَاجتِنَابُ مَا كَانَ عِندَ اللهِ مُسخِطًا.

١٨- وَلَا تَرْكُ حُضُورِ الجُمُعَةِ، وَصَلَاةٌ مَعَ بَرِّ هَذِهِ الأُمَّةِ وَفَاجِرِهَا لَازِمٌ، مَا كَانَ مِنَ البِدعَةِ بَرِيئًا، فَإِنِ ابتَدَعَ ضَلَالًا فَلَا صَلَاةَ خَلفَهُ، وَالجِهَادُ مَعَ كُلِّ إِمَامٍ عَدلٍ أَو جَائِرٍ، وَالحَجُّ.

وَتَركُ الخُرُوجِ عِندَ تَعَدِّيهِم وَجَورِهِم، وَالتَّوبَةُ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ كَيمَا يَعطِفَ بِهِم عَلَى رَعِيَّتِهِم.

٩- كتاب اعتقاد أهل السنة

للإمام

أبي بكر أحمد بن إبراهيم الإسماعيلي

(٢٧٧-٣٧١هـ)

وَقَالَ لَهُم: ﴿قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [الفتح: ١٦].

وَالَّذِينَ كَانُوا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَحيَاءً خُوطِبُوا بِذَلِكَ لَمَّا تَخَلَّفُوا عَنهُ، وَبَقِيَ مِنهُم فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكرٍ وَعُمَرَ وَعُثمَانَ رضي الله عنهم فَأَوجَبَ لَهُم بِطَاعَتِهِم إِيَّاهُمُ الأَجرَ، وَبِتَركِ طَاعَتِهِمُ العَذَابَ الأَلِيمَ، إِيذَانًا مِنَ اللهِ عز وجل بِخِلَافَتِهِم رضي الله عنهم، وَلَا جَعَلَ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِأَحَدٍ مِنهُم؛ فَإِذَا ثَبَتَ خِلَافَةُ وَاحِدٍ مِنهُم، انتَظَمَ مِنهَا خِلَافَةُ الأَربَعَةِ.

٤٣- وَيَرَونَ الصَّلَاةَ -الجُمُعَةَ وَغَيرَهَا- خَلفَ كُلِّ إِمَامٍ مُسلِمٍ بَرًّا كَانَ أَو فَاجِرًا، فَإِنَّ اللهَ عز وجل فَرَضَ الجُمُعَةَ وَأَمَرَ بِإِتيَانِهَا فَرضًا مُطلَقًا، مَعَ عِلمِهِ تَعَالَى بِأَنَّ القَائِمِينَ يَكُونُ مِنهُمُ الفَاجِرُ وَالفَاسِقُ، فَلَم يَستَثنِ وَقتًا دُونَ وَقتٍ، وَلَا أَمرًا بِالنِّدَاءِ لِلجُمُعَةِ دُونَ أَمرٍ.

٤٤- وَيَرَونَ جِهَادَ الكُفَّارِ مَعَهُم، وَإِن كَانُوا جَوَرَةً.

٤٥- وَيَرَونَ الدُّعَاءَ لَهُم بِالإِصلَاحِ وَالعَطفِ إِلَى العَدلِ.

٤٦- وَلَا يَرَونَ الخُرُوجَ بِالسَّيفِ عَلَيهِم.

٤٧- وَلَا القِتَالَ فِي الفِتنَةِ.

٤٨- وَيَرَونَ قِتَالَ الفِئَةِ البَاغِيَةِ مَعَ الإِمَامِ العَدلِ، إِذَا كَانَ وَوُجِدَ عَلَى شَرطِهِم فِي ذَلِكَ.

٤٩- وَيَرَونَ الدَّارَ دَارَ إِسلَامٍ، لَا دَارَ كُفرٍ - كَمَا رَأَتهُ المُعتَزِلَةُ - مَا دَامَ النِّدَاءُ بِالصَّلَاةِ وَالإِقَامَةِ ظَاهِرَينِ، وَأَهلُهَا مُمَكَّنِينَ مِنهَا آمِنِينَ.

٥٠- وَيَرَونَ أَنَّ أَحَدًا لَا تُخلِصُ لَهُ الجَنَّةُ وَإِن عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ، إِلَّا بِفَضلِ اللهِ وَرَحمَتِهِ الَّتِي يَخُصُّ بِهِمَا مَن يَشَاءُ، فَإِنَّ عَمَلَهُ لِلخَيرِ وَتَنَاوُلَهُ الطَّاعَاتِ إِنَّمَا كَانَ عَن فَضلِ اللهِ الَّذِي لَو لَم يَتَفَضَّل بِهِ عَلَيهِ لَم يَكُن لِأَحَدٍ عَلَى اللهِ حُجَّةٌ وَلَا عَتبٌ.

٨- عقيدة الرَّازِيَّيْنِ (أبي حاتم وأبي زرعة)

للإمامين

أبي حاتم الرازي (ت : ٢٧٥ هـ)

وأبي زرعة الرازي (١٩٤ - ٢٦٤هـ)

وَالمِيزَانُ الَّذِي لَهُ كِفَّتَانِ يُوزَنُ فِيهِ أَعْمَالُ العِبَادِ - حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا - حَقٌّ.

وَقَالَا: وَالحَوضُ المُكَرَّمُ بِهِ نَبِيُّنَا ﷺ حَقٌّ.

وَالشَّفَاعَةُ حَقٌّ، وَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ يَخرجُونَ مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ حَقٌّ.

وعَذَابُ القَبْرِ حَقٌّ.

وَمُنْكَرٌ وَنَكِيرٌ حَقٌّ.

وَالكِرَامُ الكَاتِبُونَ حَقٌّ.

وَالبَعْثُ مِنْ بَعْدِ المَوْتِ حَقٌّ.

وَقَالَا: وَأَهْلُ الكَبَائِرِ فِي مَشِيئَةِ الله عَزَّ وَجَلَّ.

وَلَا نُكَفِّرُ أَهْلَ القِبْلَةِ بِذُنُوبِهِمْ، وَنَكِلُ سَرَائِرَهُمْ إِلَى الله عَزَّ وَجَلَّ.

وَنُقِيمُ فَرْضَ الجِهَادِ وَالحَجِّ مَعَ أَئِمَّةِ المُسْلِمِينَ فِي كُلِّ دَهْرٍ وَزَمَانٍ.

وَلَا نَرَى الخُرُوجَ عَلَى الأَئِمَّةِ، وَلَا القِتَالَ فِي الفِتْنَةِ، وَنَسْمَعُ وَنُطِيعُ لِمَنْ وَلَّاهُ الله أَمْرَنَا، وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ.

وَأَنَّ الجِهَادَ مَاضٍ مُنذُ بَعَثَ الله نَبِيَّهُ ﷺ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ مَعَ أُولِي الأَمْرِ مِن أَئِمَّةِ المُسلمِينَ، لَا يُبطِلُهُ شَيْءٌ، وَالحَجُّ كَذَلِكَ.

وَدَفْعُ الصَّدَقَاتِ مِنَ السَّوَائِمِ إِلَى أُولِي الأَمرِ مِنْ أَئِمَّةِ المُسلمِين.

وَنَتَّبِعُ السُّنَّةَ وَالجَمَاعَةَ، وَنَجتَنِبُ الشُّذُوذَ وَالفُرْقَةَ وَالخِلَافَ.

وَقَالَا: وَالنَّاسُ مُؤمِنُونَ فِي أَحكَامِهِم وَمَوَارِيثِهِم، وَلَا يُدرَى مَا هُم عِندَ الله، فَمَن قَالَ: إِنَّهُ مُؤمِن حَقًّا فَهُوَ مُبتَدِع، وَمَن قَالَ: هُو مُؤمن عِندَ الله فَهُوَ مِنَ الكَاذِبِينَ، وَمَن قَالَ: إِنِّي مُؤمن بِالله فَهُوَ مُصِيبٌ.

وَالمُرجِئَةُ مُبتَدِعَةٌ ضُلَّالٌ، وَالقَدَرِيَّةُ ضُلَّالٌ، وَأَنَّ الجَهمِيَّةَ كُفَّارٌ، وَأَمَّا الرَّافِضَةُ رَفَضُوا الإِسْلَامَ، وَالخَوَارِجُ مُرَّاقٌ.

وَمَن زَعَمَ أَنَّ القُرآنَ مَخلُوقٌ فَهُو كَافِرٌ بِالله العَظِيمِ كُفرًا يَنقُلُ عَنِ المِلَّةِ، وَمَن

بين العبارتين ذواتي الخطين تناقض فتدبر

أصل السُّنَّة واعتقاد الدِّين

للإمام عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي
المتوفى ٣٢٧هـ

تحقيقه: أحمد فريد المزيدي

ونقيم فرض الجهاد والحج مع أئمة المسلمين في كل دهر وزمان.

ولا نرى الخروج على الأئمة ولا القتال في الفتنة.

ونسمع ونطيع لمن ولاه الله أمرنا ولا ننزع يدًا من طاعة (٢).

ونتبع السنة والجماعة، ونجتنب الشذوذ والخلاف والفرقة (٣).

وأن الجهاد ماض منذ بعث الله عز وجل نبيه ﷺ إلى قيام الساعة مع أولي الأمر من أئمة المسلمين، لا يبطله شيء (٤).

والحج كذلك.

ودفع الصدقات من السوائم إلى أولي الأمر من أئمة المسلمين.

التمهيد

لما في الموطأ من المعاني والأسانيد

تأليف

الإمام الحافظ أبي عمر يوسف بن عبد الله
ابن محمد بن عبد البر النمري القرطبي
(٣٦٨ - ٤٦٣ هـ)

الجزء الثالث والعشرون

بتحقيق

سعيد أحمد أعراب

1410هـ - 1990م

في خلافة عبد الملك، فحدث رجل من التابعين عن رسول الله ﷺ أنه قال: اعبدوا(387) ربكم ولا تشركوا به شيئا، وأقيموا الصلاة، وآتوا الزكاة، وأطيعوا الأمراء، فإن كان خيرا فلكم، وإن كان شرا فعليهم وأنتم منه(388) براء. قال(389) الشعبي: كذبت، لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف.

وأما قوله: في العسر واليسر، والمنشط والمكره، فمعناه: فيما تقدر عليه وإن شق علينا أو يسر بنا، وفيما نحبه وننشط له، وفيما نكرهه ويثقل علينا؛ وعلى هذا المعنى جاء حديث ابن عمر عن النبي ﷺ في ذلك :

حدثنا أحمد بن قاسم ومحمد بن إبراهيم، قال حدثنا محمد بن معاوية، قال حدثنا محمد بن يحيى المروزي، قال حدثنا سعيد بن سليمان، قال حدثنا ليث بن سعد، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبي ﷺ قال: على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب أو كره.

وروى عبد الرحمان بن مهدي عن سفيان الثوري عن محمد بن المنكدر قال: قال ابن عمر حين بويع يزيد بن معاوية: إن كان خيرا رضينا، وإن كان بلاء صبرنا.

وأما قوله: وأن لا ننازع الأمر أهله، فاختلف الناس في ذلك، فقال قائلون: أهله أهل العدل والإحسان والفضل والدين، فهؤلاء لا ينازعون

---

(387) اعبدوا ربكم: أ، اعبدوا الله ربكم: ي.
(388) منهم: أ، منه: ي - وهي الصواب.
(389) قال: أ، فقال: ي.

لأنهم أهله؛ وأما أهل الجور والفسق والظلم، فليسوا له بأهل؛ ألا ترى إلى قول الله - عزوجل - لإبراهيم عليه السلام - قال: ﴿إني جاعلك للناس إماما، قال: ومن ذريتي؟ قال: لا ينال عهدي الظالمين﴾.(390) وإلى منازعة الظالم الجائر، ذهبت طوائف من المعتزلة وعامة الخوارج. وأما أهل الحق وهم أهل السنة، فقالوا: هذا هو الاختيار: أن يكون الإمام فاضلا عدلا محسنا، فإن لم يكن، فالصبر على طاعة الجائرين من الأئمة أولى من الخروج عليه؛ لأن في منازعته والخروج عليه استبدال الأمن بالخوف،(391) ولأن ذلك يحمل على هراق الدماء وشن الغارات والفساد في الأرض، وذلك أعظم من الصبر على جوره وفسقه، والأصول تشهد والعقل والدين أن أعظم المكروهين أولاهما بالترك؛ وكل إمام يقيم الجمعة والعيد، ويجاهد العدو ويقيم الحدود على أهل العداء، وينصف الناس من مظالمهم بعضهم لبعض، وتسكن له الدهماء وتأمن به السبل، فواجب طاعته في كل ما يأمر به من الصلاح أو من المباح.

حدثني خلف بن أحمد، حدثنا أحمد بن مطرف، حدثنا أيوب بن سليمان ومحمد بن عمر قالا: حدثنا أبو زيد عبد الرحمان بن إبراهيم، قال حدثنا عبيد الله بن موسى عن الأعمش عن زيد بن وهب عن عبد الرحمان بن عبد رب الكعبة عن عبد الله بن عمرو بن العاصي قال: كنا مع رسول الله ﷺ في سفر، فنزلنا منزلا، فمنا من ينتضل،

(390) الآية: 124 - سورة البقرة.

(391) من الخوف: أ. بالخوف: ى.

شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة

من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة
والتابعين ومن بعدهم

تأليف

الشيخ الإمام العالم الحافظ أبي القاسم هبة الله
ابن الحسن بن منصور الطبري اللالكائي
رحمه الله تعالى المتوفى ٤١٨

حقق نصوصه وخرج أحاديثه وآثاره وعلق عليه
أبو مالك أحمد بن علي بن المثنى
آل القفيلي الرياشي
غفر الله له ولوالديه ولجميع المسلمين

الجزء السابع

دار النصيحة
المدينة النبوية

[١٠١] [سياق ما روي عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في طاعة الأئمة، والأمراء، ومنع الخروج عليهم]

١٩٥٨/١ - أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِالرَّحمَنِ، قَالَ: أَخبَرَنَا يَحيَى بنُ مُحَمَّدِ بنِ صَاعِدٍ، قَالَ: أَخبَرَنَا عَمرُو بنُ عَلِيٍّ، قَالَ: أَخبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابنِ جُرَيجٍ/ح/(١).

٢/ - وَأَخبَرَنَا عُبَيدُاللهِ بنُ أَحمَدَ، وَعُبَيدُاللهِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ جَعفَرٍ، قَالَا: أَخبَرَنَا الحُسَينُ بنُ إِسمَاعِيلَ، قَالَ: أَخبَرَنَا زَيدُ بنُ أَخزَمَ، قَالَ: أَخبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابنِ جُرَيجٍ، عَن زِيَادِ بنِ سَعدٍ، عَنِ ابنِ شِهَابٍ، عَن أَبِي سَلَمَةَ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَن أَطَاعَنِي، فَقَد أَطَاعَ اللهَ، وَمَن عَصَانِي، فَقَد عَصَى اللهَ، وَمَن أَطَاعَ أَمِيرِي، فَقَد أَطَاعَنِي، وَمَن عَصَى أَمِيرِي، فَقَد عَصَانِي»(٢). لَفظُهُمَا سَوَاءٌ.

[فَائِدَةٌ]: قَالَ أَبُو القَاسِمِ بنُ عَسَاكِرٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى في "تاريخ دمشق" (ج٢٥ص:٣٦١-٣٦٢): أَنبَأَنَا أَبُو مُحَمَّدُ بنُ صَابِرٍ، وَأَبُو القَاسِمِ الحَسَنُ بنُ أَحمَدَ بنِ تَمِيمٍ، قَالَا: أَنبَأَنَا أَبُوالقَاسِمِ بنُ أَبِي العَلَاءِ قِرَاءَةً: أَنبَأَنَا أَبُو القَاسِمِ هِبَةُ اللهِ بنُ الحَسَنِ بنِ مَنصُورٍ الطَّبَرِيُّ إِجَازَةً: أَنبَأَنَا مُحَمَّدُ بنُ الحُسَينِ الفَارِسِيُّ، أَنبَأَنَا مُحَمَّدُ بنُ جَعفَرِ بنِ مِلَاسٍ بِدِمَشقَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا الوَلِيدُ بنُ مُسلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمرٍو الأَوزَاعِيُّ، عَن إِسحَاقَ بنِ عَبدِاللهِ بنِ أَبِي طَلحَةَ، عَن أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ أَنَّهُ ذَكَرَ الدَّجَّالَ، قَالَ: يَخرُجُ مَعَهُ، يَعنِي: سَبعُونَ أَلفًا مِن يَهُودِيَّةِ أَصبَهَانَ، عَلَيهِمُ الطَّيَالِسَةُ.

(١) هذا حديث صحيح.

أخرجه أبو طاهر المخلص: شيخ المصنف في "المخلصيات" (ج٢برقم:١٣٩٦): من طريق يحيى بن محمد بن صاعد، به مثله.

(٢) هذا حديث صحيح.

أخرجه أبو عوانة الإسفرايني (ج٤برقم:٧٠٨١)، وأبو محمد الفاكهي في "الفوائد" (برقم:٢٤١): من طريق عبدالملك بن عبدالعزيز بن جريج، به نحوه.

١٩٦٥ - أَخبَرَنَا عُمَرُ بنُ زَكَّارٍ، أَخبَرَنَا الحُسَينُ بنُ إِسمَاعِيلَ، قَالَ: أَخبَرَنَا عَلِيُّ بنُ مُسلِمٍ، قَالَ: أَخبَرَنَا ابنُ أَبِي فُدَيكٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبدُاللهِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ عُروَةَ، عَن هِشَامِ بنِ عُروَةَ، عَن أَبِي صَالِحٍ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ؛ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «سَيَأتِيكُم بَعدِي وُلَاةٌ، فَيَلِيكُمُ البَرُّ مِنهُ بِبِرِّهِ، وَيَلِيكُمُ الفَاجِرُ بِفُجُورِهِ، وَاسمَعُوا لَهُم، وَأَطِيعُوا، فِي كُلِّ مَا وَافَقَ الحَقَّ، وَصَلُّوا وَرَاءَهُم، فَإِن أَحسَنُوا، فَلَهُم، وَإِن أَسَاءُوا، فَلَكُم، وَعَلَيهِم»(١).

١٩٦٦ - أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَلِيِّ بنِ عَبدِاللهِ، قَالَ: أَخبَرَنَا أَحمَدُ بنُ عَمرٍو، قَالَ: أَخبَرَنَا يُونُسُ بنُ عَبدِالأَعلَى، قَالَ: أَخبَرَنَا ابنُ وَهبٍ، قَالَ: أَخبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ، عَنِ العَلَاءِ بنِ الحَارِثِ، عَن مَكحُولٍ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ؛ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

أخرجه أبو بكر البيهقي في «دلائل النبوة» (ج٦ص:٥٤١): من طريق أبي العباس محمد بن يعقوب الأصم، عن أبي عتبة الحمصي، به نحوه.

❁ وأخرجه الترمذي (برقم:٢٦٧٦)، وأبو بكر بن أبي عاصم في «السُّنَّة» (ج١برقم:٢٧)، وفي (ج٢برقم:١٠٣٧)، ومحمد بن نصر المروزي في «السُّنَّة» (برقم:٧٢)، والطبراني في «الشاميين» (ج٢برقم:١١٨٠): من طريق بقية بن الوليد الشامي، به نحوه.

❁ وأخرجه المصنف رَحِمَهُ ٱللَّهُ تعالى (ج١برقم:٧٤): من طريق ثور بن يزيد الكلاعي، به نحوه.

(١) هذا حديث ضعيف جدًّا.

أخرجه أبو الحسن الدارقطني في «السُّنن» (ج٢برقم:١٧٥٩): من طريق علي بن مسلم الطوسي، به.

❁ وأخرجه أبو الفضل الزهري (ج١برقم:٢٢٧): من طريق محمد بن إسماعيل بن أبي فديك، به.

❁ وأخرجه أبو القاسم الطبراني في «الأوسط» (ج٦برقم:٦٣١٠): من طريق عبدالله بن محمد بن يحيى بن عروة بن الزبير، به نحوه.

❁ وفي سنده: عبدالله بن محمد بن يحيى بن عُروة بن الزبير المدني، قال أبو حاتم بن حبان: يروي الموضوعات، عن الثقات. وقال أبو حاتم الرازي: متروك الحديث. وساق ابنُ عديٍّ له أحاديث، ثُمَّ قال: عامتُها مما لا يتابعه عليه الثقات.انتهى من «الميزان» (ج٢ص:٤٨٦).

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الجِهَادُ وَاجِبٌ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ: بَرًّا كَانَ، أو فَاجِرًا، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسلِمٍ: بَرًّا كَانَ، أو فَاجِرًا، وَإِن عَمِلَ الكَبَائِرَ»(١).

---

(١) هذا حديث إسناده منقطع.

أخرجه أبو داود (برقم: ٥٩٤، ٢٥٣٣)، ومن طريقه: البيهقي في "السُّنن الكبير" (ج٣ص: ١٧٣)، وفي "الشعب" (ج١١برقم: ٨٨٠٥)،

❁ وأخرجه الإمام الدارقطني رَحِمَهُ اللَّهُ تعالى في "السُّنن" (ج٢برقم: ١٧٦٨): من طريق عبدالله بن وهب المصري، به نحوه.

❁ وفي سنده: مكحول الشامي أبو عبدالله الفقيه رَحِمَهُ اللَّهُ، وهو ثقة؛ لكنه كثير الارسال، ولم يسمع من أبي هريرة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَاللهُ أَعلَمُ.

❁ [مَسأَلَةٌ]: قَالَ أبو مَالِكٍ بنُ القُفَيلِيِّ: هَذَا الحَدِيثُ، وَالَّذِي قَبلَهُ، وَإِن كَانَا ضَعِيفَينِ، إِلَّا أَنَّ مِن أُصُولِ أَهلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ السَّلَفِيِّينَ: السَّمعَ وَالطَّاعَةَ لِوُلَاةِ الأُمُورِ، فَإِنَّهُم يَعتَقِدُونَ وُجُوبَ الحَجِّ، وَإِقَامَةَ الجُمُعَةِ وَالجَمَاعَةِ مَعَهُم، وَصَلَاةَ الأَعيَادِ، وَالجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَقِتَالَ أَهلِ البَغيِ، أَبرَارًا كَانُوا، أو فُجَّارًا، وَكَذَلِكَ أَهلُ السُّنَّةِ السَّلَفِيُّونَ يَصبِرُونَ عَلَى أَذَى السُّلطَانِ، لِأَنَّهُم يَحرِصُونَ عَلَى جَمعِ الكَلِمَةِ، وَوَحدَةِ صُفُوفِ المُسلِمِينَ عَلَى الحَقِّ، وَفِي ضَوءِ الكِتَابِ وَالسُّنَّةِ؛ لِمَا فِي ذَلِكَ مِن حَقنِ دِمَاءِ المُسلِمِينَ، وَصِيَانَةِ أَعرَاضِهِم، وَأَموَالِهِم؛ لِأَنَّ فِي الخُرُوجِ عَلَى الوُلَاةِ سَفكًا لِلدِّمَاءِ، وَإِزهَاقًا لِلأَروَاحِ، وَانتِهَاكًا لِلأَعرَاضِ، وَنَهبًا لِلأَموَالِ، وَالتَّشرِيدَ لِعَامَّةِ المُسلِمِينَ، وَقَطعَ الطُّرُقَاتِ وَالسُّبُلِ، مِن قِبَلِ الفِرَقِ الضَّالَّةِ، وَاللُّصُوصِ، وَقُطَّاعِ الطُّرُقِ، وَهَذَا جُرمٌ عَظِيمٌ، لَا يُبَرِّرُهُ الظُّلمُ وَالعَسفُ الَّذِي يَرتَكِبُهُ الأُمَرَاءُ الظَّلَمَةُ.

❁ قَالَ شَيخُ الإِسلَامِ ابنُ تَيمِيَّةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَهُوَ يُقَرِّرُ عَقِيدَةَ أَهلِ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ: (وَيَرَونَ إِقَامَةَ الحَجِّ، وَالجِهَادِ، وَالجُمَعِ، وَالأَعيَادِ، مَعَ الأُمَرَاءِ: أَبرَارًا كَانُوا، أو فُجَّارًا، وَيُحَافِظُونَ عَلَى الجَمَاعَاتِ، وَيَدِينُونَ بِالنَّصِيحَةِ لِلأُمَّةِ). انتهى من "الواسطية" ضمن "مجموع الفتاوى" (ج٣ص: ١٥٨).

❁ وَقَالَ أبو إِسمَاعِيلَ المُزَنِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: (وَالطَّاعَةُ لِأُولِي الأَمرِ، فِيمَا كَانَ عِندَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مَرضِيًّا، وَاجتِنَابُ مَا كَانَ عِندَ اللهِ مُسخِطًا، وَتَركُ الخُرُوجِ عِندَ تَعَدِّيهِم وَجَورِهِم، وَلَا يَترُكُ حُضُورَ صَلَاةِ الجُمُعَةِ، وَصَلَاتُهَا مَعَ بَرِّ هَذِهِ الأُمَّةِ، وَفَاجِرِهَا لَازِمٌ، وَالجِهَادُ مَعَ كُلِّ إِمَامٍ، عَدلٍ، أو جَائِرٍ، وَالحَجُّ، هَذِهِ مَقَالَاتٌ، وَأَفعَالٌ اجتَمَعَ عَلَيهَا المَاضُونَ الأَوَّلُونَ مِن أَئِمَّةِ الهُدَى) انتهى كلامه ملخصًا من "شرح السُّنَّة" (ص: ٨٤-٨٩).

الشيخ الإمام أبي القاسم هبة الله بن الحسن الطبري اللالكائي رحمه الله (٤١)

١٩٦٧/١ — أخبرنا محمد بن عبدالرحمن، قال: أخبرنا يحيى بن محمد بن صاعد، قال: أخبرنا يوسف بن موسى/ح/.

٢/ — وأخبرنا عبدالعزيز بن محمد، أخبرنا الحسين بن إسماعيل، قال: أخبرنا يوسف بن موسى، قال: أخبرنا مسلم بن إبراهيم الأزدي، قال: أخبرنا الحارث بن نبهان الجرمي، قال: حدثنا عتبة بن يقظان، عن أبي سعد، عن مكحول، عن واثلة بن الأسقع؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: «لا تكفروا أهل ملتكم، وإن عملوا الكبائر، وصلوا خلف كل إمام، وصلوا على كل ميت، وجاهدوا مع كل أمير»[1].

❁ وقال الإمام أبو عبدالله بن أبي زمنين رحمه الله تعالى: ومن قول أهل السنة: أن صلاة الجمعة، والعيدين، وعرفة، مع كل أمير: بر، أو فاجر، من السنة والحق، وأن من صلى معهم، ثم أعادها، فقد خرج من جماعة من مضى، من صالح سلف هذه الأمة، وذلك أن الله تبارك وتعالى، قال: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَ﴾.

❁ وقد علم جل ثناؤه، حين افترض عليهم السعي إليها، وإجابة النداء لها: أنه يصليها بهم من نجري الولاة، وفساقها، من لم يجهله، فلم يكن ليفترض على عباده، السعي إلى ما لا يجزيهم شهوده، ويجب عليهم إعادته، وقضاتهم، وحكامهم، ومن استخلفوه على الصلاة، والصلاة وراءهم جائزة. انتهى من "أصول السنة" (ص:٢٤١) بتحقيقي.

(١) هذا حديث ضعيف جدًا، وإسناده منقطع.

أخرجه أبو عبدالله بن ماجه (برقم:١٥٢٥): من طريق مسلم بن إبراهيم الفراهيدي، به نحوه.

❁ وأخرجه أبو الحسن الدارقطني رحمه الله في "السنن" (ج٢برقم:١٧٦٦، ١٧٦٨): من طريق الحارث بن نبهان الجرمي؛ به نحوه.

❁ وفي سنده: الحارث بن نبهان الجرمي، وهو متروك.

❁ وفيه -أيضًا-: عتبة بن يقظان الراسبي، وهو ضعيف.

❁ وأبو سعد، ويقال: أبو سعيد، الشامي مجهول، تفرد بالرواية عنه: عتبة بن يقظان.

❁ ومكحول أبو عبدالله الشامي الفقيه، لم يسمع من أبي هريرة رضي الله عنه، والله أعلم.

الله بَوَاحًا. يَعنِي: خَالِصًا[(١)(٢)].

١٩٧٠- أخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِالرَّحمنِ، قَالَ: أخبَرَنَا عَبدُاللهِ بنُ مُحَمَّدٍ البَغوِيُّ[(٣)]، قَالَ: أخبَرَنَا دَاودُ بنُ رُشَيدٍ، قَالَ: أخبَرَنَا الوَلِيدُ، عَنِ ابنِ ثَوبَانَ، عَن حَسَّانَ بنِ عَطِيَّةَ، عَن نَافِعٍ؛ أنَّ ابنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّي مَعَ ابنِ الزُّبَيرِ، إذَا أصَابَ الوَقتَ، وَمَرَّةً مَعَ الحَجَّاجِ، إذَا أصَابَ الوَقتَ، وَأنَّ ابنَ الزُّبَيرِ، قَالَ: أمِنِّي أنتَ؟ قَالَ: لَا مِنكَ، وَلَا عَلَيكَ! وَأنَّ الحَجَّاجَ، قَالَ: أمِنِّي أنتَ؟ قَالَ: لَا مِنكَ، وَلَا عَلَيكَ![(٤)].

---

(١) في "الحُجَّة": (أي: جِهَارًا)، وهو أوجه.

(٢) هذا أثر صحيح.

أخرجه أبو القاسم الأصبهاني في "الحُجَّة" (ج٢برقم:٣٩٦): من طريق المصنف رَحِمَهُ اللهُ، به مثله.

❁ وأخرجه أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم في "مجموع مصنفاته" (برقم:٤٥): من طريق العباس بن الوليد بن مزيد البيروتي، عن عقبة بن علقمة البيروتي، به نحوه.

❁ وفي سنده: عقبة بن علقمة المعافري، قال الحافظ ابن حجر: صدوق؛ لكن كان ابنهُ مُحَمَّدٌ يُدخِلُ عَلَيهِ مَا لَيسَ مِن حَدِيثِهِ.انتهى

❁ قُلتُ: قد تقدم تخريجه (برقم:١٩٥٩): من طريق أخرى مرفوعًا، وَاللهُ أعلَمُ.

(٣) في (ز)، و(ط): (أخبرنا محمد بن عبدالله بن محمد البغوي)، وضرب على (محمد بن) الأولى في (ز).

(٤) هذا أثر منكر. ولم أجده مسندًا عند غير المصنف رَحِمَهُ اللهُ تعالى.

❁ وفي سنده: الوليد بن مسلم الدمشقي، وهو ثقة؛ لكنه كثير التدليس والتسوية، وقد عنعن.

❁ وفيه -أيضًا-: عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان العنسي أبو عبدالله الشامي الدمشقي الزاهد، وهو صدوق يخطىءُ، وَرُمِيَ بالقدر، وتغير بأَخَرَةٍ؛ وقد خولف في هذا الحديث، فقد:

❁ أخرجه ابن ماجه (برقم:٦٧١): مِن طَرِيقِ الوَلِيدِ بنِ مُسلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الأوزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا نَهِيكُ بنُ يَرِيمَ الأوزَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُغِيثُ بنُ سُمَيٍّ، قَالَ: صَلَّيتُ مَعَ عَبدِاللهِ بنِ الزُّبَيرِ، الصُّبحَ بِغَلَسٍ، فَلَمَّا سَلَّمَ، أقبَلتُ عَلَى ابنِ عُمَرَ، فَقُلتُ: مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ؟! قَالَ: هَذِهِ صَلَاتُنَا كَانَت مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ، وَأبِي بَكرٍ، وَعُمَرَ، فَلَمَّا طُعِنَ عُمَرُ، أسفَرَ بِهَا عُثمَانُ. وإسناده صـ

شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة ٤٤

١٩٧١- أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْوَكِيلِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مِهْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْمُثَنَّى، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِاللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ -وَالْحَجَّاجُ مُحَاصِرُهُ- فَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي مَعَ ابنِ الزُّبَيْرِ، فَإِذَا فَاتَتْهُ مَعَ ابنِ الزُّبَيْرِ، فَسَمِعَ مُؤَذِّنَ الْحَجَّاجِ، يُصَلِّي مَعَ الْحَجَّاجِ، فَقِيلَ لَهُ: أَتُصَلِّي مَعَ ابنِ الزُّبَيْرِ، وَمَعَ الْحَجَّاجِ؟! فَقَالَ: إِذَا دَعَونَا إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ أَجَبنَا، وَإِذَا دَعَونَا إِلَى الشَّيطَانِ، تَرَكْنَاهُم[١].

---

(١) هذا أثر صحيح، وإسناده ضعيف جدًا.

أخرجه أبو سليمان الخطابي في "العزلة" (ص:١٥): مِن طَرِيقِ أَبِي سَعِيدٍ الحَارِثِيِّ كُرَيزَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ القَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ مِهرَانَ بنِ مُسلِمِ بنِ المُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنِي مُسلِمٌ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبدِاللهِ بنِ الزُّبَيرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ... فَذَكَرَهُ؛ وَزَادَ: وَكَانَ يَنعَى ابنَ الزُّبَيرِ عَن طَلَبِ الخِلَافَةِ، وَالتَّعَرُّضِ لَهَا.

۞ وفي سنده: محمد بن مهران بن مسلم بن المثنى البصري، عن جده: أبي المثنى، قال أبو زرعة الرازي رَحِمَهُ اللَّهُ تعالى: وَاهٍ. وقد لينه عبدالرحمن بن مهدي، ووثقه يحيى بن معين، فيما حكاه ابن القطان.انتهى من "الميزان" (ج٤ص:٣٦).

۞ وأخرجه أبو بكر بن المنذر في "الأوسط" (ج٤برقم:١٨٥٤): مِن طَرِيقِ خَالِدِ بنِ الحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو المُثَنَّى: رَجُلٌ مِن أَهلِ الكُوفَةِ، عَن مُسلِمٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبدِاللهِ بنِ الزُّبَيرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ... فَذَكَرَهُ. وإسناده صحيح.

۞ وأبو المثنى، هو: مسلم بن المثنى، ويقال: ابن مهران بن المثنى القرشي الكوفي المؤذن، وهو ثقة.

۞ وأخرجه تمام الرازي في "الفوائد" (ج٢برقم:١٥٦٠): مِن طَرِيقِ مُحَمَّدِ بنِ إِسحَاقَ، عَن إِبرَاهِيمَ ابنِ أَبِي عَبلَةَ، قَالَ: بَعَثَنِي عَبدُالمَلِكِ بنُ مَروَانَ إِلَى الحَجَّاجِ، وَهُوَ مُحَاصِرٌ ابنَ الزُّبَيرِ، فَرَأَيتُ ابنَ عُمَرَ، إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ، وَهُوَ فِي عَسكَرِ الحَجَّاجِ، صَلَّى مَعَهُ، وَإِذَا حَضَرَ البَيتَ، صَلَّى مَعَ ابنِ الزُّبَيرِ.

۞ وفي سنده: محمد بن إسحاق بن يسار المدني، وهو صدوق، لكنه مدلس، وقد عنعن.

۞ وأخرجه البيهقي في "السنن الكبير" (ج٣ص:١٧٣): مِن طَرِيقِ الوَلِيدِ بنِ مُسلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبدِالعَزِيزِ التَّنُوخِيُّ، عَن عُمَيرِ بنِ هَانِئٍ، قَالَ: بَعَثَنِي عَبدُالمَلِكِ بنُ مَروَانَ بِكُتُبٍ إِلَى

١٩٧٢ - أخبرَنا عُبيدُاللهِ بنُ مُحمَّدِ بنِ أحمَدَ، أخبرَنا مُحمَّدُ بنُ جعفرٍ، قالَ: أخبرَنا بِشرُ بنُ مَطرٍ[1]، قالَ: أخبرَنا سُفيانُ بنُ عُيينةَ، عَنِ الزُّهريِّ، عَن عَطاءِ بنِ يَزيدَ: أنَّ أبا أيُّوبَ غَزا مَعَ يَزيدَ بنِ مُعاوِيَةَ فِي البَحرِ[2].

١٩٧٣ - أخبرَنا مُحمَّدُ بنُ الحُسينِ الفارِسِيُّ، قالَ: أخبرَنا أحمَدُ بنُ سَعيدٍ، قالَ: أخبرَنا مُحمَّدُ بنُ يَحيَى، قالَ: أخبرَنا عَبدُالرَّزّاقِ، قالَ: أخبرَنا مَعمَرٌ، عَنِ الزُّهريِّ، عَن مَحمُودِ بنِ الرَّبيعِ: أنَّ أبا أيُّوبَ كانَ يَغزُو مَعَ يَزيدَ بنِ مُعاوِيَةَ[3].

الحجَّاج، فأتيتُه، وقد نصَبَ علَى البيتِ أربعينَ منجنيقًا، فرأيتُ ابنَ عمرَ، إذا حضرَتِ الصَّلاةُ مَعَ الحجَّاجِ، صلَّى معَهُ، وإذا حضرَ ابنُ الزُّبيرِ، صلَّى معَهُ.

۞ قالَ أبو سُليمانَ الخطَّابيُّ رَحِمَهُ اللهُ: وكانَ ابنُ عمرَ مِن أشدِّ الصَّحابةِ حذرًا مِنَ الوُقوعِ فِي الفِتَنِ، وأكثرِهِم تحذيرًا للنَّاسِ مِنَ الدُّخولِ فيها، وبقِيَ إلى أيَّامِ فتنةِ ابنِ الزُّبيرِ، فلم يُقاتِل معَهُ، ولم يُدافِع عنهُ، إلَّا أنَّهُ كانَ يشهدُ الصَّلاةَ معَهُ، فإذا فاتَتهُ، صلَّاها مَعَ الحجَّاجِ، وكانَ يقولُ: إذا دَعَونا إلى اللهِ، أجبناهُم، وإذا دَعَونا إلى الشَّيطانِ، ترَكناهُم. انتهى من «العزلة» (ص:١٤-١٥).

(١) في (ط)، و(س): (عيسى بن مطر)، وهو تحريف.

(٢) هذا أثر صحيح.

أخرجه أبو بكر بن أبي عاصم في «الآحاد والمثاني» (ج٣برقم:١٨٧٨): مِن طريقِ مُحمَّدِ بنِ يَحيَى بنِ أبي عُمرَ العَدَنيِّ، عَن سُفيانَ بنِ عُيينةَ، عَنِ الزُّهريِّ، عَن عَطاءِ بنِ يَزيدَ، قالَ: سَمِعتُ أبا أيُّوبَ الأنصاريَّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، وكانَ يزيدُ غزا في البحرِ، فغزا معَهُ أبو أيُّوبَ.

۞ قالَ أبو بكرٍ القاضِي: وغَزا يَزيدُ بنُ مُعاوِيَةَ في سَنةِ إحدَى وخَمسِينَ الصَّائفةَ، حتَّى بلَغَ القُسطَنطِينِيَّةَ، فبلَغَ القُسطَنطِينِيَّةَ، وأخَذَ بحَلقَتِها، وماتَ أبو أيُّوبَ، وأوصاهُ أبو أيُّوبَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ أن يَدفِنَهُ في أصلِ مَدينةِ القُسطَنطِينِيَّةِ، فدَفَنَهُ يَزيدُ في أصلِها. انتهى

(٣) هذا أثر صحيح.

أخرجه عبدالرزاق الصنعاني رَحِمَهُ اللهُ تعالى في «المصنف» (ج٥برقم:٩٦٠٧)،

المختار في أصول السنة

للإمام أبي علي الحسن بن البنا

المتوفى ٤٧١ هـ

تحقيق: أحمد فريد المزيدي

وأن لا يخرج على الأمراء بالسيف وإن جاروا، ولا ينزل أحدًا من أهل القبلة جنة ولا نارًا، وأن لا نكفر أحدًا وإن عملوا بالكبائر، والكف عن مساوي أصحاب رسول الله، وأفضل الناس بعد رسول الله أبو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي ﷺ.

الغُنْيَة

لطالبي طريق الحق

عز وجل

للإمام

عبد القادر بن موسى بن عبد الله الجيلاني

(٤٧٠ - ٥٦١ هـ)

طبعة جديدة مصحّحة ومفهرسة

قدّم لها وخرّج آياتها

محمّد خالد عُمَر

أعدّ فهارسها

رياض عبد الله عبد الهادي

الجزء الأول

دار إحياء التراث العربي

نطق في أصحاب رسول الله ﷺ بكلمة فهو صاحب هوى». وأهل السنة أجمعوا على السمع والطاعة لأئمة المسلمين وأتباعهم، والصلاة خلف كلّ برّ منهم وفاجر، والعادل منهم والجائر، ومن ولوه ونصبوه واستنابوه، وأن لا يقطعوا لأحد من أهل القبلة بجنة ولا

٣- أصول السنة لابن أبي زمنين

للإمام

محمد بن عبد الله بن أبي زمنين

(٣٢٤-٣٩٩)

ذكره في الشجرة ج ص ١٥٠

زمنين بفتح الميم ثم كسر النون

كذا في سير الذهبي ج ١٧ ص ١٨٩

باب
في وجوب السمع والطاعة

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللهِ فِي الأَرْضِ، وَأَنَّهُ مَنْ لَمْ يَرَ عَلَىٰ نَفْسِهِ سُلْطَانًا بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا فَهُوَ عَلَىٰ خِلَافِ السُّنَّةِ، وَقَالَ ﷻ: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن﴾ [النساء:٥٩] وَفَسَّرَ أَهْلُ العِلْمِ هَذِهِ الآيَةَ بِتَفَاسِيرَ تَئُولُ إِلَىٰ مَعْنًى وَاحِدٍ إِذَا تَعَقَّبَهَا مُتَعَقِّبٌ، كَانَ الحَسَنُ يَقُولُ: هُمُ العُلَمَاءُ، وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: هُمْ أُمَرَاءُ السَّرَايَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا، وَأَمَرَهُمْ أَنْ لَا يُخَالِفُوهُ وَأَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا وَكَانَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ يَقُولُ: هُمُ الوُلَاةُ أَلَا تَرَىٰ أَنَّهُ بَدَأَ بِهِمْ فَقَالَ: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم﴾ [النساء:٥٨] يَعْنِي: الفَيْءَ وَالصَّدَقَاتِ الَّتِي اسْتَأْمَنَهُمْ عَلَىٰ جَمْعِهَا وَقَسْمِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالعَدْلِ قَالَ: فَأَمَرَ الوُلَاةَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا نَحْنُ فَقَالَ: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن﴾ [النساء:٥٩] إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيكُمْ مَالٌ، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ﴿إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝٥٩﴾ [النساء:٥٩] عَاقِبَةً.

قَالَ مُحَمَّدٌ: فَالسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ لِوُلَاةِ الأَمْرِ أَمْرٌ وَاجِبٌ وَمَهْمَا قَصَّرُوا فِي ذَاتِهِمْ فَلَمْ يَبْلُغُوا الوَاجِبَ عَلَيْهِمْ، غَيْرَ أَنَّهُمْ يَدْعُونَ إِلَىٰ الحَقِّ، وَيُؤْمَرُونَ بِهِ، وَيَدُلُّونَ عَلَيْهِ، فَعَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَىٰ رَعَايَاهُمْ مَا حُمِّلُوا مِنَ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لَهُمْ.

١٩٩- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ وَضَّاحٍ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لَا يَزَالُ هَذَا الأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اثْنَانِ»(١)

---

(١) أخرجه البخاري (٣٥٠١)، ومسلم (١٨٢٠).

٢٠٠- ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُبَشِّرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَتَّابٍ قَالَ: قَامَ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الْأَمْرِ خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ»(١).

٢٠١- ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلَ يَزِيدُ بْنُ سَلَمَةَ الْجُعْفِيُّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ: أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا فَمَاذَا تَأْمُرُنَا؟ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ، فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا، إِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ»(٢).

٢٠٢- ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا قُلْنَا: فَمَا تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَلِكَ؟ قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللهَ الَّذِي لَكُمْ»(٣).

٢٠٣- ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوتُ إِلَّا مِيتَةً جَاهِلِيَّةً(٤).

٢٠٤- وَحَدَّثَنِي وَهْبٌ عَنِ ابْنِ وَضَّاحٍ عَنِ الصُّمَادِحِيِّ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ:

---

(١) أخرجه البخاري (٣٤٩٥)، ومسلم (١٨١٨، ١٨١٩).
(٢) أخرجه مسلم (١٨٤٦).
(٣) أخرجه البخاري (٣٦٠٣)، ومسلم (١٨٤٣).
(٤) أخرجه مسلم (١٨٤٩)، والبخاري (٧٠٥٣) نحوه.

حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ أَمَرَنِي اللهُ بِهِنَّ؛ الْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ فَمَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ الْإِسْلَامَ مِنْ رَأْسِهِ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ وَمَنِ ادَّعَىٰ دَعْوَىٰ جَاهِلِيَّةٍ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ». فَقَالَ رَجُلٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّىٰ؟ قَالَ: وَإِنْ صَامَ وَصَلَّىٰ؟ تَدَاعَوْا بِدَعْوَى اللهِ الَّذِي سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللهِ(١).

٢٠٥- ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ بْنُ يُونُسَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَىٰ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ: أَخَذَ عُمَرُ بِيَدِي فَقَالَ: يَا أَبَا أُمَيَّةَ إِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلَّنَا لَا نَلْتَقِي بَعْدَ يَوْمِنَا هَذَا، اتَّقِ اللهَ رَبَّكَ إِلَىٰ يَوْمِ تَلْقَاهُ كَأَنَّكَ تَرَاهُ وَأَطِعِ الْإِمَامَ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعًا، إِنْ ضَرَبَكَ فَاصْبِرْ، وَإِنْ أَهَانَكَ فَاصْبِرْ، وَإِنْ أَمَرَكَ بِأَمْرٍ يَنْقُصُ دِينَكَ فَقُلْ طَاعَةٌ دَمِي دُونَ دِينِي، وَلَا تُفَارِقِ الْجَمَاعَةَ(٢).

٢٠٦- ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ: لَمَّا بُويِعَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ: إِنْ كَانَ خَيْرًا رَضِينَا وَإِنْ كَانَ شَرًّا صَبَرْنَا(٣).

بَابٌ

فِي الصَّلَاةِ خَلْفَ الْوُلَاةِ

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَمِنْ قَوْلِ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ وَعَرَفَةَ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، مِنَ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ وَأَنَّ مَنْ صَلَّىٰ مَعَهُمْ ثُمَّ أَعَادَهَا فَقَدْ خَرَجَ مِنْ جَمَاعَةِ مَنْ مَضَىٰ مِنْ صَالِحِ سَلَفِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَذَلِكَ أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ قَالَ: نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ وَقَدْ عَلِمَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ حِينَ

(١) أخرجه الترمذي (٢٨٦٣)، وصححه العلامة الألباني في «صحيح وضعيف سنن الترمذي».
(٢) أخرجه ابن أبي شيبة (١٢/ ٥٤٤)، والبيهقي (٨/ ١٥٩)، وغيرهما.
(٣) أخرجه ابن أبي شيبة (١١/ ١٠٠).

افْتَرَضَ عَلَيْهِمُ السَّعْيَ إِلَيْهَا وَإِجَابَةَ النِّدَاءِ لَهَا أَنَّهُ يُصَلِّيهَا بِهِمْ مِنْ مُجْرِمِي الْوُلَاةِ وَفُسَّاقِهَا مَنْ لَمْ يَجْهَلْهُ فَلَمْ يَكُنْ لِيَفْتَرِضَ عَلَى عِبَادِهِ السَّعْيَ إِلَى مَا لَا يَجْزِيهِمْ شُهُودُهُ وَيَجِبُ عَلَيْهِمْ إِعَادَتُهُ، وَقُضَاتِهِمْ وَحُكَّامِهِمْ وَمَنِ اسْتَخْلَفُوهُ عَلَى الصَّلَاةِ، وَالصَّلَاةُ وَرَاءَهُمْ جَائِزَةٌ.

٢٠٧- وَحَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ فَحْلُونَ عَنْ يُوسُفَ بْنِ يَحْيَى الْعِنَاقِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ قَالَ: فِي تَفْسِيرِ مَا جَاءَتْ بِهِ الْآثَارُ وَأَنَّ الصَّلَاةَ جَائِزَةٌ وَرَاءَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ إِنَّمَا يُرَادُ بِذَلِكَ الْإِمَامُ الَّذِي تُؤَدَّى إِلَيْهِ الطَّاعَةُ؛ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ تَكُنِ الصَّلَاةُ وَرَاءَهُ جَائِزَةً وَرَاءَهُ مَنِ اسْتَخْلَفَ عَلَيْهَا وَخُلَفَاؤُهُمْ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ وَاسْتِبَاحَةِ الْحَرِيمِ وَتَفَتُّحِ الْفِتَنِ.

فَالصَّلَاةُ وَرَاءَهُمْ جَائِزَةٌ الْجُمُعَةُ وَغَيْرُهَا مَا صَلَّوُا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا، وَمَنْ عُرِفَ مِنْهُمْ بِبَعْضِ الْأَهْوَاءِ الْمُخَالِفَةِ لِلْجَمَاعَةِ مِثْلَ الْإِبَاضِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ فَلَا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ خَلْفَهُ أَيْضًا، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ رَحِمَهُ اللهُ وَهُوَ الَّذِي عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ.

٢٠٨- وَقَدْ حَدَّثَنِي أَسَدُ بْنُ مُوسَى قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ إِمَامٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْنِي الْوُلَاةَ»(١).

٢٠٩- أَسَدٌ قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَوَّارِ بْنِ شَبِيبٍ قَالَ: حَجَّ نَجْدَةُ الْحَرُورِيُّ فِي أَصْحَابِهِ فَوَادَعَ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَصَلَّى هَذَا بِالنَّاسِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَهَذَا بِالنَّاسِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، فَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ خَلْفَهُمَا فَاعْتَرَضَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَتُصَلِّي خَلْفَ نَجْدَةَ الْحَرُورِيِّ؟

فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا نَادَوْا حَيَّ عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ أَجَبْنَا، وَإِذَا نَادَوْا حَيَّ عَلَى قَتْلِ

---

(١) أخرجه الدارقطني (٢/ ٤٠٦)، وضعفه العلامة الألباني في «ضعيف الجامع» (٣٤٧٨).

٦

نَفْسٍ قُلْنَا: لَا، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ.

٢١٠- وَحَدَّثَنِي وَهْبٌ عَنِ الصُّمَادِحِيِّ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: كَانَ كِبَارُ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ يُصَلُّونَ الْجُمُعَةَ مَعَ الْمُخْتَارِ وَيَحْتَسِبُونَ بِهَا.

٢١١- ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ: سَأَلْتُ الْحَسَنَ فَقُلْتُ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَؤُمُّنَا أَنُصَلِّي خَلْفَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَدْ أَمَّ النَّاسَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْهُ.

٢١٢- وَحَدَّثَنِي وَهْبٌ عَنِ ابْنِ وَضَّاحٍ قَالَ: سَأَلْتُ حَارِثَ بْنَ مِسْكِينٍ هَلْ نَدَعُ الصَّلَاةَ خَلْفَ أَهْلِ الْبِدَعِ؟ فَقَالَ: أَمَّا الْجُمُعَةُ خَاصَّةً فَلَا، وَأَمَّا غَيْرُهَا مِنَ الصَّلَاةِ فَنَعَمْ.

قَالَ ابْنُ وَضَّاحٍ: وَسَأَلْتُ يُوسُفَ بْنَ عَدِيٍّ عَنْ تَفْسِيرِ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ قَالَ: الْجُمُعَةُ خَاصَّةً، قُلْتُ: وَإِنْ كَانَ الإِمَامُ صَاحِبَ بِدْعَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ؛ لِأَنَّ الْجُمُعَةَ فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ لَيْسَ تُوجَدُ فِي غَيْرِهِ.

١٣- لمعة الاعتقاد الهادي إلى سبيلِ الرشاد

للإمام

أبي محمد موفق الدين بن قدامة المقدسي

(٥٤١ - ٦٢٠ هـ)

٩٠- وَمِنَ السُّنَّةِ: السَّمعُ وَالطَّاعَةُ لِأَئِمَّةِ المُسلِمِينَ وَأُمَرَاءِ المُؤمِنِينَ، بَرِّهِم وَفَاجِرِهِم، مَا لَم يَأمُرُوا بِمَعصِيَةِ الله، فَإِنَّهُ لَا طَاعَةَ لِأَحَدٍ فِي مَعصِيَةِ الله.

٩١- وَمَن وَلِيَ الخِلَافَةَ وَاجتَمَعَ عَلَيهِ النَّاسُ وَرَضُوا بِهِ، أو غَلَبَهُم بِسَيفِهِ حَتَّى صَارَ خَلِيفَةً وَسُمِّيَ أَمِيرَ المُؤمِنِينَ؛ وَجَبَت طَاعَتُهُ وَحَرُمَت مُخَالَفَتُهُ وَالخُرُوجُ عَلَيهِ وَشَقُّ عَصَا المُسلِمِينَ.

الحجة في بيان المحجة
وشرح عقيدة أهل السنة

إملاء
الإمام الحافظ قوام السنة أبي القاسم اسماعيل
ابن محمد بن الفضل التيمي الأصبهاني المتوفى سنة ٥٣٥هـ

الجزء الثاني

تحقيق ودراسة
محمد بن محمود أبو رحيم

دار الراية
للنشر والتوزيع

ثعلبة الخشني رضي الله عنه أنّ رسول الله ﷺ قال: الجنّ(ج) على ثلاثة أصناف. فثلث لهم أجنحة يطيرون في الهواء، وثلث حيّات وكلاب، وثلث يحلّون ويظعنون.

فصـــل

في بيان منع الخروج على أولي الأمر(١)

٣٩١ - وأخبرنا هبة الله، أخبرنا عمر بن زكّار(٣)، أخبرنا الحسين بن إسماعيل، حدثنا علي بن مسلم، حدثنا ابن أبي فديك، حدثني عبد الله بن محمد بن عروة عن هشام بن عروة عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ النبي ﷺ قال: سيليكم بعدي ولاة فيليكم البرّ ببرّه، والفاجر بفجوره، فاسمعوا لهم/ وأطيعوا في كلّ ما وافق الحق، وصلّوا وراءهم فإن أحسنوا فلهم، وإن أساءوا فلكم وعليهم. (ب) [٢٢٠/د]

(ج) ١٥٧/و.

(١) وهذا هو مذهب أهل الحديث، ولم يخالف في ذلك إلاّ المعتزلة، والخوارج، والزيدية، وكثير من المرجئة والذين يرون الخروج على الإمام لإزالة أهل البغي وإقامة أهل الحقّ، أمّا الروافض فقد أبطلوا السيف حتى يظهر الإمام. وما ذكره المصنّف من أحاديث تدلّ على مراده حقّ يجب إعتقاده ما داموا محكّمين للكتاب والسنّة، ولم يأمروا بمعصية إذ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق، وأمّا ما يرتكبونه من معاصي غير مجاهرين بها فأمرهم إلى الله إن شاء عفا، وإن شاء أخذهم بها. انظر: مقالات ص/٤٥١، مختصر الأجوبة الأصولية على العقيدة الواسطية ص/١٤٩، الشريعة للآجريّ ص/٣٨ - ٤١، والشرح والإبانة لابن بطة ٢٧٦ - ٢٧٩، والطحاوية ٤٢٨ - ٤٣٠.

(٢) رواه ابن جرير والدارقطني وابن النجار عنه انظر كنز رقم ١٤٨٤٦ وقال محققه: ضعيف ولعلّه لضعف عبد الله بن محمد انظره في المغني رقم ٣٣٢٦ وقال ابن حبان عنه: يروي الموضوعات. انظر: اللسان ٣/٣٣١.

(٣) في «ب» بكّار والمثبت موافق لما في تاريخ بغداد رقم ٦٠٣٣.

٣٩٥ - قال: وأخبرنا هبة الله، قال: أخبرنا محمد بن الحسين الفارسي أخبرنا أحمد بن سعيد، حدثنا(١) أحمد(٣) حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا عبد الرزّاق أخبرنا معمر عن الزهري عن محمود بن الربيع أنّ أبا أيوب رضي الله عنه(٢) كان يغزو مع يزيد بن معاوية.

٣٩٦ - قال: وأخبرنا هبة الله، أخبرنا علي بن محمد بن أحمد بن يعقوب، حدثنا أحمد بن خالد الحروري، حدثنا محمد بن يحيى الذهلي، حدثنا قتيبة حدثنا يعقوب بن عبد الرحمن عن أبي حازم عن أبي صالح عن أبي هريرة رضي الله عنه أنّ رسول الله ﷺ قال: عليك بالطاعة في منشطك ومكرهك ويسرك، وزاد بعضهم، وعسرك وأثرة(٣) عليك.

٣٩٧ - قال: وأخبرنا هبة الله، أخبرنا محمد بن أحمد الطوسي، حدثنا محمد بن يعقوب، حدثنا العباس بن الوليد، حدثنا عقبة، أخبرني الأوزاعي حدثني جنادة قال: قال لي عبادة بن الصامت رضي الله عنه قال: عليك بالسمع والطاعة في يسرك، وعسرك، ومنشطك، ومكرهك، وأثرة عليك، ولا تنازع الأمر أهله، إلّا أن يأمرك(٤) بمعصية الله بواحاً(٥): أي جهاراً.

---

٣٩٥ - ذكره ابن الأثير في أسد الغابة ١٤٣/٥ فقال: ثمّ أنه غزا أيام معاوية أرض الروم مع يزيد بن معاوية سنة أحدى وخمسين وقيل سنة ٥٠.
(١) سقط من «جـ».
(٢) هو خالد بن زيد الأنصاري شهد سائر المشاهد مع رسول الله ﷺ توفي عند مدينة القسطنطينية سنة ٥١، وقيل سنة ٥٠ ودفن هناك. أسد الغابة ١٤٢/٥.
٣٩٦ - روى نحوه مسلم ك إمارة ح ٣٥.
(٣) أراد: اسمعوا وأطيعوا، وإن لم يصلكم حقّكم من الأمراء. النهاية ٢٢/١.
٣٩٧ - روى نحوه البخاري ك فتن ب ١ عن جنادة بن أبي أميّة.
(٤) في «جـ» يأمروك.
(٥) بواحاً: أي جهاراً من باح الشيء يبوح به إذا أعلنه. النهاية ١٦١/١.

الإبانة عن أصول الديانة

للإمام أبي الحسن علي بن إسماعيل الأشعري

بشير محمد عيون

٣٣ - ومن ديننا أن نصلي الجمعة والأعياد خلف كل برٍّ وفاجر كذلك سائر الصلوات والجماعات[١] كما روي عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أنه كان يصلي خلف الحجاج[٢].

٣٤ - وأن المسح على الخفين سنة في الحضر والسفر خلافاً لقول من أنكر ذلك[٣].

٣٥ - ونرى الدعاء لأئمة المسلمين بالصلاح والاقرار بإمامتهم، ونضليل من رأى الخروج عليهم، إذا ظهر منهم ترك الاستقامة[٤]. وندين بإنكار الخروج عليهم بالسيف، وترك القتال في الفتنة[٥].

٣٦ - ونقر بخروج الدجال[٦]، كما جاءت به الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم[٧][٨].

---

(١) قال أبو جعفر المنصور لشبيب بن شيبة التميمي، وذلك قبل ان يلي الأمر: فأما الصلاة ففرض الله تعالى. تعبد بها خلقه، فأد ما فرض الله عليك في كل وقت مع كل أحد وعلى كل حال، فإن الذي ندبك لحج بيته وحضور جماعته واعياده لم يخبرك في كتابه بانه لا يقبل منك نسكاً إلا مع أكمل المؤمنين إيماناً، ولو فعل ذلك بك ضاق عليك الأمر، فاسمح يسمح لك. اهـ. من كتاب «أبي جعفر المنصور» لعلي أدهم.

(٢) انظر «شرح الطحاوية» ص ٤١٨ - ٤٢٤.

(٣) أنكر ذلك الخوارج.

(٤) انظر «شرح الطحاوية» ص ٣٩٧ - ٤٠٢.

(٥) انظر «شرح الطحاوية» ص ٤٢٦ - ٤٣٠.

(٦) في نسخة أعاذنا الله من فتنته.

(٧) عن أنس رضي الله عنه. قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ليس من بلد إلا سيطؤه الدجال إلا مكة والمدينة، ليس لها من نقابها نقب إلا عليه الملائكة صافين يحرسونها، ثم ترجف المدينة بأهلها ثلاث رجفات، فيخرج الله كل كافر ومنافق». رواه البخاري رقم (١٨٨١) في فضائل المدينة. باب لا يدخل الدجال المدينة.

(٨) انظر «شرح الطحاوية» ص ٥٩٠ - ٥٩٤.

مركز البحوث الإسلامية
إستانبول
سلسلة عيون التراث الإسلامي
رقم ١٢

التمهيد
في بيان التوحيد

أبو شكور السالمي
(ت بعد ٤٦٠هـ / ١٠٦٨م)

تحقيق
د. عمر تركمان

مراجعة
أ. د. بكر طوبال أوغلي
أ. د. محمد آروتشي

نشريات وقف الديانة التركي

ما كان مطاعًا من جميع[1] المسلمين ومع ذلك ما صار معزولًا، فصح ما قلنا.

ولو أن الناس كلهم ارتدوا عن الإسلام فإن الإمام لا ينعزل من الإمامة، فكذلك في العصيان. ثم كل نائب من الأمراء والسلاطين فإن نيابتهم تكون صحيحة[2] وإن جاروا،[3] وأمرهم نافذ في غير[4] معصية الله وإن ظلموا، لقوله تعالى: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ﴾.[5] فكما أن أمر الإمام يوجب[6] الائتمار فكذلك أمر نائبه، فإن نائب الإمام من الإمام بمنزلة الإمام من صاحب الشرع.

ثم ترك أمر الإمام والخروجُ عليه يوجب العصيان والبدعة، فكذلك في حق النائب. الدليل عليه ما روى محمد بن سلام[7] عن عبد الرحيم بن يزيد القمي[8] عن أربعين من التابعين كلهم ممن[9] لقي بدريًا أو بدريين، كلهم رووا عن رسول الله عليه السلام أنه قال: «سبعٌ من الهدى وفيهن الجماعة، من خرج منها خرج من الجماعة: لا تشهدوا على أحد من أهل القبلة بكفر ولا بشرك ولا نفاق، وذَرُوا سرائرهم إلى الله؛ ولا تدعوا الصلاة على من مات من أهل القبلة، واشهدوا الصلوات[10] الخمس والجمعة بالجماعة[11] مع كل إمام؛ وجاهدوا مع كل خليفة برًا أو فاجرًا،[12] لكم جهادكم ولهم مأثمهم؛ ولا تخرجوا[13] على أئمتكم[14] بالسيف وإن جاروا،[15] وادعوا لهم بالصلاح والمعافاة[16] ولا تدعوا عليهم، وجانبوا الأهواء كلها فإن أولها وآخرها باطل».[17]

وروي عن النبي عليه السلام أنه قال: «من أطاعني فقد أطاع الله، / ومن عصاني فقد عصى الله، ومن أطاع الأمير فقد أطاعني، ومن عصى الأمير فقد عصاني».[18] [١٣٠ظ]

---

[1] ل: في جميع.

[2] جميع النسخ: يكون صحيحا.

[3] ر: وإن جاز.

[4] ر ل: من غير.

[5] سورة النساء، ٥٩/٤.

[6] س: وجب.

[7] هو محمد بن سلام بن فرج السلمي بالولاء البخاري، أبو عبد الله البيكندي (ت ٢٢٥هـ/٨٣٩م)، من حفاظ الحديث. كان محدث ما وراء النهر. يحفظ خمسة آلاف حديث. انظر: الأعلام للزركلي، ١٤٦/٦.

[8] هو عبد الرحيم بن زيد بن الحواري البصري، أبو زيد (ت ١٨٤هـ/٨٠٠م)؛ روى عن أبيه ومالك بن دينار. قال البخاري تركوه برواياته عن أبيه. انظر: تهذيب التهذيب لابن حجر، ٢٧٣/٦.

[9] ل - ممن.

[10] ر: الصلاة؛ ل: صلوات.

[11] س: والجماعة.

[12] ر ل: وفاجرا.

[13] س: ولا يخرجون.

[14] ل: على أمتكم.

[15] ل: ولو جاروا.

[16] ر: والمعاذات.

[17] لم نهتد إلى هذا الحديث ومكان وروده.

[18] ورد الحديث في صحيح البخاري، الجهاد ١٠٩؛ والأحكام ١١؛ وصحيح مسلم، الأمارة ٣٢-٣٣.

صحيح مسلم

للإمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري

المتوفى سنة ٢٦١ هـ

مع شرحه المسمى

إكمال إكمال المعلم

للإمام محمد بن خليفة الوشتاني الأبي

المتوفى سنة ٨٢٧ أو ٨٢٨ هـ

وشرحه المسمى

مكمل إكمال الإكمال

للإمام محمد بن محمد بن يوسف السنوسي الحسني

المتوفى سنة ٨٩٥ هـ

ضبطه وصححه

محمد سالم هاشم

الجزء السادس

يحتوي على الكتب التالية :

النذر . الأيمان . القسامة والمحاربين والقصاص والديات . الحدود

الأقضية . اللقطة . الجهاد والسير . الإمارة

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

عَلَيْنَا. وَعَلَىٰ أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ. وَعَلَىٰ أَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا. لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ.

(...) وحدّثناه ابْنُ نُمَيْرٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيسَ). حَدَّثَنَا ابن عَجْلَانَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَىٰ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ، فِي هَٰذَا الإِسْنَادِ، مِثْلَهُ.

(...) وحدّثنا ابْنُ أَبِي عُمَرَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ الْهَادِ)، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِيهِ. حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ.

٤٢ ـ (...) حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ بْنِ وَهْبِ بْنِ مُسْلِمٍ. حَدَّثَنَا عَمِّي، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ. حَدَّثَنِي بُكَيْرٌ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَىٰ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ. فَقُلْنَا: حَدِّثْنَا، أَصْلَحَكَ اللَّهُ، بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ. فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا، أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا. وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ. قَالَ: «إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْراً بَوَاحاً عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ».

ويكسرها وإسكان الثاء. حكى اللغات الثلاث في المشارق، وهو الاستئثار والاختصاص بأمور الدنيا أي اسمعوا وإن اختصوا بأمور الدنيا ولم يوصلوكم حقكم مما عندهم.

قوله: (وعلى أن لا تنازع الأمر أهله) (ع) احتج به أهل السنة على أنه لا يجوز القيام على الإمام إذا حدث فسقه بغير الكفر. وأجاب الآخرون بأنه في الإمام العدل. وقيل: إنه خطاب للأنصار أن لا ينازعوا قريشاً في الخلافة.

قوله: (وعلى أن نقول بالحق أينما كنا لا نخاف لومة لائم) (ع) فيه لزوم قول الحق والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وأن لا نداهن في ذلك ولا نخاف لومة لائم، بل نغير بكل ما نقدر عليه من قول أو فعل، إلا أن نخاف إثارة فتنة. واختلف في قول الحق عند من يخاف والإنكار عند من يتيقن أذاه. فالجمهور على أنه إن خشي المغير على نفسه أو على غيره فلا يفعل ويغير بقلبه. قال: وكان بعضهم يقول: ويغير كيف كان، وتقدم الكلام عليه في كتاب الإيمان.

قوله: (وعلى أن لا تنازع الأمر أهله) (ع) احتج به أهل السنة على أنه لا يجوز القيام على الإمام إذا حدث فسقه بغير الكفر. وأجاب الآخرون بأنه في الإمام العدل، وقيل إنه خطاب للأنصار أن لا ينازعوا قريشاً في الخلافة.

قوله: (إلا أن تروا كفراً بواحاً) (ع) هو في رواية الأشياخ بواحاً بالواو، وعند ابن أبي جعفر براحاً بالراء وهما بمعنى باح الشيء وبرح إذا ظهر وأشهر. فالمعنى إلا أن يكون كفراً ظاهراً مشتهراً. وقال ثابت: رواه النسائي بواحاً بالواو ورواه غيره براحاً بالراء هما معاً بفتح الباء. (ع) لا خلاف أنه يجب على المسلمين عزل الإمام إذا فسق بكفر، وكذلك إذا ترك إقامة الصلاة والدعاء إليها أو غيّر شيئاً من أصول الشرع. وكذلك عند الجمهور المبتدع، وقال بعض البصريين: تنعقد للمبتدع ابتداء وتستدام لأنه متأول. وقد يحتج في المبتدع بالحديث لأنه ظاهر فيما لا تأويل فيه. وإذا خلعه الناس نصبوا إماماً عدلاً أو والياً إن أمكنهم ذلك، وإن لم يتفق ذلك إلا مع طائفة وحرب وجب القيام بذلك على الكافر ولا يجب على المتبدع. وهذا إذا تخيلوا القدرة عليه، وإن تحققوا العجز عنه لم يجب القيام عليه، ويجب على المسلم الهجرة من أرضه إلى غيرها. (م) وإن حدث فسق الإمام بمعاص غير الكفر، فمذهب أهل السنة أنه لا يخلع ولا يقام عليه. واحتجوا بظاهر أحاديث كثيرة، ولأن خلعه يؤدي إلى إراقة الدماء وكشف الحرم، وضرر ذلك أشد من ضرره، وقالت المعتزلة: يخلع. (ع) لا تنعقد الإمامة ابتداء للفاسق بغير الكفر، وإن حدث فسقه بذلك بعد عقدها له فجمهور أهل السنة أنه لا يخلع، ولا يجب القيام عليه للأحاديث التي أشار إليها، كحديث: «أطعهم وإن أكلوا مالك وضربوا ظهرك ماأقاموا الصلاة» وحديث: «صلوا خلف كل بر وفاجر» وحديث: «أن لا ننازع الأمر أهله» المتقدم.

وحكى ابن مجاهد الإجماع على أنه لا يقام عليه. ورد عليه بعضهم بقيام الحسين وابن الزبير وأهل المدينة على بني أمية، وقيام جماعة عظيمة من التابعين والصدر الأول على الحجاج. وتأولوا حديث: «وأن لا ننازع الأمر أهله» بأنه في أئمة العدل. وأجاب الجمهور بأن القيام على الحجاج لم يكن بمجرد الفسق بل لما غير من الشرع وظاهر الكفر وبيعة الأحرار، وتفضيله الخليفة على النبي وقوله المشهور المنكر في ذلك. وقيل: كان الخلاف في ذلك أو لا ثم رفع الاتفاق بعد على أنه لا يقام (د) قتالهم والخروج عليهم حرام بالإجماع وقول بعض أصحابنا بأنه يعزل خطأ لأنه مخالف للإجماع، والمراد بالكفر في الحديث المعاصي، فالمعنى لا تعترضوا على الولاة، إلا أن تروا منكراً محققاً عندكم من الله فيه برهان، أي تعلمونه من قواعد الشرع. فإن رأيتم ذلك فأنكروا عليه، وأما الخروج عليهم وقتالهم فحرام. قلت: لا يخفى عليك بعد حمل الكفر المذكور على المعاصي وقيام

قوله: (إلا أن تروا كفراً بواحاً) بفتح الباء وهو في رواية الأشياخ بالواو، وعند أبي جعفر براحاً بالراء وهما بمعنى باح الشيء وبرح إذا ظهر وانتشر، فالمعنى أن لا يكون كفراً ظاهراً منتشراً.

. . . .

ثم لما قتل لم يمكن ترك الناس سدى، فعرضت الخلافة على بقية أهل الشورى فتدافعوها. وكان على أهلها ومحلها فقبلها حوطة على الأمة أن يتسع الخرق بينها بالتهارج والباطل. فلما بويع أرسل إلى معاوية ـ وكان أميراً على الشام من قبل عثمان ـ يطلبه بالبيعة والدخول فيما دخل فيه المهاجرون والأنصار من بيعته فقال معاوية: لا نبايع حتى تمكننا من قتلة عثمان. فقال لهم علي: ادخلوا في البيعة وحاكموا القوم إلي واطلبوا الحق تصلوا إليه. فقالوا بمقتضى اجتهادهم: لا تستحق البيعة وقتلة عثمان معك. ابن العربي: ورأى علي في ذلك أسد وقوله أصوب، لأنه لو أقاد منهم حينئذ تعصبت قبائلهم وكانت حرباً ثالثة، فانتظر بهم أن تنعقد البيعة العامة ويقع الطلب من أولياء عثمان الأقربين في مجلس الحكم فيجري فيهم القضاء بالحق. واجتمعت الأمة على أن للإمام أن يؤخر القصاص إذا خيف من تعجيله فتنة وتشتيت كلمة. ومثل هذا جرى له مع عائشة وطلحة والزبير وأهل البصرة في قتالهم له بالعراق حتى كان في يوم الجمل ما كان، فإنهم لم يخلعوه عن ولاية ولا طعنوا عليه في دين، وإنما رأوا أيضاً بمقتضى اجتهادهم أن البداءة بقتلة عثمان أولى، كما رأى معاوية ولم ير ذلك علي لما تقدم. ولما كان تقاتل الجميع إنما هو عن اجتهاد، كان كل منهم يثني على صاحبه ويذكر مناقبه ويشهد له بالجنة، ولو كان الأمر على خلاف الاجتهاد لتبرأ كل من صاحبه. فلم يكن تقاتلهم على دنيا ولا بغياً بينهم في العقائد، وإنما كان اختلافاً في الاجتهاد، فلذلك كان الجميع في الجنة. فالتأويل هو ما ذكر من الاجتهاد، وهذا حكم الخروج عن طاعة الإمام العدل، وتقدم الخلاف في الإمام يحدث فسقه بغير الكفر، هل يجوز الخروج والقيام عليه؟ وإن مذهب الأكثرين المنع، وأحاديث الباب كلها ظاهرة أو نص في المنع. واحتج المجيز بقيام سعيد بن جبير وغيره من فقهاء التابعين على الحجاج، وقيام أهل المدينة وخلعهم يزيد بن معاوية، وتقدم الجواب عن ذلك. وكان الشيخ يقول: إنما قاموا على الحجاج لاعتقادهم كفره، ولا خلاف في وجوب القيام على الإمام إذا حدث فسقه بالكفر.

قوله: (ميتة جاهلية) (د) الميتة بكسر الميم: الهيئة التي يكون عليها الإنسان من الموت والقتل، والمعنى من خرج عن طاعة الإمام وفارق جماعة المسلمين فمات وهو على ذلك، مات على هيئة كانت الجاهلية تموت عليها في كونهم فوضى لا إمام لهم، لأنهم كانوا

قوله: (مات ميتة جاهلية) هي بكسر الميم وهي الهيئة التي يكون عليها الإنسان من الموت. والمعنى: من خرج عن طاعة الإمام وفارق جماعة المسلمين فمات وهو على ذلك، مات على هيئة كانت الجاهلية تموت عليها في كونهم فوضى لا إمام لهم لأنهم كانوا لا يرجعون إلى طاعة أمير ولا

من نوادر التراث
في علم التوحيد على
مذهب الماتريدية

أُصول الدِّين

للإمام أبي اليُسر محمد البَزْدَوي

تحقيق

الدكتور هانز بيتر لنس

ضبطه وعلق عليه

الدكتور أحمد حجازي السقا

الناشر
المكتبة الأزهرية للتراث
٩ درب الأتراك - خلف الجامع الأزهر الشريف
ت: ٥١٢٠٨٤٧ القاهرة

مسألة [٦٤]

هل ينعزل الإمام بالفسق ونحوه؟

الإمام إذا جار أو فسق؛ لا ينعزل عند «أصحاب أبي حنيفة» بأجمعهم، وهو المذهب المرضي.

وعند «القدرية» و«المعتزلة» و«الروافض» ينعزل.

و«أصحاب الشافعي» مختلفون فيه، فبعضهم قالوا: ينعزل، وبعضهم قالوا: لا ينعزل.

وعند المعتزلة ينعزل؛ لأنه عندهم بالفسق يخرج عن الإيمان، وغير المؤمن لا يصلح أن يكون إمامًا.

وعند «أهل السنّة والجماعة» لا يخرج عن الإيمان، بل يكون مؤمنًا على حاله كما كان فيصلح للخلافة فلا ينعزل.

وعند «الشافعي» لا يخرج عن الإيمان بالفسق والجور، كما هو المذهب المرضي إلا أن عنده الفاسق لا يصلح للقضاء، والإمام أقضى القضاة فلا يصلح للإمامة فينعزل.

وبعض «أصحاب الشافعي» قالوا: لا ينعزل. وهو المختار بخلاف القاضي لأن القاضي يمكن عزله وإقامة غيره مقامه، أمّا الإمام فلا. فلو قيل بالانعزال يؤدي إلى الفساد.

وجه قول عامة «أهل السنّة والجماعة»: إجماع الأمة؛ فإنهم رأوا الفسّاق أئمة. فإن أكثر «الصحابة» كانوا يرون بني أمية وهم بنو مروان أئمة حتى كانوا يصلّون الجمعة والجماعة خلفهم، ويرون قضاياهم نافذة، وكذا «الصحابة» والتابعون وكذا من بعدهم يرون خلافة بني العباس، وأكثرهم كانوا فساقًا، ولأن القول بانعزال الأئمة بالفسق؛ هو إيقاع الفساد في العالم وإثبات المنازعات وقتل الأنفس؛ فإنه إذا انعزل يجب على الناس تقليد غيره، وفيه إفساد كثير آخر.

مسألة [٦٥]

بماذا يدعى للإمام الفاسق؟

وإذا فسق الإمام يجب الدعاء له بالتوبة ولا يجوز الخروج عليه، وهذا مروى عن «أبى حنيفة» لأنه فى الخروج عليه إثارة الفتن والفساد فى العالم.

مسألة [٦٦]

لو غلب واحد على الإمامة

قال عامة «أهل السنة والجماعة»: إن واحدًا لو غلب الناس وقعد إمامًا بالغلبة وله شوكة وقوة، يصير إمامًا وتنفذ أحكامه وقضاياه.

وعند «القدرية» و«الخوارج» و«المعتزلة» لا يكون إمامًا. والصحيح ما قاله «أهل السنة والجماعة» لما بينا أن عامة بنى مروان لم يعقد أهل الرأى والتدبير والفقه لهم عقدَ الإمامة وإنما جعلوا أنفسهم أئمة بالقهر. وإجماع العلماء أنهم صاروا أئمة، ولأنهم لو لم يعدوا أئمة أدى إلى الفساد ووقوع الفتن.

مسألة [٦٧]

هل فوض النبى ﷺ الإمامة إلى أحد بعده

قال عامة «أهل السنة والجماعة»: إن النبى ﷺ لم ينص على إمامة أحد ولهذا ما ادعى [أحد] من «الصحابة» تفويض الإمامة إليه، وكذا الأنصار لما قالوا: منا أمير ومنكم أمير. ولم يحتج أحدٌ منهم بتفويض الإمامة إلى أحد.

وقال بعض «أصحاب الحديث»: إن النبى ﷺ فوض الإمامة إلى عمه العباس.

وقال بعضهم: فوض إلى «أبى بكر» وقد بينا قول «الروافض» والصحيح: هو القول الأول. وهو أنه عليه السلام لم يفوض إلى أحد لما بيناه.

دونک ایہا الساری هذا النبراس یرشدک الی المکامن الخفیة من شرح العقائد السعید



لاکثر الشیعۃ القائلین بانہ لا امامۃ بالنص البحث الخامس لا حاجۃ فی البیعۃ الی الاجماع بل یکفی بیعۃ
بعض اہل الحل والعقد وذلک لان عمر عقد الامامۃ لابی بکر رضی اللہ عنہما وکذلک عبد الرحمن بن
عوف لعثمان رضی اللہ عنہما وجوز الصحابۃ رضی اللہ عنہم ذلک فبایعوا اہما علی الامامۃ بعد ذلک و
قال بعض الاشاعرۃ یجب ان یکون بیعۃ الافراد بحضرۃ جم غفیر من المسلمین حتی یشتہر البیعۃ وینقطع
النزاع البحث السادس اذا وقع البیعۃ لرجلین فان کانا فی اقطار متباعدۃ ففیہ خلاف فقیل
یترکان واما کانا فی ارض لا تسعہما عزل المؤخر وان وقعت البیعۃ معا اولم یعلم المتقدم والمتأخر
بطلت البیعتان واستونفت کذا فی شرح المواقف ولا ینعزل الامام بالفسق ای بالخروج
عن طاعۃ اللہ تعالی والجور ای الظلم علی عباد اللہ تعالی تخصیص بعد تعمیم لانہ قد ظہر الفسق وانتشر
الجور من الائمۃ والامراء الذین کان الائمۃ یستعملونہم کالحجاج بن یوسف کان عامل عبد الملک
بن مروان علی العراق والحجاز بعد الخلفاء الراشدین وکان السلف ینقادون لہم ویقیمون الجمع
والاعیاد باذنہم اورد علیہ ان الانقیاد کان اضطرارا قلنا ثبت الانقیاد سرا وعلانیۃ وعن زیاد
العدوی التابعی قال کنت مع ابی بکرۃ تحت منبر ابن عامر وہو یخطب وعلیہ ثیاب رقاق فقلت
انظروا الی امیرنا یلبس ثیاب الفساق فقال ابو بکرۃ اسکت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
من اہان سلطان اللہ فی الارض اہانہ اللہ رواہ الترمذی وحسنہ ولا یرون الخروج علیہم ای لا
یعتقدون جوازہ بل جعلوا ہذہ العقیدۃ من علامات السنۃ قال فی قوۃ القلوب ومن عقود القلب
التی ہی السنۃ المجمع علیہا ان یعتقد ان الامامۃ فی عہد امامۃ فی قریش الی یوم القیمۃ وان لا

539

عقود العقائد في فنون الفوائد

للعلامة الكبير الفقيه محمد بن أبي بكر البخاري الحنفي المعروف بإمام زاده
المتوفى سنة ٥٧٢ هـ

ويليه

المنظومة الرائية

للعلامة الفقيه أحمد بن أبي المؤيد المحمودي النسفي
المتوفى سنة ٥١٩ هـ

وهما منظومتان في عقيدة أهل السنة والجماعة على مذهب السادة الماتريدية

تحقيق ودراسة
محمد عثمان دوغان

أشرف على تحقيقه وقدم له
د. حمزة محمد وسيم البكري



دار الفتح
للدراسات والنشر

٦٢٨. وطاعة الله الكريم ألزم ... وهو بأحوال العباد أعلم
٦٢٩. فإن بدا العدوان والجفاء ... من الإمام واحتوى البلاء(١)
٦٣٠. فالصبر والتوبة والدعاء ... له هو المخرج والشفاء
٦٣١. ولا يجوز قصده بالقهر ... والبغي والغدر وسوء المكر
٦٣٢. فإن فيه من فساد الأمر ... أكثر من ظلم إمام العصر(٢)

رائحة الجنة
شرح
إضاءة الدجنة
في عقائد أهل السنة

للحافظ شهاب الدين أبي العباس أحمد بن محمد المقري
المتوفى ١٠٤١ هـ

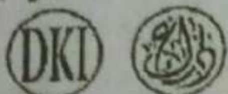
تأليف
الشيخ عبد الغني بن إسماعيل النابلسي
المتوفى ١١٤٣ هـ

ويليه

فيض الشعاع الكاشف للقناع
عن أركان الابتداع

للإمام العلامة الحسن بن أحمد الصنعاني
المتوفى سنة ١٠٨٤ هـ

تعليق وتخريج
أحمد فريد المزيدي



دار الكتب العلمية
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971
بيروت - لبنان

إِذْ جَاءَ لاَ طَاعَةَ لِلْمَخْلُوقِ فِي ... ذَاكَ وَفِيمَا عَنْهُ لاَ يَخْلُو قِفِ
وَلاَ يَجُوزُ عَزْلُهُ أَنْ طَرَا ... عَلَيْهِ فِسْقٌ أَوْ بَغْيٌ وَاجْتَرَا
وَلاَ الْخُرُوجُ عَنْهُ إِلاَّ إِنْ كَفَرْ ... وَحَافِرُ الْبَغْيِ هَوَى فِيمَا حَفَرْ

(إذ) أي: لأنه (جاء) في الحديث (لا طاعة للمخلوق في ذاك) أي: في معصية الله تعالى، وقد أخرجه البخاريّ ومسلم، وأبو داود، عن عبد الله بن عمر ﷺ، عن النبيّ ﷺ قَالَ: «السمع والطاعة حق ما لم يؤمر بمعصية فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة».

(وفيما) أي: في الأمر الّذي (عنه) أي: عن العصيان لله تعالى (لا يَخلو قف) بكسر القاف أمر بالتوقف عن الطاعة وعدمها وهو الإمساك عن أحدهما لأنه مَحل اشتباه فلا يقدم عليه إلا بعلم أو بغلبة ظن، وهذا مَحمول عَلى الاختيار وإلا فمع التسلط والتجبر والتهير فلا توقف.

(ولا يَجوز عزله) أي: الإمام عن منصب إمامته (أن طرا) بفتح الهمزة، أي: تجدد (عليه فسق) بارتكاب كبيرة من الكبائر بعد أن كَانَ عدلاً حين توليته (أو بغي) أي: ظلم وحار عَلى رعيته (واجترا) بفتح الهمزة عليهم بغير حق، يعني: أسرع بالهجوم عليهم من غير توقف.

قَالَ السعد فِي شرح العقائد: ولا ينعزل الإمام بالفسق، أي: الخروج عن طاعة الله تعالى، والجور، أي: الظلم عَلى عباد الله تعالى؛ لأنه قد ظهر الفسق وانتشر الجور من الأئمة والأمراء بعد الخلفاء الراشدين، والسلف كانوا ينقادون لَهم ويقيمون الجمع والأعياد بإذنهم ولا يرون الخروج عليهم ولأن المعصية ليست بشرط للإمامة ابتداء فبقي الأولى.

(ولا) يَجوز (الخروج عنه) أي: الإمام بعدم الدخول تَحت طاعته فِي أمره ونَهيه (إلا إن كفر) بسكون الراء أي: بالله تعالى، فإن الكفر يُنافي الإمامة لأن من شرطها الإسلام (وحافرُ البغي) أي: الظلم (هوى) أي: سقط (فيما حفر) بسكون الراء فِي الحفرة الّتي حفرها. قَالَ اللقاني -رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى-: لا يَجوز لنا صرف الإمام عن إمامته وخلعه منها بسبب ما خلا الكفر من جَميع المعاصي إذَا ارتكبها من غير استحلال لا سرًّا ولا جهرًا. وَفِي شرح المقاصد: ينحل عقد الإمامة بما يزول به مقصود الإمامة كالردة والعياذ بالله تعالى، والجنون المطبق، وصيرورة الإمام أسيرًا لا يُرجى خلاصه، وكذا بالمرض الّذي ينسيه العلوم، وبالعمى أو الصمم والخرس، وكذا بخلعه نفسه لعجزه عن القيام بِمصالح المسلمين وإن لَم يكن العجز ظاهرًا بل استشعره من نفسه.

اليواقيت والجواهر

في بيان عقائد الأكابر

وبأسفله

الكبريت الأحمر

في بيان علوم الشيخ الأكبر

محيي الدين بن العربي المتوفى سنة (٦٣٨هـ)

وهو منتخب من كتاب لواقح الأنوار القدسية
المختصر من الفتوحات المكية

تأليف

الشيخ عبد الوهاب بن أحمد بن علي الشعراني المصري الحنفي
(ت ٩٧٣هـ)

طبعة جديدة مصححة ومرقمة الآيات القرآنية الكريمة

الجزء الأول

دار إحياء التراث العربي — مؤسسة التاريخ العربي
بيروت - لبنان

حسنة فإنه يلتذ بإبصارها مع أنه لم يكن له شعور بها حتى تجعل تلك اللذة مخلصة من ألم الشوق إليها وكذلك من وقف على مسألة علم أو كنز مال فجاءه من غير خطور ذلك بالبال والم الشوق إليهما. وقال السمرقندي في «الصحائف»: الحق أن الإدراك ليس هو نفس اللذة بل ملزومها وفي المحصول أن الصواب أنها لا تحد لأنها من الأمور الوجدانية وعليه مشى في الطوالع، وقال الشيخ عز الدين بن عبد السلام: هذا مخصص بدار المحنة وأما دار الكرامة التي هي الجنة فإن اللذة تحصل فيها من غير ألم يتقدمها أو يقترن بها لأن العادات خرقت فيها فيجد أهل الجنة فلذة الشرب من غير عطش ولذة الطعام من غير جوع وكذلك القول في العقوبات فإن أقل عقوبات الآخرة لا يبقى معها في هذا الدار حياة وأما الدار الآخرة فيأتي أحدهم أسباب الموت من كل مكان وما هو بميت والله تعالى أعلم.

المبحث الستون: في بيان وجوب نصب الإمام الأعظم وثوابه ووجوب طاعته وانه لا يجوز الخروج عليه وأن وجوب نصبه علينا لا على الله عز وجل وانه لا يشترط كون الإمام أفضل اهل الزمان بل يجب علينا نصبه ولو مفضولاً وذلك ليقوم بمصالح المسلمين

كسد الثغور وتجهيز الجيوش وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطرق وقطع المنازعات الواقعة بين الخصوم وحفظ جميع مصالح الناس الدينية والدنيوية. فلولا الإمام الأعظم ما زجر الناس عما يضرهم ولا نفذت أحكامهم ولا أقيمت حدودهم ولا قسمت غنائمهم وقد أجمع الصحابة بعد رسول الله ﷺ على نصبه حتى جعلوه أهم الواجبات وقدموه على دفنه ﷺ ولم يزل الناس في كل عصر على ذلك. ويؤيد ذلك أيضاً عدة أحاديث منها حديث مسلم: من خلع يداً من طاعة لقي الله يوم القيامة ولا حجة له ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية. وقال الكمال في «حاشيته»: نصب الإمام واجب سماعاً أي شرعاً لا عقلاً وقال أصحاب الجاحظ والبلخي والبصري من المعتزلة بوجوب نصب الإمام على الحق تعالى عقلاً لأنهم يقولون الضرر مع عدم الإمام متوقع من الظلمة على الضعفاء ودفع الضرر المظنون

وأطال في ذلك.

وقال في الباب الثمانين وأربعمائة في قوله ﷺ «في الغيث إنه حديث عهد بربه» أي قريب التكوين وكذلك عيسى عليه السلام لما لم يكن عن أب عنصري لم يحل بينه وبين إدراك قربه من الله حائل لبعده عن عالم الأركان في خلقه فلم يكن ثم ما يغيبه عمن صدر عنه فقال وهو صبي في المهد مخبراً عما شاهده من الحال ما قال من جهة براءة أمه وبرأها الله بنطقه عما كانوا افتروا عليها فكان نطقه أحد الشاهدين، والجنين الجامع إليه هو الشاهد الثاني وقد اكتفى

واجب عقلاً وذلك إنما يندفع بنصب إمام يقوم بأحكام الشرع وهم موافقون لأهل السنة في تعيين الأئمة. وأما أهل السنة فذهبوا إلى أن الإمام يعرف بأمور إما بنصب من يجب أن يقبل قوله كنبي أو إمام أو بإجماع المسلمين وكان الإمام بعد النبي ﷺ بالإجماع أبا بكر الصديق ثم عمر الفاروق بنص أبي بكر عليه ثم عثمان بنص عمر على جماعة جعل أمر الخلافة شورى بينهم فإنه لم يستخلف أحداً فاجتمع الناس على إمامة عثمان ثم على المرتضى وأجمع المعتبرون من الصحابة على ذلك وهؤلاء هم الخلفاء الراشدون ثم وقعت المخالفة بين الحسن ومعاوية وصالحه الحسن واستقرت الخلافة عليه ثم على من بعده من بني أمية وبني مروان حتى انتقلت الخلافة إلى بني العباس وأجمع أكثر أهل الحل والعقد عليهم، وانساقت الخلافة منهم إلى أن جرى ما جرى. وأما قول بعض الروافض إن أبا بكر غصب الخلافة وتقدم على علي رضي الله عنه ظلماً فهو باطل يلزم منه إجماع الصحابة على الظلم حيث مكنوا أبا بكر من الخلافة وحاشاهم من ذلك فانهم حماة الدين. وقالت الخوارج والأصم من المعتزلة لا يجب عل الناس نصب إمام ومنهم من قال بوجوب نصبه عند ظهور الفتن دون زمن الأمن وبعضهم عكس الأمر. وقالت الشيعة المسمون بالإمامية بوجوب نصب الإمام على الله تعالى والحق أنه لا يجب على الله تعالى شيء ولو أوجبه على نفسه أو حرمه كما في قوله تعالى: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الروم: ٤٧] وكما في قوله تعالى في الحديث القدسي: إني حرمت الظلم على نفسي، وذلك لأن حضرته سبحانه وتعالى لا تقبل التحجير وبذلك باين خلقه إذ التحجير لا يكون إلا من أعلى على أدنى فافهم. وقالت المعتزلة يجب على الله تعالى أشياء يترتب الذم بتركها منها الجزاء أي الثواب على الطاعة والعقاب على المعصية ومنها اللطف بأن يفعل بعباده ما يقربهم على الطاعة ويقربهم منها ويبعدهم عن المعصية بحيث لا ينتهون إلى حد الإلجاء، ومنها فعل الأصلح لهم في الدنيا من حيث الحكمة، وقولنا في ترجمة المبحث لا يجوز الخروج على السلطان قد خالفنا فيه المعتزلة فجوزوا الخروج على السلطان الجائر بناء على انعزاله بالجور عندهم وقولنا يجب نصب الإمام ولو مفضولاً قد خالفنا قوم في ذلك فقالوا: لا يكفي نصب الإمام المفضول مع وجود الفاضل بل يتعين نصب الفاضل ونقل ذلك عن الإسماعيلية وهم قوم منسوبون إلى إسماعيل بن الإمام جعفر الصادق المدفون بالقرب من

بالشاهدين العدلين في الحكومات ولا أعدل من هذين، قال: وكان نطقه أن قال: إني عبد الله فحكم على نفسه بالعبودية لله، وما قال: ابن فلان لأنه لم يكن ثم آتاني الكتاب فحصل له الحكمة قبل بعثه فكان على بينة من ربه وجعلني نبياً فحكم بأن النبوة بالجمل وجعلني مباركاً أي خصني بزيادة لم تحصل لغيري وتلك الزيادة هي ختمه لدورة الولاية ونزول آخر الزمان وحكمه بشرع محمد ﷺ وذلك ليرى ربه يوم القيامة في المرآة المحمدية التي هي أكمل المرايا أينما كنت دنيا وأخرى ﴿وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ﴾ [مريم: ٣١]، يعني: المفروضة في أمة محمد أن أقيمها إذا نزلت لأنه جاء بالألف واللام فيها ﴿وَالزَّكَاةِ﴾ [مريم: ٣١] كذلك ﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ [مريم: ٣١]

الاعتقاد

والهداية إلى سبيل الرشاد

للحافظ الامام أبي بكر أحمد بن الحسين
ابن علي بن موسى البيهقي
رحمه الله

علق عليه
سماحة الشيخ عبد الرزاق عفيفي
رحمه الله

قدم له وعلق عليه
فضيلة الشيخ عبد الرحمن بن صالح المحمود

حققه وعلق عليه
أبو عبد الله أحمد بن إبراهيم أبو العينين

لأول مرة محققة على خمس نسخ

دار الفضيلة
دار ابن حزم

باب

طاعة الولاة، ولزوم الجماعة، وإنكار المنكر بلسانه أو كراهيته بقلبه، والصبر على ما يصيبه من سلطانه

قال الله عز وجل: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۝٥٩﴾ [النساء: ٥٩]. قال: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝١١٥﴾ [النساء: ١١٥].

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأحمد بن الحسين ومحمد بن موسى قالوا: حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا محمد بن إسحاق الصغاني، والعباس ابن محمد الدوري قالا: حدثنا الحجاج بن محمد الأعور قال: قال ابن جريج: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۝٥٩﴾ [النساء: ٥٩][(١)] في عبد الله بن حذافة بن قيس بن عدي السهمي بعثه النبي ﷺ في سرية أخبرنيه يعلى بن مسلم، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس [(٢)].

حدثنا السيد أبو الحسن محمد بن الحسين بن داود العلوي، أخبرنا أبو القاسم عبيد الله بن إبراهيم بن بالويه، ثنا أحمد بن يوسف السلمي، ثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن همام بن منبه قال: هذا ما حدثنا أبو هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «من أطاعنى فقد أطاع الله، ومن يعصنى فقد عصي الله، ومن يطع

---

(١) في «لا»: نزلت.

(٢) حديث صحيح.

وأخرجه البخاري (٤٥٨٤)، ومسلم (١٨٣٤)، وأبو داود (٢٦٢٤)، والنسائي (٧/ ١٥٤)، وفي «الكبرى» (٧٨١٧)، (٨٧٢٦)، والترمذي (١٦٧٢)، وأحمد (١/ ٣٣٧)، وأبو يعلى (٢٧٤٦)، والمصنف في «السنن الكبرى» (٨/ ١٥٥)، وفي «الشعب» (٧٣٤٤)، وابن الجارود في «المنتقى» (١٠٤٠)، وابن جرير في تفسيره (٥/ ٩٣-٩٤)، والواحدي في «أسباب النزول» ص (١٣٢) رقم (٣٢٥).

شرح العقائد النسفیۃ

مع

الحاشیتین الکاملتین

للمولوی عصام الدین والمولوی حسن

مع

الحواشی والتنزیدات الجدید للامام النبیل

دا یشخ الجلیل استاذ الاساتذہ الممدوح بالمدائح العالیہ

المولوی محمد عبید اللہ الایوبی الکندھاری

الناشر
مکتبۃ العلم
کانسی روڈ کوئٹہ

حواشی متفرقہ شرح العقائد النسفی

عقائد النسفی

ولو كان الذنب مختلطا ... بترك الذنب ولما كان شيء باعثا عليه ولا أن يكون أفضل من أهل زمانه لأن

المساوي في الفضيلة بل المفضول الأقل علما وعملا ربما كان أعرف بمصالح الإمامة ومفاسدها

وأقدر على القيام بمواجبها خصوصا إذا كان نصب المفضول أدفع للشر وأبعد عن إثارة

الفتنة ولهذا جعل عمر رضي الله عنه الإمامة شورى بين ستة مع القطع بأن بعضهم أفضل من بعض

فإن قيل كيف يصح جعل الإمامة شورى بين الستة مع أنه لا يجوز نصب إمامين في زمان واحد قلنا

غير الجائز هو نصب إمامين مستقلين يجب طاعة كل منهما على الانفراد لما يلزم في ذلك من

امتثال أحكام متضادة وأما في الشورى فالكل بمنزلة إمام واحد ويشترط أن يكون من

أهل الولاية المطلقة الكاملة أي مسلما حرا ذكرا عاقلا بالغا إذ ما جعل الله للكافرين

على المؤمنين سبيلا والعبد مشغول بخدمة المولى مستحقر في أعين الناس والنساء ناقصات

عقل ودين والصبي والمجنون قاصران عن تدبير الأمور والتصرف في مصالح الجمهور سائسا أي

مالكا للتصرف في أمور المسلمين بقوة رأيه ورويته ومعونة بأسه وشوكته قادرا بعلمه وعدله و

كفايته وشجاعته على تنفيذ الأحكام وحفظ حدود دار الإسلام وإنصاف المظلوم

من الظالم إذ الإخلال بهذه الأمور مخل بالغرض من نصب الإمام ولا ينعزل الإمام بالفسق

أي بالخروج عن طاعة الله تعالى والجور أي الظلم على عباد الله تعالى لأنه قد ظهر الفسق

وانتشر الجور من الأئمة والأمراء بعد الخلفاء الراشدين والسلف كانوا ينقادون لهم و

يقيمون الجمع والأعياد بإذنهم ولا يرون الخروج عليهم ولأن العصمة ليست بشرط للإمامة

ابتداء فبقاء أولى وعن الشافعي أن الإمام ينعزل بالفسق والجور وكذا كل قاض وأمير وأصل

عه قوله مستحقر آه والإمام ينبغي أن يكون معظما فيهم حتى لا يستنكفوا من اتباعه آه قلت جاء عن أنس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسمعوا وأطيعوا وإن استعمل عليكم عبد حبشي رواه البخاري أجيب بأنه مبالغة محمولة على الفرض والتقدير ۱۲ نبراس * عه قوله والنساء آه أقول الأوضح الأسند الأول ما رواه البخاري عن أبي بكرة الثقفي قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أهل فارس ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم ولوا عليهم امرأة وأيضا هي مأمورة بالستر وترك الخروج إلى مجامع الرجال والإمام لا بد له من ذلك وأيضا قد أجمعت الأمة على عدم نصبها في الإمامة حتى الإمامة الصغرى كذا في النبراس ۱۲ محمد عبد الله مجاز الطريقة العلمية المحمدية البنوية * عه قوله ناقصات آه قد بين رسول الله صلى الله عليه وسلم نقصان عقلهن بأن شهادتهن نصف شهادة الرجال وذلك دليل نقصان عقلهن ونقصان دينهن بأنهن يمكثن أياما لا يصلين ولا يصمن فذلك دليل نقصان دينهن وهذا معنى ما رواه البخاري وغيره ۱۲ قندهاري * لعه قوله بعلمه آه أي بأحكام ۳

شرح العقائد النسفی

عقائد النسفی

منها ان الفاسق ليس من اهل الولاية عند الشافعي رح لانه لا ينظر لنفسه فكيف ينظر
لغيره وعند ابي حنيفة رح هو من اهل الولاية حتى يصح للاب الفاسق تزويج ابنته الصغيرة
والمسطور في كتب الشافعية ان القاضي ينعزل بالفسق بخلاف الامام والفرق ان في انعزاله
ووجوب نصب غيره اثارة الفتنة لما له من الشوكة بخلاف القاضي وفي رواية النوادر
عن العلماء الثلاثة انه لا يجوز قضاء الفاسق وقال بعض المشايخ اذا قلد الفاسق ابتداء
يصح ولو قلد وهو عدل ينعزل بالفسق لان المقلد اعتمد على عدالته فلم يرض بقضائه
بدونها وفي فتاوى قاضيخان اجمعوا على انه اذا ارتشى لا ينفذ قضاؤه فيما ارتشى وانه اذا
اخذ القاضي القضاء بالرشوة لا يصير قاضيا ولو قضى لا ينفذ قضاؤه ويجوز الصلوة خلف
كل بر وفاجر لقوله عليه السلام صلوا خلف كل بر وفاجر ولان علماء الامة كانوا يصلون خلف الفسقة
واهل الاهواء والبدع من غير نكير وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلوة خلف الفاسق و
المبتدع فمحمول على الكراهة اذ لا كلام في كراهة الصلوة خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا
لم يؤد الفسق والبدعة الى حد الكفر اما اذا ادى اليه فلا كلام في عدم جواز الصلوة خلفه
ثم المعتزلة وان جعلوا الفاسق غير مؤمن لكنهم يجوزون الصلوة خلفه لما ان شرط الامامة
عندهم عدم الكفر لا وجود الايمان بمعنى التصديق والاقرار والاعمال جميعا ويصلى على كل
بر وفاجر اذا مات على الايمان للاجماع ولقوله عليه السلام لا تدعوا الصلوة على من مات من اهل القبلة فان قيل
امثال هذه المسائل انما هي من فروع الفقه فلا وجه لايرادها في اصول الكلام وان اراد ان
اعتقاد حقية ذلك واجب فهذا من الاصول فهذا جار في جميع مسائل الفقه كذلك قلنا انه لما فرغ

عہ قوله ابوحنيفة الخ هو الامام الكبير والفقيه العظيم والمجتهد الجليل نعمان بن ثابت الكوفي ولد سنة ثمانين وتوفي سنة مائة وخمسين ودفن في بغداد والصحيح انه من التابعين وانه لقي ستة من الصحابة كذا في كشف الغطاء ورد المختار قال الشافعي الناس كلهم عيال ابي حنيفة في الفقه وما قيل انه صاحب رأي لا الحديث فكذب وافتراء بل هو اشد اتباعا للحديث كما يظهر من كتب الاصول ١٢ عبيد عه قوله لقوله عليه السلام الخ روي هذا الحديث عن علي بن ابي طالب وعبد الله بن مسعود وابي الدرداء وابي هريرة قال الامام السخاوي طرق هذا الحديث واهية كلها كما صرح به غير واحد من العلماء قال المحدث الدهلوي في سفر السعادة وعلماء اهل سنة وجماعت ... اجماع كرده اند

ایک اعتراض کا جواب

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اگر یزید کی بیعت کو تسلیم کرنا تھا تو اولا انکار کیوں ہوا اور پھر سانحہ کربلا کیوں پیش آیا جواب میں گذارش ہے کہ اعتراض کی پہلی شق (یعنی اوّلاً انکار کیوں ہوا) کے دو جواب ہیں ایک اھل سنت کی طرف سے ہے کہ جن اسباب کے تحت چار یا پانچ اکابرین مذکورین نے انکار فرمایا تھا وہ تفصیلا بیان کر چکے ہیں پھر ان میں سے جس مصلحت کے تحت کچھ حضرات نے بیعت کر لی تھی وہی مصلحت امام عالی مقام کو ان کے اجتھاد کے مطابق کربلا شریف میں نظر آئی لھذا یہ کہنا درست ہے کہ جو فیصلہ دیگر صحابہ نے اپنے اجتھاد فرمانے کے بعد کر لیا تھا امام پاک نے بھی کربلا پہنچنے کے بعد حالات کا مشاہدہ کر کے اپنے اجتھاد کے ساتھ اسی فیصلہ کو ترجیح دی اور دوسرا جواب اھل تشیع کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے جو انکے مذھب کے دو بڑے مجتھد مطلق اماموں نے دیا ہے ایک علم الھدی شریف مرتضیٰ اور دوسرا شیخ الطائفہ طوسی چنانچہ اول الذکر کی کتاب تنزیہ الانبیاء صفحہ ۲۲۹ اور مؤخر الذکر کی کتاب تلخیص الشافی جلد ۴ صفحہ ۱۸۸ پر اعتراض کے بعد جواب کی یہ تقریر موجود ہے

- ۱۸۶ -

فكيف يقال : إنه عليه السلام ألقى بيده الى التهلكة ، وقد روي : أنه عليه السلام قال لعمر بن سعد : « اختاروا مني : اما الرجوع إلى المكان الذي اقبلت منه أو أن أضع يدي على يد يزيد ، فهو ابن عمي يرى فيّ رأيه ، واما أن تسيروا بي إلى ثغر من ثغور المسلمين ، فأكون رجلاً من أهله ، لي ماله ، وعلي ماعليه . وأن عمر كتب إلى عبيد الله ابن زياد بما سأل ، فأبى عليه وكاتبه بالمناجزة وتمثل بالبيت المعروف وهو :

تو کیونکر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے آپ کو ہلاکت

میں ڈالا جبکہ آپ سے یقیناً مروی ہے کہ آپ نے عمر بن سعد سے فرمایا یا تو یہ بات اختیار کرو کہ مجھے واپس جانے دو یا یہ بات اختیار کرو کہ یزید کے پاس لے چلو میں اس کی بیعت کرتا ہوں وہ میرے چاچے کا بیٹا ہے میرے متعلق جو رائے وہ ظاہر کرے اور یا مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف جانے دو۔

وأما الجمع بين فعله وفعل أخيه الحسن ﷺ، فواضح صحيح، لأن أخاه ﷺ سلم، كفاً للفتنة وخوفاً على نفسه وأهله وشيعته واحساساً بالغدر من اصحابه، والحسين ﷺ لما قوى في ظنه النصرة ممن كاتبه ووثق له، فرأى من أسباب قوة نصار الحق وضعف نصار الباطل ما وجب معه عليه الطلب والخروج فلما انعكس ذلك وظهرت امارات الغدر فيه وسوء الاتفاق رام الرجوع والمكافة والتسليم كما فعل أخوه ﷺ، فمنع من ذلك وحيل بينه وبينه، فالحالان منفقان إلا أن التسليم والمكافة عند ظهور أسباب الخوف لم يقبلا منه ﷺ، ولم يجب الى الموادعة وطلب نفسه ﷺ، فمنع منها بجهده حتى مضى كريماً الى جنة الله ورضوانه (٢).

ترجمہ: یعنی اور رہا یہ اعتراض کہ امام حسین کے فعل خروج اور امام حسن کے فعل مصالحت کے درمیان موافقت کیسے ہوگی تو وہ بالکل واضح ہے کیونکہ امام حسن نے فتنے سے بچنے اور جان اور گھر والوں اور اپنی جماعت کے ڈر اور اپنے اصحاب سے غرداری کو محسوس کرنے کی وجہ سے مصالحت فرمائی اور امام حسین نے جب کبھی گمان فرمایا کہ مجھے خطوط لکھ کر بلانے والے میری مدد کریں گے اور ان کی قوت محسوس فرمائیں گے اور اہل باطل کے ضعف کو محسوس فرمایا ان پر خروج واجب ہو گیا لیکن جب معاملہ الٹ دیکھا اور غداری کی علامات ظاہر ہوئیں تو رجوع اور خروج نہ کرنے اور یزید کی حکومت کو تسلیم کرنے کا ارادہ فرما لیا جیسا کہ ان کے بھائی صاحب نے کیا تھا لیکن ان سے ایسا قبول نہ کیا گیا اور ان کے مقصود میں رکاوٹ ڈال دی گئی تو دونوں بھائیوں کے فعل متفق ہو گئے

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے انکار کا سبب

آپ کے انکار کا سبب وہی ہے جو پانچ مذکورہ اسباب انکار میں چوتھے نمبر پر گزرا ہے یعنی بیک وقت دو خلیفوں کی بیعت کرنا اور اسکی سند اور دلیل حلیۃ الاولیاء وغیرہ کے حوالے سے پوری وضاحت کے ساتھ گذر چکی ہے

سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے انکار کا سبب

آپ کے انکار کا سبب مذکورہ اسباب خمسہ میں سے دوسرا سبب ہے اور اس کی سند اور دلیل بھی وضاحت کے ساتھ ذکر ہو چکی ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے انکار کا سبب

بھی وہی ہے جو سیدنا ابن زبیر کا ہے اور اس کی سند اور دلیل ایک ہی دلیل ہے جو گذر چکی ہے لیکن یہاں ایک اور دلیل صحیح روایت کی پیش نظر کر دیتے ہیں چنانچہ فتح الباری کتاب الفتن حدیث نمبر ۷۱۱۱ کے تحت ہے

وقع عند الاسماعیلی من طریق مؤمل بن اسماعیل عن حماد بن زید فی اوله من الزیادة عن نافع ان معاویة اراد بن عمر علی ان یبایع لیزید فأبی وقال لا ابایع لامیرین فارسل الیه معاویة بمأة الف درهم فأخذها فدس الیه رجلا وقال له ما یمنعك ان تبایع وقال ان ذاك لذاك یعنی عطاء ذالك المال لاجل وقوع المبایعة ان دینی عندی اذن الرخیص

ترجمہ: یعنی امام اسماعیلی کے پاس حضرت نافع سے یہ الفاظ مزید مروی ہیں کہ جب حضرت معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے یزید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو انہوں نے انکار فرمایا اور فرمایا دو حاکموں کی بیعت نہیں کرتا ہوں

الی آخر ما قال پھر جب معاویہ فوت ہوئے تو ابن عمر نے یزید کی طرف خط لکھ کر بیعت کی۔

پھر اس پر مزید اضافہ کیا جاتا ہے کہ آپ سے بخاری و مسلم کی شرط پر سند کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے یزید کی نوعمری اور عدم فضیلت کے پیش نظر اس کی بیعت پر عدم اطمینان کا اظہار فرمایا چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الامراء حدیث نمبر ۳۱۲۱۶ اور طبقات ابن سعد حضرت عبداللہ بن عمر کے حالات میں لیکن درج ذیل الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں۔

حدثنا وکیع، عن سفیان، عن محمد بن المنکدر قال: بلغ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یزید بن معاویۃ بویع لہ قال: ان کان خیراً رضینا، وان کان شراً صبرنا

ترجمہ: یعنی حضرت عبداللہ بن عمر کو خبر پہنچی کہ یزید بن معاویہ کے لیئے بیعت لی جا چکی ہے تو فرمایا اگر خیر ہوگی تو راضی رہیں گے اگر شر ہوگا تو صبر کریں گے۔

قارئین کرام آپ کے ان جملوں سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے نزدیک یزید فاسق نہ تھا ورنہ خیر اور شر ہونے میں تردد اور شک کرنے کا کیا معنی فاسق کی امامت اور خلافت کا شر ہونا محل نظر ہی نہیں ہوسکتا۔

آخر میں ملا خانیوالی جیسے ناسمجھ اور سطحی قسم کے لوگوں کا ایک اعتراض باقی ہے اس کا جواب دے کر رسالہ ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ البدایہ والنہایہ وغیرہ میں بحوالہ طبرانی سند کے ساتھ آیا ہے کہ یزید شروع عمر میں ہی شراب پیتا تھا اور نوعمر لڑکوں والے کام کرتا تھا جب حضرت معاویہ کو معلوم ہوا تو آپ نے نرمی کے ساتھ اس کو سمجھایا کہ سرِ عام ایسا کر کے اپنی عزت نہ خراب کر پھر چند اشعار پڑھے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ اسی

طرح ہے جس طرح حدیث میں آیا کہ جو شخص گناہوں کی گندگی میں ملوث ہو تو پردے میں رہ کر کرے اس کا جواب اور اس عظیم غلطی اور اتنے بڑے صحابی پاک پر اتنی غلیظ تہمت لگانے کا ازالہ کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ ایک تو یہ روایت سراسر موضوع اور من گھڑت ہے کیونکہ اس کی سند درج ذیل ہے۔

حدثنا محمد بن زکریا الغلابی حدثنا ابن عائشه عن ابیه

لسان المیزان میں بحوالہ دار قطنی محمد بن زکریا کے متعلق ہے کہ یضع الحدیث یعنی وہ بات گھڑتا تھا اور یہ فرمایا کہ امام حاکم نے اس کو متہم بالوضع کیا اور کثیر حضرات نے اس کو ضعیف قرار دیا اور ارشاد القاصی والدانی الی تراجم شیوخ الطرانی صفحہ ۵۵۱ پر ہے۔

قال برهان الدين الحلبى قال الدار قطنى و يحيىٰ يضع الحديث واتهمه ابن الجوزى بوضع الحديث ، وقال كان غاليا فى التشيع كذابا وقال ابن عساكر ضعيف وقال البيهقى متروك وقال مرة متهم بالوضع وقال الذهبى هو ضعيف ثم ساق له حديثا منكرا وقال هذا كذب من الغلابى وقال ايضا هو فى عداد الضعفاء وقال واه وقال مرة متهم وقال أخرى متروك كذاب

ترجمہ: برہان الدین حلبی فرماتے ہیں کہ دار قطنی اور یحییٰ حدیث گھڑتا تھا بن معین نے کہا اور ابن جوزی نے بھی اسکو وضع حدیث کیساتھ متہم کیا اور فرمایا عالی شعبہ کذاب تھا۔

ابن عساکہ نے کہا ضعیف ہے بھیقی کبھی اسکو متروک اور کبھی متہم بالکذب فرماتے ہیں اور امام ذھبی نے فرمایا وہ ضعیف ہے اور پھر اسکی ایک منکر حدیث بیان کی اور فرمایا کہ یہ غلابی کی طرف سے جھوٹ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اسکا شمار

ضعیف راویوں میں ہوتا ہے اور کبھی فرمایا انتہائی کمزور راوی ہے اور کبھی فرمایا وہ متہم بالوضع اور کبھی فرمایا کذاب ہے۔

اور خیال رہے کہ ابن الندیم صاحب فہرست نے جو اس کو ثقہ صدوق کہا اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ وہ خود بے اعتماد ہے چنانچہ لسان المیزان میں ابن النجار کے حوالے سے ہے۔

قلت وهو غير موثوق به و مصنفه المذكور ينادي على من صنفه بالاعتزال والزيغ

ترجمہ: ابن نجار کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ابن الندیم ثقہ نہیں ہے اور اسکی مذکورہ تصنیف اسکے معتزلی اور صاحب زیغ ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

امام ذہبی کے حوالے سے لکھا شیعہ معتزلی ہے اور اپنی تحقیق کے مطابق فرمایا رافضی معتزلی ہے اور فرمایا اس کے عجائبات سے یہ ہے کہ عبدالمنعم بن ادریس اور واقدی اور اسحاق بن بشیر وغیرہ کذابین کو ثقہ قرار دیتا ہے اس کا نام محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق الندیم ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ملا خانیوالی کے با اعتماد مصنف ابن خلدون مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ خبردار یہ مت سوچنا کہ حضرت معاویہ کو یزید کی ایسی ویسی باتوں کا علم تھا آپ اس سے افضل اعلی ہیں بلکہ وہ تو اس کو سماع پر بھی ملامت کرتے تھے اور منع فرماتے تھے حالانکہ مسئلہ سماع اختلافی تھا عبارت یہ ہے۔

فالاول منها ما حدث في يزيد من الفسق أيام خلافته فاياك ان تظن بمعاوية رضى الله عنه انه علم ذلك من يزيد فانه اعدل من ذلك و افضل بل كان يعذله ايام حياته في سماع الغناء و ينهاه عنه وهو اقل من ذلك و كانت مذاهبهم فيه مختلفة

ترجمہ: یزید میں پہلا فسق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں پیدا ہوا تو اپنے آپکو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس گمان سے دور رکھ کہ وہ یزید کے فسق کو جانتے تھے پس بے شک آپ اس سے عظیم تر ہیں (کہ یزید کا فسق معلوم ہوتے ہوئے بھی اسکو نہ روکیں) بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسکو اپنی حیات میں سماع کرنے پر ملامت فرماتے تھے اور اسے اس سے روکتے تھے حالانکہ سماع فسق سے کم ہے اور اس میں (جواز وعدم جواز کے متعلق) مذاہب مختلف ہیں۔

اسی طرح کی من گھڑت اور خبیث روایت گستاخ صحابہ و اھل بیت ملا خانیوالی نے فقیر کی مخالفت میں اور یزید عنید کو حیات سیدنا معاویہ میں شرابی ثابت کرنے کے لئے اپنی اغلاط کے ساتھ اور بھی پیش کی ہیں۔

اسکی خرافات نیٹ پر دیکھنے کی خواہش ہو تو یہ عنوان نکالیں (قرآن وحدیث و تاریخ کی روشنی میں یزید کی بیعت سے انکار) ملا خانیوالی کے الفاظ یہ ہیں امام حسین مدینہ منورہ میں یزید کے ولی عھد بننے سے قبل ہی اسکو شراب پیتا دیکھ کر زجر وتوبیخ فرما چکے تھے چنانچہ امام حسین اور حضرت عبداللہ بن عباس ان دونوں کریموں کو یزید نے بلوایا تو صرف امام حسین کو اندر آنے کی اجازت دی۔

دعا بقدح فشرب ثم دعا بأخير فقال اسق ابا عبد الله فقال له الحسين عليك شرابك ايها المرء لا عين عليك منى

ترجمہ: اور اگلے الفاظ یہ ہیں اس نے شراب کا پیالہ منگوا کر پیا پھر دوسرا پیالہ منگوا کر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ پیو تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو کہا اے نوجوان اپنی شراب اپنے پاس رکھ مجھے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔

ہم ملا خانیوالی کے تقریری رد میں اس کی روایت پڑھنے میں نحوی لغوی

غلطیاں ظاہر کر چکے ہیں اب صرف اور صرف وہ روایت مع السند پیش کرتے ہیں پھر اس کی سند پر جرح اور معنی پر تبصرہ کریں گے چنانچہ کتاب الاغانی (گانوں باجوں کی کتاب) ج ۱۵ ص ۲۸۱ ذکر آدم بن عبد العزیز واخبارہ کے عنوان کے تحت ہے عکس ملاحظہ ہو۔

صـوت (مجزوء الوافر)

ألا يا صاحِ للعَجَبِ دَعوْتُكَ ثم لم تُجِبِ
إلى القَيْناتِ واللذّا تِ والصَّهباءِ(٢) والطَّربِ
ومنهنَّ التي تَبَلَتْ(٣) فؤادَكَ ثمّ لم تتبِ

الشعر ليزيد بن معاوية، يقوله للحسين بن علي بن أبي طالب عليه السلام.
والغناء لسائب خاثر، خفيف رمل بالوسطى عن حبش.

أخبرني أحمد بن عبد العزيز الجوهري قال: حدّثنا عمر بن شبة قال: حدّثني المدائني قال: قدِمَ سَلْم بن زياد على يزيدَ فنادمه، فقال له ليلةً: ألا أولّيك خراسان؟ قال: بلى وسِجِستان. فعَقَد له في ليلته فقال: (خفيف)

٢٨٢ —— الأغاني جزء ١٥

٢٩٢ اسقِني شربةً فروِّ عظامي ثم عُدْ واسقِ مثلَها ابنَ زيادِ
موضعَ السرِّ والأمانةِ منّي وعلى ثغر مَغْنمي وجهادي

قال: ولمّا رجع في خلافة أبيه جلس بالمدينة على شراب، فأستأذن عليه عبدُ الله بن العباس، والحسينُ بن علي، فأمر بشرابه فرفع وقيل له: إنّ ابن عباسٍ إن وجدَ ريح شرابكَ عرَفه. فحجبَه وأذن للحسين، فلما دخلَ وجد رائحة الشرابِ مع الطِّيب فقال: لله دَرُّ طِيبك هذا ما أطيبه، وما كنت أحسبُ أحداً يتقدّمنا في صنعة الطيب، فما هذا يا ابنَ معاوية؟ فقال: يا أبا عبد الله، هذا طِيبٌ يصنع لنا بالشأم. ثم دعا بقَدح فشربه، ثم دعا بقدح آخر فقال: اسق أبا عبد الله يا غلام. فقال الحسين: عليك شرابَكَ أيها المرء، لا عَيْنَ عليك منّي. فشرب وقال (مجزوء الوافر)

ألا يا صاحِ للعجبِ دَعوْتُكَ ثم لم تُجبِ
إلى القَيْنات واللذّا تِ والصَّهباءِ والطربِ
وباطيةٍ مُكلَّلةٍ(١) عليها سادةُ العربِ
وفيهن التي تَبلَتْ فؤادَكَ ثم لم تتبِ

فوثب الحسينُ عليه السلام وقال: بل فؤادُكَ يا ابن معاوية!

ترجمہ مقام ضرورت: جب یزید اپنے باپ کے دور خلافت میں واپس لوٹا ابن اثیر کے مطابق جب حج کیا تو مدینہ شریف میں شراب کے ساتھ بیٹھا عبداللہ بن عباس اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اس کے پاس آنے کی اجازت مانگی تو یزید نے شراب اٹھوا دی اور اس کو کسی نے کہا کہ اگر عبداللہ بن عباس تیری شراب کی بدبو پائیں گے تو پہچان لیں گے اس نے ان کو روک دیا اور حسین کو اجازت دی جب وہ داخل ہوئے تو خوشبو کے ساتھ شراب کی بو محسوس فرمائی اور فرمایا اللہ ہی کے لئے ہے تیری خوشبو کا کمال کتنی اعلی خوشبو ہے میں کسی کے بارے یہ گمان بھی نہیں رکھتا تھا کہ وہ ہم سے خوشبو کی صنعت میں فوقیت لے جائے گا تو یہ کیا ہے یزید نے کہا اے ابوعبداللہ یہ وہ خوشبو ہے جو ہمارے لئے ملک شام میں تیار کی جاتی ہے پھر شراب کا پیالا منگوا کر پی لیا اور پھر دوسرا پیالا منگوایا اور کہا اے غلام ابوعبداللہ کو پلا تو حسین نے فرمایا او جوان اپنی شراب اپنے پاس رکھ مجھے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں پس یزید پیالا پی گیا اور کچھ شعر پڑھے الی آخرہ

سند پر جرح: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ امام مدائنی علی بن محمد ابوالحسن اگرچہ مشہور ثقہ مورخ ہیں لیکن ان کی وفات ۲۲۵ھ ہجری کو ۹۳ سال کی عمر میں ہوئی جیسا کہ تاریخ الاسلام ذہبی میں ہے اور یزید کی وفات باتفاق مورخین ۶۴ھ میں ہوئی تو یزید کی وفات اور امام مدائنی کی پیدائش کے درمیان ۱۳۲ سال کا وقفہ ہے تو بتائیں درمیان سے کتنے راوی غائب ہیں کہ جن کا حال معلوم نہیں اور یہی انقطاع ہے اور کامل ابن اثیر نے مدائنی سے روایت کرنے والے عمر بن شبہ کا ذکر کیا اور مدائنی کا ذکر نہیں کیا بس اتنا فرق ہے

تنبیہ: کامل ابن اثیر میں عمر بن شبہ کی جگہ غلطی سے عمر بن سبیہ لکھا گیا ہے۔

تبصرہ: روایت کے جھوٹ اور امام حسین کی توہین ہونے پر معنوی شواہد

شاہد نمبر ا۔ اس روایت میں ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس کو یزید کے پاس جانے سے اس لئے روکا گیا کہ خطرہ تھا کہ یزید کے شراب کی بدبو محسوس کر لیں گے اور امام حسین کو اندر آنے کی اجازت دے دی گئی اس میں امام حسین سرکار کو بھولا بھالا اور ناسمجھ ظاہر کیا گیا ہے کہ ان میں اتنا شعور بھی نہیں تھا کہ وہ شراب کی بدبو محسوس کر لیتے

شاہد نمبر ۲۔ اس روایت میں ہے امام حسین نے یزید کے کمرے میں جانے کے بعد شراب کی بدبو محسوس فرمائی اور ایک عجیب وغریب خوشبو بھی محسوس فرمائی اب ایک تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلے یہ کہا گیا ہے کہ کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ان کے بارے میں شراب کی بدبو محسوس ہونے کا خطرہ ہی نہ تھا اور اب یہ کہا جا رہا کہ داخل ہوتے ہوئے شراب کی بدبو محسوس کی صرف دروازہ گزرتے ہوئے یہ نیا احساس کیسے پیدا ہو گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ بے مثال خوشبو محسوس کرنے کے بعد یزید کی شراب کی مذمت کا اشارہ تک نہیں فرمایا اور اس کی خوشبو کی انوکھے طریقے کے ساتھ تعریف شروع کر دی اس قدر خوشبو کے غلبے کے باوجود شراب کی بدبو کیسے محسوس ہوئی۔

شاہد نمبر ۳۔ معاذ اللہ معاذ اللہ شراب کی بدبو محسوس کرنے کے بعد اس کا نام تک نہ لینا اور الٹا یزید کی خوشبو کی تعریفیں شروع کر دینا اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام عالی مقام نے یزید کے سامنے غیرت دینی دکھانے کی بجائے اس کی خوشامد شروع کر دی اس سے بڑی امام حسین کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے ایسی

روایتیں بنانے والوں پر لعنت اور جو عوام الناس کے سامنے ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں وہ بھی ان ملعونوں کے ساتھ برابر کے شریک ہوں تو معزز قارئین اسی طرح یزید کو اس کے والد گرامی کے دور میں بدکار ثابت کرنے کے لئے جتنی روایتیں سنائی جائیں وہ سب کی سب اسی طرح کی واہیات ہیں کسی کی بھی سند صحیح نہیں اور جب روایت بے سرو پا ہو اس کی سند صحیح نہ ہو تو حوالوں کی کثرت اس کو صحیح نہیں بنا سکتی۔

خلاصہ بحث

ہمارا موقف یزید کو فسق و فجور سے پاک صاف دکھانا نہیں بلکہ ہمارا موقف صرف اتنا ہے کہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ وسلام اللہ علیہ نے جس وقت یزید کے لیئے بیعت لی تھی اس وقت سے پہلے اور اس وقت کے بعد سیدنا امیر معاویہ کی وفات تک وہ فاسق فاجر نہ تھا لھذا حضرت سیدنا معاویہ کو اس کے کسی ظلم اور برائی کا ذمہ دار ٹھہرانا سراسر غلط ہے اور ایمان ضائع کرنے کا سبب ہے اور رافضیوں کی جھوٹی روایات کا نتیجہ ہے

رافضیوں کے جھوٹے چند راوی درج ذیل ہیں

۱۔محمد بن سائب کلبی ۲۔اسکا بیٹا ھشام

۳۔ابومخنف لوط بن یحی غامدی ۴۔ھیثم بن عدی کوفی

۵۔محمد بن عمرو واقدی ۶۔محمد بن زکریا غلابی

۷۔جابر بن یزید جعفی ۸۔ابوالبختری وھب بن وھب

9۔ابوحذیفہ اسحاق بن بشر ۱۰۔ابواسحاق ابراھیم ثقفی

ان میں سے کوئی شخص ایسی روایت کی سند میں آ جائے جس میں اھل بیت کے متعلق غلو ہو یا صحابہ کے متعلق توہین تو اس روایت کو قبول کر کے اسکو بیان کرنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیئے۔

املاء از: فضل احمد چشتی (سندر لاہور)

۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ بروز پیر بمطابق سن ۲۰۲۰ء

کمپوزنگ: محمد عمر ہاشمی (متعلم جامعہ خدمت الاسلام

مقیم نیازی اڈا لاہور

حدیث حسن میں قاتلینِ امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کے بعد بھی کافر نہیں مؤمن کہا گیا ہے۔ چنانچہ طبرانی کبیر ج ۸ صفحہ ۳۴۲ نمبر ۸۰۹۶ اور اس سے تاریخ دمشق تذکرہٗ امام حسین علیہ السلام میں اور مجمع الزوائد مناقب امام حسین میں اور سیر اعلام النُبلاء ذھبی میں تذکرہٗ امام حسین میں اور فرمایا سندہ حسن حدیث شریف کا عکس ملاحظہ ہو۔

سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبَلَاءِ

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٧٤٨هـ - ١٣٧٤م

الجزء الثالث

أشرف على تحقيق الكتاب وخرج أحاديثه

شعيب الأرنؤوط

صدوق تغير

... علي بن الحسين بن واقد، حدثنا أبي، حدثنا أبو غالب(٢)، عن أبي أمامة، قال رسولُ الله ﷺ لنسائه: «لا تُبكُوا هذا»، يعني - حُسَيناً: فكان يوم أم سلمة، فنزلَ جبريلُ؛ فقال رسولُ الله لأمُ سلمة: لا تَدَعي أحداً يدخُل. فجاءَ حسينٌ، فبكى؛ فخلَّتْهُ يدخُل، فدخلَ حتى جلس في حجر رسول الله ﷺ فقال جبريل: إنَّ أُمتكَ ستقتُله. قال: يقتلونه وهم مؤمنون؟ قال: نعم، وأراه تُربتَه.

إسناده حسن.

تذنیب در مسئلہ تکفیر یزید

تمام سلف صالحین یعنی صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ مجتھدین میں سے کسی نے بھی یزید عتید کو کافر قرار نہیں دیا ہاں صرف متاخرین نے اسکی تکفیر میں اختلاف فرمایا ہے بعض اھل سنت اسکو کافر کہتے ہیں جیسے امام تفتازانی اور جمہور اھل سنت اسکو کافر نہیں کہتے بلکہ اسکے فاسق اور ظالم ہونے کے قائل ہیں ان صفحات میں ہم صرف اور صرف اسکی تکفیر کی نسبت ائمہ اربعہ کی طرف کیئے جانے کی تغلیط وتخطیہ کے درپے ہیں کہ اسکو فقہ کے چار اماموں میں سے کسی نے نہ تصریحاً کافر فرمایا اور نہ تلویحاً اگر یہ تصریح وتلویح کسی نے ائمہ کی طرف منسوب کی ہے تو اسکی اپنی خطا ہے کوئی صاحب علم اسکو ثابت نہیں کرسکتا بلکہ اگر کسی امام سے ثابت ہے تو الٹا عدم تکفیر ہے امام اعظم کی فقہ میں تو یزید کا نام ھی مذکور نہیں اور یہی حال امام مالک اور امام شافعی کی فقہ کا بھی ہے ہاں امام احمد کے پاس اس کا ذکر متعدد بار ہمیں ملتا ہے اور وہ بھی مختلف الفاظ کے ساتھ ہم یہاں امام احمد کی طرف منسوب ملنے والی تمام روایات ذکر کر کے ان پر تبصرہ کرتے ہیں بعون اللہ تعالیٰ

اوّلاً صحیح روایات

روایت نمبر ۱: کتاب السنۃ مصنفہ امام حافظ ابو بکر خلال احمد بن محمد بن ھارون متوفی ۳۱۱ھ جلد اول صفحہ ۵۲۱ روایت ۸۴۵ سند صحیح کے ساتھ ہے۔

قال سألت احمد عن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان قال ھو فعل بالمدینۃ ما فعل قلت ما فعل قال قتل بالمدینۃ من اصحاب النبی و فعل قلت وما فعل قال نھبھا قلت فیذ کر عنہ الحدیث قال لا یذ کر عنہ الحدیث ولا ینبغی لاحد ان یکتب

عنہ حدیثا قلت لاحمد ومن کان معہ بالمدینۃ حین فعل ما فعل قال اھل الشام قلت لہ واھل مصر قال لا انما کان اھل مصر معھم فی امر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: یعنی امام مُھَنّا فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے یزید کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس نے جو مدینہ کے ساتھ کیا کتنا بُرا کام ہے میں نے کہا اس نے مدینہ طیبہ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا اصحاب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو قتل کیا مدینہ میں لوٹ مار کی میں نے عرض کی اس سے حدیث ذکر کرنی چاہیئے یعنی روایت حدیث کرنی چاہیئے فرمایا ذکر نہ کی جائے کسی کیلیئے مناسب نہیں کہ اس سے حدیث ذکر کرے میں نے امام احمد سے کہا اس (یزید) کے ساتھ مدینہ پر ظلم کرنے میں کون لوگ تھے فرمایا اھل الشام میں نے کہا اور اھل مصر فرمایا نہیں اھل مصر ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسئلہ میں تھے

تبصرہ

اس میں چندفوائد ہیں۔

۱۔ امام احمد کے نزدیک یزید کا سب سے بڑا جرم اھل مدینہ کے صحابہ کے ساتھ ظلم کرنا ہے لھذا واقعۂ کربلاء امام احمد کے نزدیک اعمال یزید میں داخل نہیں ورنہ تو اھل مدینہ کے صحابہ کے ساتھ ہونے والا ظلم واقعۂ کربلا کے سامنے اتنا بڑا جرم ہرگز نہیں بن سکتا کہ واقعۂ کربلا قابل ذکر ہی نہ ہو اور سب کو معلوم ہے کہ مسئلہ اختلافی ہے امام غزالی علیہ الرحمہ کا فتوی اسی پر مبنی ہے۔

۲۔ یہ جو مشہور ہے کہ یزید نے مدینہ کو اپنی فوج کیلیئے مباح کردیا تو امام احمد کے نزدیک اس کے مال کی لوٹ مار ہے اور یہی حق ہے اور باقی رہا ایک ہزار معصومات دوشیزہ کی عزت دری تو یہ محض اھل ملاحم کی کذب بیانی ہے جو

ایسے حالات میں مخالفوں کی طرف سے روا رکھی جاتی ہے اسی لیئے ائمہ حدیث کے نزدیک روایات ملاحم کم ہی صحیح ہیں

۳۔ اس میں یزید کا وہ عمل جو مذکور ہوا امام احمد کی نظر میں سب سے گھناؤنا اور برا عمل تھا لیکن عقیدے کا اشارہ تک نہیں ہوا جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ ان کے نزدیک یزید زیادہ سے زیادہ فاسق ہی قرار دیا جاسکتا ہے

۴۔ آخری جملہ راوی کا وہم لگتا ہے کیونکہ قتل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں شامیوں کا کوئی کردار نہیں پھر معھم یعنی شامیوں کے ساتھ اھل مصر تھے کا کیا معنی ہے؟

۵۔ اس روایت میں اس کے فسق کی تصریح ہے

روایت نمبر ۲: وہی کتاب السنۃ روایت نمبر ۸۴۶ ان ابا طالب وهو العكبرى حدثهم قال سألت ابا عبد الله عمن قال لعن الله يزيد ابن معاوية قال لا تكلم فى هذا قلت ما تقول فان الذى تكلم به رجل لا بأس به و انا صائر الى قولك فقال ابو عبد الله قال النبى لعن المؤمن كقتله وقال خير الناس قرنى ثم الذين يلونهم وقد صار يزيد فيهم وقال من لعنته أو سببته فاجعلها له رحمة فارى الامساك احب الى

ترجمہ: یعنی ابو طالب عکبری فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے پوچھا ایک شخص کہتا ہے یزید بن معاویہ پر اللہ کی لعنت ہو تو فرمایا اس میں کلام مت کر میں نے عرض کی آپ کیا فرماتے ہین کیونکہ جس نے یہ لفظ کہے ہیں وہ شخص بھی برا نہیں اور میں تو آپ کے قول کی طرف رجوع کروں گا تو فرمایا امام احمد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی طرح ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا افضل لوگ میرے ہم عصر ہیں اور وہ جوان سے متصل ہیں اور یزید تابعین میں سے بن چکا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس پر میں لعنت کروں یا جس کو میں گالی دوں تو اس کو اس کے لیئے تو رحمت بنا دے تو میں یزید پر لعنت کرنے سے باز رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں اس کی سند بھی صحیح ہے

تبصرہ

۱۔ امام احمد نے لعن یزید سے منع فرمایا بچند وجوہ اس کے مومن ہونے کی وجہ سے اس کے تابعی ہونے کی وجہ سے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی لعنت آئی ہو تو امت کے حق میں بقول نبی علیہ السلام رحمت ہونے کی وجہ سے اور لعن سے امساک کو ہی پسند فرمایا اور یہی اھل سنت کا مذھب ہے کہ لعن شخصی جائز ہیں۔

۲۔ امام صاحب کے نزدیک اس کا مومن ہونا یقینی ہے اور دوسرے فاسقوں کی طرح رحمت الٰھی کا مستحق ہونا بھی امام احمد کے نزدیک ثابت ہے اور اسی کو امام غزالی اور ایک جماعت نے پسند فرمایا ہے۔

۳۔ اس روایت کے مطابق یہ ہے کہ لعن یزید کا مسئلہ امام احمد کے دور میں بھی اختلافی رہا رجل لا بأس به اس پر دلالت کرتا ہے۔

۴۔ اس میں فسق یزید کی تلویح ہے کیونکہ مسئلہ لعن کا تعلق کسی متقی شخص کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔

ثانیا ضعیف روایت

یہ روایت صرف اور صرف کتاب المعتمد فی اصول الدین الکبیر جو کہ مفقود ہے اور امام قاضی ابو یعلی کی تصنیف ہے میں ان کی سند کے ساتھ مذکور ہے جس

طرح کہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الرد علی المتعصب العنید میں لکھا ہے اور اسکی سند بعینہ امام ابن جوزی کی مذکور کتاب سے پیش کی جاتی ہے پھر اس پر سند اور معنی کے لحاظ سے تبصرہ کیا جائے گا۔

عن ابی جعفر العکبری ثنا ابو علی الحسین بن الجنید قال ثنا ابو طالب بن شھاب العکبری قال سمعت ابا بکر محمد بن العباس قال سمعت صالح بن احمد بن حنبل یقول قلت لابی ان قوما ینسبوننا الی توالی یزید فقال یا بنی وھل یتولی یزید احد یؤمن باللہ فقلت فلم لا تلعنه فقال متی رأیتنی العن شیئاً ولم لا یلعن من لعنه اللہ فی کتابه فقلت وأین لعن اللہ یزید فی کتابه فقر أفھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئك الذین لعنھم اللہ فأصمھم واعمی ابصارھم فھل یکون الفساد اعظم من القتل

ترجمہ: یعنی صالح بن امام احمد فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ سے عرض کی کچھ لوگ ہمیں یزید سے محبت کرنے کا طعنہ مارتے ہیں فرمایا بیٹا کیا یزید سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا شخص محبت کر سکتا ہے تو میں نے عرض کی تو آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے فرمایا تو نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے کب دیکھا اور کیوں نہ لعنت کی جائے اس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اپنی کتاب میں تو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کہاں یزید پر لعنت فرمائی ہے تو آپ نے یہ آیت پڑھی یعنی تو یقینا تم لوگ اگر دین سے منہ پھیر لوگے تو لگتا ہے تم لوگ زمین میں فساد کرو گے اور قطع رحمی کرو گے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے پھر انکو بہرا کر دیتا ہے اور اندھا بنا دیتا ہے تو بیٹا کیا قتل سے بھی بڑا فساد ہو سکتا ہے۔ (بحوالہ الرد علی المتعصب العنید صفحہ ۴۰-۴۱)

سند پر تبصرہ

اولاً مسائل امام احمد بروایت ابنہ صالح بن احمد میں نظر دوڑانے کے بعد اس کا کہیں وجود محسوس نہیں ہوا

ثانیاً اس کی سند کے پہلے راوی عمر بن احمد بن عثمان ابو حفص العکبری ثقہ امین ہیں دوسرے ابوعلی الحسین بن الجنید (الرد میں اسی طرح ہے اور المسائل والرسائل بحوالہ الروایتان والوجهان ابن الجندی ہے) مجہول ہے تیسرے ابو طالب العکبری ثقہ ہیں چوتھے ابو بکر محمد بن العباس مجہول ہیں لھذا دو مجہول راویوں کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اسی لیئے تو خود اسکی تخریج کرنے والے قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ اس کے صحیح ہونے میں شک رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

وهذه الرواية ان صحت فهي صريحة في معنى لعن يزيد

ترجمہ: یعنی اگر یہ روایت صحیح ہو تو الخ (بحوالہ الآداب الشرعیہ ابن مفلح جلد نمبر ا صفحہ ۲۰۸)

لیکن افسوس ہے کہ امام ابن جوزی نے قاضی ابو یعلی کے اس اشارۂ تضعیف کی طرف اشارہ نہیں فرمایا انکا معاملہ بھی عجیب ہے کبھی متشدد ہوتے ہیں اور کبھی متساھل نظر آتے ہیں۔

ثالثاً کتاب السنۃ کی صحیح روایت کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے

تنبیہ: امام ابن جوزی نے دونوں روایتوں میں معنوی مخالفت نہیں مانی اسکو جواز پر محمول کیا اور کتاب السنۃ والی روایت کو اولویت امساک پر محمول فرمایا مگر یہ انکا وہم ہے کیونکہ کتاب السنۃ والی روایت میں آپ کا اس حدیث کو پیش فرمانا لعن المؤمن کقتلہ اس کی حرمت کے قول کرنے کی دلیل کے طور پر کافی ہے اور احب الی کا فقہ امام احمد میں حرمت کیلیئے استعمال ہونا ان کی شرح اصطلاحات والی کتب میں

موجود ہے اس روایت میں معنوی ضعف بھی ہے اس کی تقریر اس طرح ہے کہ ایک طرف تو یہ ہے کہ امام نے کبھی کسی کو لعنت نہیں کی اور دوسری طرف لعنت یزید کو سنت اُٹھی ثابت کر کے اسکی ترغیب کی جا رہی ہے کہ لم لا یلعن الخ

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسروں کو ترغیب ہو اور اپنے لیئے پرہیز اور وہ بھی ایسی کہ زندگی میں ایک بار بھی عمل نہیں کیا گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں لعن شخصی تو ہے ہی نہیں لعن اجمالی ہے تو امام احمد سے یہ بات کیسے مخفی رہ گئی اور تیسری بات یہ ہے کہ جب آخر میں آیا ہے کہ قتل سے بڑا فساد کیا ہو سکتا ہے تو اس کے مطابق لازم ہے کہ یزید کی طرح ہر قاتل کا نام لے کر لعنت کرنی چاہیئے اور اسی طرح ہر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے اور صغیرہ پر اصرار کرنے والے شخص کا بھی یہی حکم ہو تو قائلین جواز لعن یزید حضرات کو چاہیئے اس پر عمل کریں اور اپنے فاسق پر خوب لعن کریں۔

العیاذ باللہ من ھذا الفساد ہماری نظر میں یہ روایت کسی ظالم حنبلی نے گھڑی ہے روایت گھڑنے کی وجہ بھی ابتدائی لفظ بتاتے ہیں اور وہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام احمد کی طرف سے جیسا کہ روایت صحیحہ میں گذرا یزید کے ایمان بلکہ اسکے تابعین میں سے ہونے اور اسکی مغفرت کے استحقاق کالفاسقین کے قائل ہونے کا چرچا ہو چکا تھا تو کسی عراقی رافضی نے طعنہ مارا تو کسی مہربان حنبلی نے طعنہ زنی سے بچنے کی خاطر روایت گھڑ دی لیکن اتنا نہیں سوچا کہ یہ روایت مجاھیل پر مشتمل ہونے کے ساتھ شان امام کے بھی خلاف ہے

قوی اشکال کا ازالہ

وفیات الاعیان میں امام الکِیا الھَرّاسی ابو الحسن علی بن محمد الطبری متوفی

سنہ ۵۰۴ھ کے حالات میں ان کا یزید کے متعلق فتوی بلفظہ نقل فرمایا ہے۔

سئل الكيا ايضا عن يزيد بن معاوية فقال انه لم يكن من الصحابة لانه ولد فى ايام عمر بن الخطاب رضى الله عنه واما قول السلف ففيه لاحمد قولان تلويح وتصريح ولمالك قولان تلويح وتصريح ولنا قول واحد تصريح دون التلويح و كيف لا يكون كذا لك وهو اللاعب بالنرد والمتصيد بالفهود ومدمن الخمر وشعره فى الخمر معلوم الخ

ترجمہ: امام الکیا سے بھی یزید بن معاویہ کے متعلق سوال کہا گیا تو انہوں نے کہا یہ صحابہ اکرام علیھم الرضوان میں سے نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوا بہر حال سلف صالحین کا یزید کے متعلق قول تو امام احمد کے دو قول ہیں تلویح اور تصریح اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی دو قول ہیں تلویح اور تصریح اور ہمارا ایک ہی قول ہے تصریح نہ کہ تلویح اور ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ وہ شطرنج کھیلنے اور چیتوں کیساتھ کھیلنے والا اور دائمی شرابی تھا اور شراب کے متعلق اسکے شعر مشہور ہیں۔

اشکال یہ ہے کہ یہ امام الکیا امام غزالی کے ساتھی ہیں امام الحرمین کے شاگرد ہیں حافظ الحدیث امام ابو طاہر سلفی بغدادی جیسے ان سے فتوی پوچھتے تھے اور پھر وہ چار اماموں کے اقوال یزید سے کفر کے متعلق نقل فرما رہیں ہیں

ازالہء اشکال

اوّلاً یہ گذارش ہے کہ امام الکیا کے مذکورہ فتوی سے کفر سمجھنا سراسر خطا ہے حق یہ ہے کہ فتوی میں جن امور کے موجود ہونے کا دعوی کیا گیا ہے وہ اس کے فسق سے متعلق ہیں اور اس پر اظہر من الشّمس قرینہ ان کے فتوی کے یہ الفاظ ہیں کہ وھو

اللاعب بالنرد والمتصید بالفھود ومد من الخمر

کیونکہ ہر شخص عربی دان صاحب علم بخوبی جانتا ہے کہ یزید کے بعض برے اعمال کا تذکرہ ہے اگر کلام اس کے کفر سے متعلق ہوتا تو اسکے کفریہ عقائد کو ذکر کیا جاتا۔

ثانیاً انہیں امام الکیا سے برتر و بالا اور ہم عصر ہم استاد حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ کا فتوی بھی اسی وفیات الاعیان سابقہ فتوی کے ساتھ بلفظہ مذکور ہے اور اس میں امام غزالی سے یزید کے لعن اور حکم فسق و ارادۂ قتل امام یا ارادۂ دفاع اور اسکے لئے دعائے مغفرت کرنے سے متعلق سوال کیا گیا ہے آپ نے تفصیلا جواب لکھا ہے سوال و جواب بلفظہ نقل کیے جاتے ہیں۔

وقد أفتى الإمام أبو حامد الغزالي، رحمه الله تعالى، في مثل هذه المسألة بخلاف ذلك، فإنه سئل عمن صرح بلعن يزيد: هل يحكم بفسقه أم هل يكون ذلك مرخَصاً فيه؟ وهل كان مريداً قتلَ الحسين، رضي الله عنه، أم كان قصده الدفع؟ وهل يسوغ الترحم عليه أم السكوت عنه أفضل؟ يُنعم بإزالة الاشتباه مثاباً، فأجاب: لا يجوز لعن المسلم أصلاً، ومن لعن مسلماً فهو الملعون، وقد قال رسول الله ﷺ: «المسلم ليس بلعّانٍ» وكيف يجوز لعن المسلم ولا يجوز لعن البهائم وقد ورد النهي عن ذلك، وحرمة المسلم أعظم من حرمة الكعبة بنص النبي ﷺ. ويزيد صَحّ إسلامه، وما صح قتله الحسين، رضي الله عنه، ولا أمره ولا رضاه بذلك، ومهما لم يصح ذلك منه لا يجوز أن يظن ذلك به فإن إساءة الظن بالمسلم أيضاً حرام، وقد قال تعالى: ﴿ٱجْتَنِبُوا۟ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات: ١٢] وقال النبي ﷺ: «إن الله حَرّمَ من المسلم دمه وماله وعرضه وأن يظن به ظن السوء» ومن زعم أن يزيد أمر بقتل الحسين، رضي الله عنه، أو رضي به فينبغي أن يُعلم به غاية حماقة، فإن من قُتل من الأكابر والوزراء والسلاطين في عصره لو أراد أن يعلم حقيقة من الذي أمر بقتله ومن الذي رضي به ومن الذي كرهه لم يقدر على ذلك، وإن كان قد قتل في جواره وزمانه وهو يشاهده، فكيف لو كان في بلد بعيد وزمن قديم قد انقضى، فكيف يُعلم ذلك فيما انقضى عليه قريب من أربعمائة سنة في مكان بعيد؟ وقد تطرق التعصب في الواقعة فكثرت فيها الأحاديث من الجوانب، فهذا أمرٌ لا تعرف حقيقته أصلاً، وإذا لم يُعرف وجب إحسان الظن بكل مسلم يمكن إحسان الظن به، ومع هذا فلو ثبت على مسلم أنه قتل مسلماً فمذهب أهل الحق أنه ليس بكافر، والقتل ليس بكفر بل هو معصية، وإذا مات القاتل فربما مات بعد التوبة، والكافر لو تاب من كفره لم تجز لعنته، فكيف من تاب عن قتل؟ وبِمَ يعرف أن قاتل الحسين، رضي الله عنه، مات قبل التوبة؟ وهو الذي يقبل التوبة عن عباده، فإذن لا يجوز لعن أحد ممن مات من المسلمين، ومن لعنه كان فاسقاً عاصياً لله تعالى، ولو جاز لعنه فسكت لم يكن عاصياً بالإجماع، بل لو لم يلعن إبليس طول عمره لا يقال له يوم القيامة: لِمَ لم تلعن إبليس، ويقال للاعن: لم لعنت؟ ومن أين عرفت أنه مطرود ملعون؟ والملعون هو المبعد من الله عز وجل، وذلك غيب لا يعرف إلا فيمن مات كافراً فإن ذلك علم بالشرع، وأما الترحّم عليه فهو جائز، بل هو مستحب، بل هو داخل في قولنا في كل صلاة: «اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات»، فإنه كان مؤمناً، والله أعلم؛ كتبه الغزالي.

ترجمہ: امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسی مسئلہ میں الکیا طبری کے خلاف فتویٰ دیا ھے۔ ان سے پوچھا گیا اس شخص سے متعلق جو یزید پر لعنت کرتا

ھے کیا ایسے شخص کو فاسق کہا جا سکتا ھے یا ایسا کرنے کی رخصت ھے (یعنی لعنِ یزید کی) کیا یزید کا قتلِ حسین کا ارادہ تھا یا فقط ان کو ٹالنا تھا کیا اسکو رحمت کی دعا دینا جائز ھے یا نہ دینا افضل ھے تو جواب ارشاد فرمایا کہ لعنِ مسلم بالکل جائز نہیں اور جو شخص مسلمان پر لعنت کرے وہ خود ملعون ھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان لعّان نہیں ہوتا اور لعنِ مسلم کیونکر جائز ہو سکتی ہے جبکہ لعنِ بہائم جائز نہیں اور اس سے ممانعت آئی ھے اور مسلمان کی عزت کعبہ کی عزت سے زیادہ ھے حضور علیہ السلام کے فرمان کے ساتھ اور یزید کا اسلام صحیح ھے اور اسکا امام حسین کو قتل کرنا صحیح نہیں اور نہ ہی اس کا قتل کا حکم دینا اور نہ ھی قتل پر راضی ہونا اور جب یہ سب کچھ اس سے صحیح طور پر ثابت نہیں تو اس بات کا اس کے بارے میں گمان رکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام ھے اللہ تعالیٰ کا فرمان ھے بہت سے گمانوں سے بچو۔ بیشک بعض گمان گناہ ہیں اور نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے۔ مسلمان کا خون اور اس کا مال اور اسکی عزت اور اس کے ساتھ بدگمانی رکھنا اور جس کا یہ گمان ہے کہ یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا یا اس پہ راضی ھوا تو اسکو پرلے درجے کا احمق سمجھنا چاہیے کیونکہ ایسے شخص کے دور میں جو بڑے لوگ، وزراء سلاطین قتل ھوئے ھیں ان کے متعلق وہ خود جاننا چاہے کہ کون ھے جس نے اس کے قتل کا حکم دیا اور کون ھے جو اس پر راضی ھوا اور کون ھے جو قتل پر ناراض ھوا تو وہ یہ نہیں کر سکے گا۔ چاہے یہ لوگ اس کے پڑوس میں کیوں نہ مرے ھوں اور اُس کے زمانے میں تو پھر جو قدیم زمانہ میں ھوا اور اس کے شہر سے بہت دور ھوا۔ اس کی حقیقت حال کیسے معلوم کرنا ممکن ھے خصوصاً جبکہ اس واقع کو صدیاں بیت گئیں خیال رہے اس واقعے میں تعصب نے بہت جگہ لی ھے اور کئی جوانب سے بہت سی باتیں ھوئیں ھیں تو یہ ایسا معاملہ ھے کہ اسکی

حقیقت حال جاننا بہت مشکل ھے اور جب مشکل ھے تو ھر مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن حتی الامکان ضروری ھے۔ اور ان ساری باتوں کے ھوتے ھوئے اگر کسی مسلمان کا کسی مسلمان کو قتل کرنا پایا جائے تو اھل حق اھل سنت و جماعت کا یہی مذھب ھے کہ وہ کفر نہیں بلکہ معصیت ھے تو جب قاتل مرتا ھے بعض اوقات توبہ کر کے مرتا ھے اور جب کافر توبہ کر کے مرے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جو قتل سے توبہ کر کے مرے اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ قاتل امام حسین علیہ السلام نے توبہ نہیں کی اور اس سے پہلے مر گیا اور اللہ ھی ھے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ھے (الآیہ) تو اب مرے ھوئے کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ھے اور جو مسلمان پر لعنت کرے گا وہ فاسق گناھگار ھو ھوگا اور اگر لعنت کرنا جائز ھوتا اور پھر یہ شخص خاموشی کرتا اور لعنت نہ کرتا تو اس پر کچھ مواخذہ نہ ھوتا بالاجماع بلکہ اگر کوئی شخص ساری زندگی ابلیس پر لعنت نہیں کرتا تو اسکو قیامت کے روز یہ نہیں کہا جائے گا کہ تو نے ایسا کیوں نہیں کیا بلکہ لعنت کرنے والے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے لعنت کیوں کی تھی اور تجھے کیسے معلوم ھوا تھا کہ وہ مردود ھے اور ملعون وہی ھے جو اللہ کی رحمت سے دور ھو۔ اور یہ غیبی مسئلہ ھے صرف اس کے بارے میں معلوم ھو سکتا ھے جس کا کافر مرنا معلوم ھو اب رہا یزید پر مغفرت و رحمت کی دعا کرنا تو وہ جائز ہے بلکہ مستحب ھے بلکہ ھماری ھر نماز کی دعا **اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات** میں وہ داخل ہے کیونکہ وہ مؤمن تھا۔ آگے امام غزالی کے دستخط ہیں۔ یہ امام غزالی کا فتویٰ تھا اُن کی کتاب احیاء علوم الدین کا حوالہ ملاحظہ ھو۔

اتحاف السادة المتقين

بشرح إحياء علوم الدين

تصنيف خاتمة المحققين وعمدة ذوي الفضائل من المدققين

العلامة السيد محمد بن محمد الحسيني الزبيدي الشهير بمرتضى

حضرهم فاذا سمع أحدا يلعنه قال لقد لعنت ملعنا ولاشئ أنفع لقلبه من لا اله الا الله (فضلا عن غيره فان قيل هل يجوز لعنة يزيد) بن معاوية بن أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية بن عبد شمس كنيته أبو خالد ولد في خلافة عثمان وعهد اليه أبوه بالخلافة فبويع له بيت المقدس في يوم الخميس اثمان بقين من رجب سنة ستين ونهض الى دمشق مسرعا ولم يشهد وفاة أبيه ولا صلى عليه لغيابه في ذلك الوقت ببيت المقدس وأبي البيعة عبد الله بن الزبير ولاذ بمكة والحسين بن علي ونهض الى الكوفة (لانه قاتل الحسين) بن علي رضي الله عنه (أو آمر به) أي بالقتل (قلنا هذا لم يثبت أصلا) اما كونه لم يقتله بنفسه فهو ظاهر وأما كونه لم يأمر بقتله فهذا فيه الاختلاف الشائع وغاية ما ذكر فيه ان يزيد لما قلد عبيد الله بن زياد الكوفة مضافا الى ما تقلده من أمر البصرة وسار اليها مسرعا متنكرا حتى نزل قصر الامارة بها كتب اليه يزيد قد ابتلي شأنك بالحسين وابتلي بلدك من بين البلدان وأنت من بين العمال وفي هذا اما يعتق أو يعود عبدا ثنا يريدان الحسين رضي الله عنه انه للثردك الى نسبك ورده قال معاوية الى ادعاء أبيك فكان هذا القول مما حرضه على الحسين رضي الله عنه وهذا لا يدل على انه أمره بقتله كما هو ظاهر ويزيد ذلك ان في سنة اثنتين وستين بعد قتل الامام الحسين رضي الله عنه وفد أبو القاسم محمد بن علي بن أبي طالب المعروف بابن الحنفية على يزيد باستدعاء منه فلما صار اليه اعتذر مما جرى على الحسين رضي الله عنه وقال لو كنت حاضرا ما جرى ما جرى فقال له محمد بن علي لا أحب أن أسمع في أخي الا الخير ولا أشك في انك لو رأيت أمره لما جرى ما جرى ولكن الكل أجل كتاب وقصة قتله رضي الله عنه مشهورة وحاصلها ان في سنة احدى وستين أنفذ عبيد الله بن زياد شبث بن ربعي لباقي الحسين وحربه من طريق خفان في اثني عشر ألفا وعمر بن سعد بن أبي وقاص من طريق الفرات ليأخذ عليه الطريق بقين في جيش آخر وقال لعمر مره أن يرجع الى المدينة أو الى مكة أو يسير الى يزيد فان أبى فاستأسره فان أبى فقاتله فأبى الحسين أن يرجع أو يستأسر فقاتلوه فقتل رضي الله عنه سعيدا شهيدا حميدا بمكان يقال له الطف واختلف في قاتله فقيل سنان بن أنس النخعي وقيل شمر بن ذي الجوشن الضبابي وكان سنه اذ ذاك رضي الله عنه ستا وخمسين سنة وخمسة أشهر وحمل رأسه الى عبيد الله ابن زياد على خشبة وهو أول رأس حمل على خشبة ودفن جسده الشريف بكربلاء بالجملة (فانه لا يجوز أن يقال انه قتله او أمر بقتله ما لم يثبت) من طريق صحيحة كما نقله ابن عبد البر في التمهيد عن بعضهم أن يزيد لم يأمرهم بقتله وانما أمرهم بمطالبه أو بأخذه وحمله اليه فهم قتلوه من غير حكمه وقد ذكر شيخ الاسلام ابن تيمية في كتاب الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان ما حاصله ان جميع ما يذكر في ذلك لم يثبتوا ان قتله انما كان عن رأي عبيد الله بن زياد (فضلا عن اللعنة لانه لا يجوز نسبة مسلم الى كبيرة) كالقتل وغيره (من غير تحقيق) أو بسيرة خبيث لم يثبت ما يقتضي اللعن لا يجوز لعنه وبه أفتى المصنف قال ابن حجر المكي وهو الاليق بقواعد المذهب فلا يجوز لعنه وان كان فاسقا خبيثا فالحق في كلام ابن الصلاح أن هذا لا ثم ولا نلعنه وبالجملة فالرجل من أهل القبلة ليس بكافر لان الاسباب الموجبة للكفر لم يثبت منها شئ والاصل

وهذا يدل على أن لعن فاسق بعينه غير جائز وعلى الجملة ففي لعن الاشخاص خطر فليجتنب ولا خطر في السكوت عن لعن ابليس مثلا فضلا عن غيره فان قيل هل يجوز لعن يزيد لانه قاتل الحسين أو آمر به قلنا هذا لم يثبت أصلا فلا يجوز أن يقال انه قتله أو أمر به ما لم يثبت فضلا عن اللعنة لانه لا يجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق

احیاء علوم الدین کی عبارت کا ترجمہ اور یہ چیز مذکور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کسی معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ شخصی لعنت میں بہت بڑا خطرہ ہے لھذا پرھیز ضروری ہے اور ابلیس کی لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں تو دوسروں کا کیا ذکر پھر اگر سوال کیا جائے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز ھے کہ نہیں کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل ھے یا قتل کا حکم کرنے والا ھے تو جواباً ہم کہتے ھیں کہ یہ بالکل ثابت نہیں۔ لھذا یہ کہنا جائز نہیں کہ یزید نے امام علیہ السلام کو قتل کیا یا قتل کا حکم کیا۔ جب تک ثابت نہ ہو (قائل کے ھاں) کیونکہ کسی مسلمان کی کسی کبیرہ گناہ کی طرف بغیر تحقیق نسبت کرنا جائز نہیں۔

اگر ائمہ اربعہ کی تلویحات وتصریحات ہوتیں تو امام غزالی پر ہرگز مخفی نہ رہتیں اور حق بھی یہی ہے کیونکہ امام احمد کی تصریح وتلویح گذر چکی ہیں اور انکا تعلق بھی فسق کے ساتھ ہی ہے اور دیگر ائمہ اکرام سے ہمیں کچھ بھی نہیں مل سکا۔

مزید دلیل یہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام تکفیر یزید اھل سنت میں اختلافی بتاتے ہیں چنانچہ الصواعق المحرقہ میں صفحہ نمبر ۲۲۰ خاتمہ کے آخری صفحات میں ہے

اعلم ان اهل السنة اختلفوا فی تکفیر یزید بن معاویة

ترجمہ: خبردار تکفیر یزید کے مسئلہ کے متعلق اہل سنت کا اختلاف ہے۔

پھر تین قول نقل فرمائے۔

۱۔تکفیر ۲۔عدم تکفیر ۳۔توقف

اور ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف سے تکفیر کی تصریحات ہوتیں تو اختلاف چہ معنی دارد

سوال

اگر کوئی کہے مسایرہ میں ابن ھمام نے فرمایا ہے

واختلف فی اکفار یزید ابنه فقیل نعم وقیل لا اذلم یثبت لنا عنه تلك الاسباب الموجبة و حقیقة الامر التوقف ورجع امره الی الله سبحانه

ترجمہ: کیا یزید بن معاویہ کو کافر قرار دینے میں اختلاف کیا گیا ہے یا نہیں تو بعض نے کہا ہاں اور بعض نے کہا نہیں کیونکہ ہمارے ہاں اسکے متعلق وہ اسباب ثابت نہیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں توقف چاہے اور اسکے معاملہ کو اللہ عزوجل کی طرف لوٹانا چاہیے۔

تو یہ اختلاف مجتھدین کا ہے

جواب

اولاً: امام ھیتمی نے جو اختلاف نقل فرمایا ہے وہ اسی مسایرہ سے ہی ہے

ثانیاً: یہ اختلافی تین قول بتارہے ہیں کہ اختلاف متاخرین میں ہے اور ائمہ مجتھدین میں کوئی اختلاف نہیں تو پھر دعوئ تصریحات وتلویحات کیسے درست ہوا

ثالثاً: دوسرے قول کے ساتھ امام ابن ھمام کا دلیل ذکر کرنا بتارہا ہے کہ وہ عدم تکفیر کے قائل ہیں وحقیقتہ

الامر کے لفظ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ توقف کو ترجیح دے رہے ہیں بہرحال کچھ بھی ہو ائمہ اربعہ کی تصریحات وتلویحات کا دعوی سوائے وہم کے کچھ بھی نہیں ہوسکتا

رابعاً: اس اختلاف کی وجہ صاحب مسامرہ نے اھانت اھل بیت کے ثبوت اور عدم ثبوت کو قرار دیا ہے اور مصنف ابن ھمام کے کلام کے مطابق یہی ہے کیونکہ

وہ خود فرمارہے ہیں

اذلم یثبت لنا عنه تلك الاسباب الموجبة

لیکن خیر افاضل المدققین امام قاسم بن قطلوبغا نے مسایرہ کے حاشیہ میں سبب اختلاف اور ہی بیان فرمایا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارج کے نزدیک گناہ کا مرتکب کافر ہے اور معتزلہ کے نزدیک ایمان سے خارج ہے اور کفر میں داخل نہیں یعنی واسطہ ہے اور اھل سنت کے نزدیک ایمان سے خارج نہیں ہوتا فرماتے ہیں

قلت عند الخوارج من ارتکب صغیرۃ أو کبیرۃ یکون کافرا و عند المعتزلة یخرج عن الایمان و عند اهل السنة لا یخرج عن الایمان فعن هذا وقع الخلاف الذی ذکرہ المصنف

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ خوراج کے نزدیک مرتکب صغیرہ وکبیرہ کافر ہے اور متزلیہ کے ہاں فقط ایمان سے خارج ہے (لیکن کفر میں داخل نہیں) اور اہل سنت کے ہاں ایمان سے خارج نہیں پس اسی وجہ سے وہ اختلاف واقع ہوا جس کا ذکر مصنف علیہ الرحمہ نے کیا۔

اب ہم نقل میں امام الکیا طبری کو لگنے والے وہم کی وجہ بھی بیان کردیتے ہیں بعون اللہ تعالیٰ اور صحیح ہوگی کہ جب تلویح وتصریح فسق امام احمد سے ثابت ہیں تو امام الکیا طبری نے کتابوں کے دیکھنے کے بغیر محض حافظے پر اعتماد کر کے لکھا ہوگا اور ذھن شریف میں امام احمد کی تلویح وتصریح مستحضر تھیں تو وہاں سے وہم دوسرے اماموں کی طرف چلا گیا جب ہماری پیش کردہ تحقیق سے ثابت ہوا چکا ہے کہ ائمہ مجتھدین میں سے کسی سے بھی تکفیر یزید اور اس کا لعن ثابت نہیں تو اب متاخرین میں سے جن حضرات نے تکفیر اور جوازِ لعن کا قول پیش کیا ہے انھوں نے اپنی فقہ

سے آگے قدم رکھا ہے۔

جو تقدم علی الائمہ کے مترادف ہے۔

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ پر شہرت و تواتر کا االتباس ھو گیا ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ شہرت میں اختلاف ممکن ہی نہیں ہوتا تو تواتر کیسا؟

اسی لیے حافظ امام سیدی مرتضیٰ زبیدی شارح قاموس علیہ الرحمۃ شرح احیاء العلوم الدین مین انکا کلام نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں **النظر هذا الکلام من هذا المحقق مع انه من کبار ائمة الشافعية و قواعد مذهبه تقتضی عدم اللعن و لکنه اُبّی فی بلا دا لعجم وقد امتلأت مسامعهه من الاخبار والحکایات التی اکثر هالا یخلو من مجازفات** (جلد ۷ ص ۴۸۸ کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ العن)

یعنی اس محقق علیہ الرحمہ کے کلام میں غور کریں حالانکہ وہ ائمہ شافعیہ کے کبار میں سے ھیں اور ان کے مذھب کے قواعد عدم لعن کا تقاضا کرتے ہیں۔ لیکن انھوں نے بلاد عجم میں پرورش پائی تو ان کے کان ایسی حکایات اور اخبار سے بھر گئے جن میں سے اکثر بے سرو پا ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب بحقیقۃ الحق



بسم اللہ والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا

برادران اسلام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تعلیم قرآن اور تعظیمِ قرآن

ھی دو ایسے کام ہیں جنکو پایہ تکمیل تک پہنچا کر امت مسلمہ فلاح دارین حاصل کرنے میں کامیاب ھوگی۔

آج ھر مذھبی جماعت دعویدار ھیکہ وہ نفاذ اسلام کے لئے کوشاں و سرگرداں ھے مگر ان کے ہاں نہ تعظیمِ قرآن کہیں نظر آتی ہے اور نہ ھی خلوص و اخلاص کے ساتھ تعلیم قرآن کا کوئی انتظام ھے۔

الحمدللہ شیخ طریقت امام المفکرین حضور قطب الوجود خواجہ محمد شفیع چشتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور آپکے تربیت یافتہ مفتی اسلام حضور امام الغیرت قبلہ مفتی محمد فضل احمد چشتی صاحب زید مجدھما الکریم ان راہبروں نے اس پرفتن دور میں ھر باطل کا رد فرمایا اور درست سمت کی طرف راہبری فرمائی۔ خواجگان چشت اھل بہشت نے تعظیمِ قرآن کا بیمثال سلسلہ جاری فرمایا یعنی بوسیدہ قرآنی و دیگر اوراق کو جمع کر کے دائمی تحفظ فراہم کیا اس کار خیر کے لیے قرآن محلات کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا اب تک سینکڑوں محلات تعمیر ھو چکے مزید تعمیر جاری ہے۔

اپنے مشائخ کرام کے اس سلسلہِ ادب کو کامیابی سے آگے بڑھانے کے لیے عالمی تنظیم تحفظ مقدس اوراق کا حصہ بنیں۔

مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ فرمائیں۔

مھتمم: آستانہ عالیہ امام آباد شریف، کاھنہ لاھور
پیرزادہ مفتی محمد رضا صدیقی چشتی صاحب
0300-4050095, 0344-4050095

خادمِ قرآن: آستانہ عالیہ سندر شریف
محمد حمزہ سلطانی چشتی قادری
0305-4000380

مصنف کی منظر عام پر آنے والی کتب

---(۱)---

تنبیہ الخلف بان الطلاق الثلاث ثلاث باجماع السلف

ازقلم: شیخ الحدیث والتفسیر مناظرِ اسلام

مفتی محمد فضل احمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

ایک مسئلہ جو صدیوں سے محلِ نزاع بنا ھوا تھا اسے انتہائی عمدہ اور منفرد تحقیق کے ساتھ نزاع واختلاف کو دفع کر کے اسلاف کا اتفاق ثابت کر دیا جسکے بعد مخالفین کے پاس اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

---(۲)---

النحو الِاملائی

علم نحو کے مبتدیوں کیلیے ایک انمول تحفہ

ازقلم: شیخ الحدیث والتفسیر مناظرِ اسلام

مفتی محمد فضل احمد چشتی گولڑوی مدظلہ العالی

اُردو زبان میں نحو کے اہم مسائل کو بیان کر دیا گیا تا کہ ابتدائی بچوں کیلئے انکا حفظ اور ضبط آسان ہو جائے اور ساتھ ہی ایسے مسائل کی تحقیق جس سے عام متداوّل کتابیں خالی ہیں۔

---(۳)---

المنطق الاملائی

از قلم

سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

فن منطق کے شائقین کیلئے بے مثال تحفہ منطق کی سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ جس میں فن منطق کے مسائل ایک خاص ترتیب کے ساتھ اردو زبان میں پیش خدمت کیے گئے ہیں۔ جس سے ضبط مسائل آسان تر ہو جاتا ہے۔

---(۴)---

مسئلہ سیاہ خضاب (محققانہ بحث)

از قلم

سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

سیاہ خضاب کے جواز پر نئی اور لاجواب تحقیق

---(۵)---

یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں
یہاں روحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

یونینز، پارٹیز، گروپس
یا
دعوائے جاہلیت

از قلم

سلطان العلماء شیخ الاسلام شمشیر اعلیحضرت امام الغیرت
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل احمد چشتی سنی حنفی قادری رضوی

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ

آستانہ عالیہ سندر شریف
سندر راڈا لاہور۔ 03024218077

مؤلف کی دیگر کتب

